مسوری سے واپسی

خان محمد کی چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اور احمد خان اور یوسف اسے دہرہ دون پہنچا کر واپس آگئے تھے۔ اس کے بعد یوسف نے احمد خان کو اس کی درخواست پر انگریزی اور تاریخ پڑھانی شروع کی تھی۔ فرصت کے اوقات میں وہ اخبارات پڑھتے اور ملک کی سیاست پر تبصرے کیا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے متعلق یوسف جو تڑپ اپنے گھر کے ماحول اور اس کے بعد اسلامیہ کالج لاہور سے لے کر آیا تھا۔ اس میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ ہندوؤں کی تنگ نظری اور مستقبل کے عزائم اور کانگرس کے مکر و فریب کے متعلق مضامین لکھ کر اخبارات کو بھیجا کرتا تھا اور اس کا ہر مضمون پڑھنے والے اس کی زبان میں پہلے سے زیادہ تلخی محسوس کرتے تھے۔ وہ یہ بات بار بار دہرایا کرتا تھا۔ کہ مسلمانوں کے لئے متحدہ قومیت کا نظریہ قبول کر لینے سے اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا کہ وہ اس برہمنی سامراج کے نئے شودر بن جائیں۔

زمانہ قدیم میں برہمنی سماج کے بانی، یعنی آرین لوگ ہندوستان کی قدیم اقوام پر غالب آگئے تھے۔ اور پھر انہوں نے، انہیں دائمی طور پر مغلوب رکھنے کے لئے ایسے مذہبی ضابطے بنا لئے تھے کہ یہ سر نہیں اٹھا سکتے تھے یعنی، شودر ایک بار شودر بن جانے کے بعد ہمیشہ شودر رہتا تھا۔ اس لئے اگر مسلمان اپنے اندر انسانیت کا ذرہ بھر شعور رکھتے ہیں تو انہیں آنے والے معرکوں میں یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور

ہندوستان کی متحدہ قومیت کے شودر بننے کی بجائے مرجانا بہتر سمجھتے ہیں۔"

ایک دن اس نے احمد خان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا۔ "خانصاحب! میرے ناول کے آخری صفحات اسی ہفتہ ختم ہو جائیں گے اور میں چاہتا ہوں کہ میں ان پر نظرِ ثانی کرنے کے بعد چند دنوں کے لئے لاہور سے گھوم آؤں۔"

احمد خان نے کہا۔ "دیکھو بھئی یوسف ——— میرے ساتھ تمہارا کام کبھی ختم نہیں ہوگا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم عمر بھر کے لئے میرے ساتھی ہو۔ اور جب تم ضرورت محسوس کیا کرو گے تو تم خود ہی میرے پاس پہنچ جایا کرو گے۔ ہمارا ایک گھر پنجاب میں ہے اور دوسرا سندھ میں۔"

"خان صاحب! یہ دونوں گھر مجھے یکساں عزیز ہوں گے۔ میں مستقبل کے افق پر آندھیوں کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کی جنگ کے لئے ہمیں اچانک میدان میں آنا پڑے گا۔ اور پھر معلوم نہیں، مجھے کتنے محاذوں پر لڑنا پڑے گا۔"

احمد خان نے کہا۔ "بھائی۔ میں کبھی کبھی یہ سوچا کرتا ہوں، کہ تمہاری صلاحیتوں سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیں ایک اخبار کی ضرورت ہے۔ میں کراچی سے اخبار نکالنے کے لئے سرمایہ فراہم کر سکتا ہوں اور میرا ایک دوست بلوچستان سے اخبار نکالنا چاہتا ہے اگر تم چاہو۔ تو دونوں اخباروں کی نگرانی تمہارے سپرد کی جا سکتی ہے۔"

یوسف نے کہا۔ "خان صاحب! اس کا جواب میں سوچ کر دوں گا کہ وہ کون سا محاذ ہے۔ جہاں میری زیادہ ضرورت ہے۔ لیکن اس وقت میں یہ کتاب چھپوانا اور دوسری کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔"

احمد خان نے کہا۔ "بھئی وہ بھی ہو جائے گا، تمہاری کوئی خواہش ایسی نہیں جو پوری نہ ہوئی ہو۔ جب تم تنہائی محسوس کرو۔ تو یہاں آجایا کرو۔ تمہاری خدمت کے لئے ایک نوکر مکان پر رہے گا۔ سردیوں میں تم دہرہ دون میں بھی رہ سکو گے۔ وہاں یہ فائدہ ہوگا۔ کہ

خان محمد چھٹیوں کے دن تمہارے ساتھ گزارا کرے گا۔ اور تم سے کچھ سیکھتا رہے گا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم لاہور اور اپنے گاؤں میں اپنے کام اطمینان سے ختم کر کے واپس آؤ۔ اگر مجھے جلدی سندھ نہ جانا پڑا تو میں تمہیں رخصت کر کے جاؤں گا۔ مجھے امید ہے کہ تم جہاں ہو گے۔ جس حال میں ہو گے۔ مجھے خط لکھتے رہو گے۔ اور کتاب شائع ہونے کا انتظام اب نہیں تو کچھ عرصہ بعد ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تمہیں جس مقام تک پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ تم حاصل کر کے رہو گے۔ اور ہاں دیکھو کبھی یہ بھی لکھ دینا۔ کہ تمہاری ورستی کا رشتہ مضبوط کرنے کی وجہ وہ دو بھیڑیئے تھے۔ جو نہ جانے کہاں کہاں سے گھومتے ہوئے کوہِ مردار میں پہنچ گئے تھے ورنہ مجھے کوئٹہ میں کوئی ایسا آدمی نہیں ملا جس نے اس پہاڑ پر بھیڑیئے دیکھے ہوں۔"

اکتوبر کے آخری دن تھے۔ فہمیدہ بالاخانے کی چھت پر دھوپ میں بیٹھی ہوئی تھی۔ نسرین نے بھاگتے ہوئے سیڑھی سے آواز دی۔ "آپا جان! آپا جان! جلدی نیچے آیئے۔ وہ آ گئے ہیں۔"

فہمیدہ کا دل دھڑکنے لگا۔ نسرین نے نچلی چھت پر نمودار ہو کر کہا۔ "آپا جان، خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتی۔ بھائی جان آ گئے ہیں اور نیچے امی جان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ظہیر ابا جی کو بلانے گیا ہے۔ جلدی آئیں نا۔ آپ کیا سوچ رہی ہیں؟"

فہمیدہ نے اطمینان سے نیچے اترتے ہوئے کہا: "بے وقوف! مجھے معلوم ہے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہے، آپا؟ آپ انہیں چھت سے کیسے دیکھ سکتی تھیں۔"

"بس کہہ جو دیا، مجھے معلوم ہے۔"

"آپا جان، عجیب بات ہے۔ آپ خوش ہونے کی بجائے مجھے ڈانٹ رہی ہیں۔"

"نہیں بھئی، تم مجھے بہت پیاری ہو۔ لیکن جو باتیں تمہیں معلوم نہیں ہوتیں۔ ان کے متعلق خاموش رہا کرو۔" فہمیدہ نے یہ کہہ کر پیار سے اُسے گلے لگا لیا۔

"آپا جان، مجھے بتائیں تو سہی کہ مجھے کیا معلوم نہیں ہے؟"

"بھئی، تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہارے بھائی جان نے کل رات گیارہ بجے فون کیا تھا کہ میں آ رہا ہوں۔ اب جتنی دیر وہ یہاں رہیں گے۔ بے حد مصروف رہیں گے۔ اس لئے تم نے ڈھنڈورا پیٹ کر لوگوں کو یہاں جمع نہیں کر لینا۔ تمہارا پہلا کام یہ ہے کہ اوپر والے کمرے میں ان کا سامان رکھواؤ۔"

"آپا جان! سب کچھ ہو جائے گا۔ آپ نیچے تو چلیں۔ بھائی جان پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

فہمیدہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بڑی بے وقوف ہو تم۔ دیکھو اب نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ تم جا کر یہ کہو کہ میں نماز پڑھ کر آؤں گی، لیکن یہ بات یوسف صاحب سے نہیں، امی جان سے کہنا۔ وہ خود ہی سمجھ جائیں گے۔"

"آپا جان میں اُن سے کان میں بھی تو کہہ سکتی ہوں۔ اگر میں کان میں کہنے کی بجائے بلند آواز میں کہہ دوں تو اس میں ہرج ہی کیا ہے۔"

"چڑیل! مجھے معلوم ہے کہ تم اپنی مرضی کرو گی۔ اگر تم اپنی زبان بند نہیں رکھ سکتیں تو تم یہ بھی کہہ سکتی ہو۔ کہ فہمیدہ آپ کو سلام کہتی ہے۔ اور وہ عصر کی نماز پڑھتے ہی نیچے آ کر آپ کا خیر مقدم کریں گی۔"

"آپا جان! وہ تو بہت خوش ہوں گے۔ لیکن میری پٹائی ہو جائے گی۔ اس لئے میں امی جان کے سامنے بات کرنے کی بجائے مناسب وقت کا انتظار کروں گی۔"

"اچھا جاؤ، میرا سر نہ کھاؤ۔"

نماز کے بعد فہمیدہ نیچے اتری۔ تو یوسف برآمدے میں بیٹھا صفیہ اور نسرین سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ "السلام علیکم" کہہ کر آگے بڑھی اور یوسف "وعلیکم السلام" کہہ کر کھڑا ہو گیا۔ فہمیدہ بولی:

"جناب آپ بیٹھے رہیں۔ اور مجھے شرمندہ نہ کریں۔"

یوسف نے فہمیدہ کو جواب دینے کی بجائے صفیہ سے مخاطب ہو کر کہا: "کیوں، خالہ جان! میں نے کوئی غلط بات کی ہے؟ کیا انسان جن لوگوں کا احترام کرتا ہے۔ ان کے لئے اُٹھتے ہوئے خوشی محسوس نہیں کرتا؟"

صفیہ بولی "بیٹا! میں سمجھتی ہوں۔ کہ لوگ اگر ایک دوسرے کے دل کا حال جانتے ہوں تو انہیں ظاہرداری کی ضرورت پیش نہیں آنی چاہیئے۔"

"نہیں خالہ جان، فہمیدہ کے لئے میرا اُٹھنا ایک غیر شعوری حرکت تھی اور غیر شعوری طور پر مجھ سے اس قسم کی کئی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ کبھی کبھی یوں ہوتا ہے۔ کہ میری نگاہ کہیں مرکز ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور مجھے گردو پیش کا احساس نہیں رہتا۔ آپ یوں سمجھئے کہ جب میں اچانک فہمیدہ کے خیر مقدم کے لئے اٹھا تھا۔ تو میں یہ بھول گیا تھا۔ کہ یہاں مجھے دیکھنے والا کوئی اور بھی ہے۔"

صفیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بیٹا میں تمہاری باتیں کچھ کچھ سمجھنے لگ گئی ہوں لیکن اس بات سے ڈر آتا ہے۔ کہ ہم میں سے کوئی اچانک تمہارے سامنے جائے اور تم اس سے یہ پوچھنے لگ جاؤ، کہ آپ کون ہیں؟"

"نہیں خالہ جان! مجھے ڈر ہے۔ کہ میں کئی لوگوں کو بھول جایا کروں گا۔ کئی نقوش میرے ذہن سے مٹ جائیں گے۔ کیونکہ زیادہ سوچنے والوں کو بہت کچھ بھول جانے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ لیکن ان میں سے اس گھر کا کوئی فرد نہیں ہو گا۔"

"اچھا بیٹا! میں ذرا باورچی خانے سے ہو آؤں۔ تم اطمینان سے باتیں کرو۔" صفیہ اُٹھ کر چلی گئی تو یوسف نے صحن میں اپنے سوٹ کیس کے اوپر چمڑے کے ایک خوب صورت بیگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "فہمیدہ، کتاب کا باقی مسودہ اس بیگ میں ہے آپ اسے اطمینان سے پڑھ لیجئے۔ اور جو مسودے میں آپ کو بھیجتا رہا ہوں۔ وہ نکال کر

میرے کمرے میں رکھوا دیجئے۔ میرا مطلب وہ مسودہ نہیں جو میں گاڑی میں بھول گیا تھا، بلکہ ان مسودوں سے ہے۔ جو اس ناول سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں ایک ہفتہ کے اندر اندر نظرِ ثانی کر کے یہاں سے رخصت ہو جاؤں گا۔ اور تمہیں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کی اصلاح کر دینا۔"

نسرین بولی "بھائی جان مجھے بہت افسوس ہو رہا ہے۔ کہ میں آپ کے کام میں کوئی مدد نہیں کر سکتی —— شاید ابا جان آ گئے ہیں۔"

فہمیدہ نے کہا: "میرا خیال ہے کہ ہمیں بیٹھک میں چلنا چاہیئے۔"

وہ بیٹھک کا رخ کر رہے تھے کہ نسرین کے والد اور ظہیر ڈیوڑھی سے نمودار ہوئے یوسف آگے بڑھا اور محمد نصیر الدین نے گرمجوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد اسے گلے لگا لیا اور پھر بیٹھک میں اپنے قریب بٹھا کر بجلی کی روشنی میں غور سے دیکھتے ہوئے کہا: "بیٹا، خدا کا شکر ہے کہ تمہاری صحت پہلے سے بہت بہتر ہے۔"

"جی، میں نے کام بھی بہت کیا ہے۔ اور صحت کا بھی بہت خیال رکھا ہے۔ میں نے اپنا ایک اہم پروگرام پورا کر لیا ہے اور اب کتاب کا مسودہ لے کر لاہور جا رہا ہوں دوستوں نے جو خطوط مجھے بھیجے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نئی کتابوں کی اشاعت میں جو مشکلات حائل تھیں وہ کم نہیں ہوئیں اور میری مشکلات میں تو اس لئے بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ کہ اب نام نہاد نقادوں کے ایک گروہ نے ایسے ادب کے خلاف ایک محاذ بنا لیا ہے۔ جو کسی قومی مقصد کی تائید کرتا ہو۔ یا کسی اخلاقی نظریہ کا داعی ہو۔"

"بیٹا جب آپ کسی چیز میں حسن پیدا کر لیتے ہیں۔ تو کوئی نقاد لوگوں کو اس کی طرف دیکھنے سے منع نہیں کر سکتا۔ میں کوئی نقاد نہیں ہوں۔ لیکن تمہاری تحریر میں وہ حسن دیکھ سکتا ہوں جسے عوام کی طرف سے مقبولیت کی سند عطا ہوا کرتی ہے۔ بعض اوقات اس کے لئے دیر تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔ لیکن حوصلہ قائم رکھنے اور صبر سے انتظار کرنے والوں کو اپنی محنت

کا صلہ ضرور ملتا ہے۔ بیٹا میں تمہیں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تمہیں زندگی میں کبھی حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے۔"

یوسف نے کہا۔ "مجھ پر اللہ کا یہ خاص کرم ہے کہ میں حوصلہ نہیں ہارتا۔ اگر میں آپ کے سامنے ان تمام مشکلات کا ذکر کروں جو میرے راستے میں حائل تھیں۔ تو آپ، یہ محسوس کریں گے۔ کہ اس قدر حوصلہ شکنی کے باوجود اگر میں کوئی اچھی کتاب لکھ لوں۔ تو یہ ایک معجزہ ہوگا اور خالہ جان اب تو میں یہ محسوس کرتا ہوں۔ کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ قدرت کے اس احسانِ عظیم کے بعد مجھے یہ یقین ہوگیا ہے کہ میں ناکام نہیں رہوں گا مجھ پر بے یقینی کا ایک مختصر سا دور آیا تھا۔ لیکن یہ اتنا ہی تھا کہ اچانک میرے چاروں اطراف اندھیرے چھا گئے تھے پھر یکایک روشنی نمودار ہوئی۔ اور میری دنیا چکا چوند ہوگئی خالہ جان! اگر میں نے اس دنیا میں آپ کی خالہ جان اور چچی بلقیس کی شفقت نہ دیکھی ہوتی، تو بھی اللہ کی رحمت پر میرا یقین متزلزل نہ ہوتا۔"

"بیٹا" یہ ہر اپ کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی کا رفیقِ حیات شریف، نیک اور بہادر ہو۔ فہمیدہ کا مستقبل میری زندگی کا اہم ترین مسئلہ تھا۔ کیونکہ میں یہ محسوس کرتا تھا۔ کہ یہ عام لڑکیوں سے مختلف ہے۔ جب تمہیں دیکھا تو میں نے یہ محسوس کیا۔ کہ اللہ کی بارگاہ میں میری کوئی دعا قبول ہوئی ہے۔"

یوسف نے کہا "خالہ جان میرے لئے دعا کیا کریں۔ کہ میں آپ کی نیک توقعات پر پورا اتر سکوں۔"

نسرین نے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ "ابا جان امی پوچھتی ہیں کہ کھانا لگا دیا جائے یا آپ عشاء کی نماز پڑھ کر کھائیں گے؟"

"بیٹی ساتھ والی مسجد میں نماز ہونے والی ہے۔ ہم پہلے نماز پڑھ لیں تو بہتر ہوگا ممکن ہے کہ تھوڑی دیر تک دوسرے مہمان بھی آجائیں۔ آؤ یوسف بیٹا۔"

یوسف اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیا۔

نسرین نے پوچھا۔ "امی جان، دوسرے مہمان کون ہیں؟"

صفیہ نے جواب دیا۔ "بیٹی مجھے چند دنوں سے خالدہ کی آمد کی اُمید ہے لیکن انہوں نے کوئی خط نہیں بھیجا۔"

فہمیدہ بولی۔ "امی جان، آپا خالدہ کو تو خط لکھنے کی عادت ہی نہیں۔ جب بھائی جان حسن علی کا کوئی پروگرام بنتا ہے تو وہی کبھی کبھی خط لکھ دیتے ہیں۔ ورنہ کسی کی معرفت پیغام بھیج دیا کرتے ہیں۔"

کھانا کھانے کے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد یوسف بالائی منزل کے کمرے میں پورے انہماک کے ساتھ مسودہ کے پہلے اجزاء پر نظرِ ثانی کر رہا تھا۔ لیکن اُسے خلافِ معمول جلد ہی نیند آگئی۔ علی الصباح اذان سنتے ہی وہ اٹھا۔ اور نماز کے لئے باہر نکل گیا۔ جب وہ واپس آیا تو فہمیدہ اس کے بکھرے ہوئے کاغذات درست کر رہی تھی۔ اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں نے رات باقی مسودہ پڑھ لیا ہے اور اسے دوسری فائل میں لگا دیا ہے، لیکن میں یہ چاہتی ہوں کہ ایک بار پھر شروع سے لے کر آخر تک یہ کتاب پڑھ لوں۔"

یوسف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ اس قابل ہے کہ آپ اسے دوبارہ پڑھنا پسند کریں۔ تو مجھے اپنی کوشش کے متعلق بہت پُر امید ہو جانا چاہیئے۔"

فہمیدہ بولی۔ "میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں اسے بار بار پڑھوں آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ گار ریچ کے متعلق میں نے آپ کی کتاب کا مسودہ تین بار پڑھا تھا۔ اور چوتھی بار اس کی ایکمد نقل اپنے ہاتھ سے لکھی تھی۔ اس کے بعض حصے ایسے تھے۔ جن کو میں بار بار نسرین سے پڑھوا کر سنا کرتی تھی۔ اگر پڑھنے والوں نے آپ کی تصانیف سے میرے مقابلے میں نصف

یا ایک تہائی دلچسپی ل تو بھی آپ اپنے زمانے کے ایک کامیاب ترین مصنف ثابت ہوں گے۔"

"یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میرا پہلا مسودہ آپ نے پڑھا تھا۔ اور جب بھی میں آپ کے منہ سے ایسی بات سنتا ہوں تو میرے دل سے نسرین کے لئے اَن گنت دعائیں نکلتی ہیں کہ اس نے ایک انتہائی گم نام مصنف کو اس ذہین خاتون سے متعارف کروا دیا تھا جس کی کوئی رائے غلط نہیں ہو سکتی۔"

"نسرین عجیب لڑکی ہے۔ اس نے آپ کا تعارف اس انداز سے کروایا تھا۔ کہ جب میں نے آپ کا مسودہ دیکھنا شروع کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ آپ میرے لئے اجنبی نہیں تھے۔"

یوسف بولا: "آپ کو یاد ہے کہ امی جان نے جب آپ کو پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ تو ان کی کیا حالت تھی۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ آپ ہی ان کی بہو بن سکتی ہیں۔ اور وہ اس بات سے خوفزدہ تھیں کہ قدرت کی اتنی بڑی نعمت کہیں ان سے چھن نہ جائے۔"

فہمیدہ بولی: "چچی بلقیس آخری وقت تک ان کے پاس تھیں۔ اور وہ مجھے ایک ایک بات بتا چکی ہیں۔ میں نیچے جا کر ناشتے کا پتہ کرتی ہوں۔"

نسرین کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے ہانپتے ہوئے کہا: "ناشتہ تیار ہے آپا جان! ابا جان بھی آگئے ہیں اور آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

فہمیدہ بولی: "آپ نسرین کے ساتھ چلیں، میں ابھی آتی ہوں۔"

نسرین کمرے میں داخل ہوئی اور مسکراتے ہوئے بولی: "بھائی جان، آپ ایک امتحان کے لئے تیار ہو جائیں۔"

"دیکھو نسرین اگر تم باتیں کرنا چاہتی ہو تو کچھ دیر خاموش بیٹھی رہو، میں یہ کام ختم کر لوں

تو پھر تم سے باتیں کروں گا۔"

"بھائی جان، کچھ لوگ آپ کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ اور ہم نے انہیں نیچے بٹھا لیا تھا کہ وہ آپ کا وقت ضائع نہ کریں۔ ان کے طور طریقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چند گھنٹے آپ کا انتظار کر سکتے ہیں۔ بڑے ضدی معلوم ہوتے ہیں وہ۔"

ایک خوش وضع خاتون کمرے میں داخل ہوئی اور بولی: "دیکھو صاحبزادی، تم ہماری سفارش کرنے آئی ہو اور آتے ہی ہماری شکایتیں شروع کر دیں۔"

"جی، میں بھائی جان کا موڈ ٹھیک کر رہی تھی ـــــ بھائی جان! آپ کو معلوم ہے یہ کون ہیں؟"

یوسف اچانک اٹھ کر مؤدب کھڑا ہو گیا اور بولا: "آپا خالدہ، السلام علیکم۔"

ایک نو عمر لڑکا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا: "اچھا جی یہ بتائیے، میں کون ہوں؟"

"تم آپا خالدہ کے بیٹے، محمد عمر ہو۔"

عمر نے پیچھے مڑ کر آواز دی: "ابا جان! آپ آ ہی جائیں۔ بھائی یوسف سب کچھ جانتے ہیں۔"

خالدہ کا خاوند حسن علی ہنستا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور نسرین جلدی جلدی دوسرے کمرے سے کرسیاں لا کر وہاں رکھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد فہمیدہ اور صفیہ بھی وہاں آگئیں اور وہ سب کرسیوں پر بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کرنے لگے۔

حسن علی نے کہا: "یوسف صاحب! میں دریا عبور کر کے کبھی کبھی گرم کپڑا لینے کے لئے دھاریوال جایا کرتا تھا۔ اور میں اس گاؤں سے گزرا کرتا تھا۔ جس کے باہر مسجد کے ساتھ ہی ایک نئی کوٹھی بن رہی تھی۔ وہ شاید ذرا بلندی پر تھی اس لئے بہت دور سے نظر آیا کرتی تھی۔"

"جی، وہ ہمارا مہمان خانہ ہے اور ذرا اونچی جگہ پر ہے۔"

اردو فینز ڈاٹ کام

"میں سنا کرتا تھا کہ اس گاؤں میں ایک بہت مشہور خاندان رہتا ہے۔ لیکن یہ بدقسمتی تھی کہ میں ان سے متعارف نہ ہوا اب میں سفر نہیں کیا کرتا، لیکن اگر کبھی موقع ملا تو سیدھا آپ کے گھر آؤں گا۔"

یوسف نے کہا۔ "بھائی جان، جب آپ ہم سے متعارف ہوں گے تو آپ کو گاؤں میں ہمارے گھر اور جالندھر کے اس گھر میں کوئی بات مشترک نظر آئے گی۔"

عمر بولا "جی، میں ضرور آپ کے پاس آؤں گا۔ اور شکار کے لئے آپ کو اپنے گاؤں لے جاؤں گا۔ بہت شکار ہوتا ہے ہمارے علاقے میں۔"

"عمر صاحب، اگر آپ کا گاؤں پتن سے دریا عبور کرنے کے بعد دو تین میل دور ہے تو میں بھی وہاں سے چند بار گذر چکا ہوں۔"

"بھائی جان، شکار میں، میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دیا کروں گا۔ ابا جان تو اب شکار پر نہیں جاتے، لیکن ان کی بہت سی یادگاروں میں سے ۔ ہمارے گھر میں دو چیتوں ایک ریچھ اور ایک شیر کی کھال اب تک موجود ہے۔"

خالدہ بولی "بھائی یوسف، باپ بیٹے کو شکار کے سوا اور کوئی شوق نہیں۔ عمر نے اپنے باپ کے شوق میں کچھ اور اضافے کئے ہیں۔ شکار اور کھالوں تک تو معاملہ شاید ٹھیک ہی تھا، لیکن عمر جو جانور مار کر لاتا ہے۔ خواہ وہ نیل گائے ہو، ہرن ہو یا مور ہو اسے کسی کاریگر کو کافی معاوضہ ادا کرنے کے بعد بھروا تا ہے اور ایک کشادہ کمرے میں لا رکھتا ہے۔ ڈیرہ دون کے آس پاس شکار ہوتا ہے۔ عمر کو آپ کے شکار کے متعلق سننے کا بہت شوق ہے۔"

"بھئی! شکار کے لئے میرے پاس وقت نہیں تھا۔ میں مسوری چھوڑنے سے صرف ایک ہفتہ پہلے، پہلی مرتبہ میجر صاحب کے شکاری دوست ناصر علی خان کے ساتھ گیا تھا میں نے وہاں ایک بارہ سنگا، دو ہرن اور ایک چیتا مارا تھا۔"

عمر بولا۔ "آپ نے مسوری میں بہت بڑی دعوت کا انتظام کیا ہو گا۔"

"بھئی، دعوت کا انتظام میں کس کے لئے کرتا، میں نے ایک ہرن اور ایک بارہ سنگا میجر صاحب کو پیش کر دیا تھا اور باقی شکار خان صاحب لے گئے تھے۔ دعوت ان کے گھر ضرور ہوئی تھی اور میں وہاں موجود تھا۔"

"بھائی صاحب، میں نے سنا ہے کہ وہاں بڑے بڑے اژدھے ہوتے ہیں۔"

"ضرور ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک جو کوئی قریباً پندرہ فٹ لمبا تھا میں نے بھی مارا تھا۔ کافی بھاری تھا۔ خان صاحب کے ایک ساتھی نے اس کی کھال اتروانے کے لئے ڈیرہ دون کسی کاریگر کے پاس بھیج دیا تھا۔"

عمر نے پوچھا۔ "آپ نے وہاں کوئی شیر نہیں مارا، بھائی جان!"

"بھئی، میں صرف ایک ہی بار وہاں شکار کے لئے گیا تھا۔ اگر دوسری بار جاتا تو شاید شیر بھی مل جاتا۔"

محمد عمر نے کہا: "بھائی جان، جب آپ دوبارہ جائیں گے تو میں آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔"

خالدہ بولی۔ "لیکن یوسف صاحب، ہمارے گھر میں مزید کھالوں کے لئے جگہ نہیں ہو گی۔"

"آپا جی! میرا خیال ہے کہ مردہ جانوروں کی کھالوں کے اندر روئی وغیرہ بھر کر رکھنے کا شوق عارضی ہوتا ہے۔ عمر کا دل بہت جلدی ان سے بھر جائے گا۔ آپ نے شاید یہ پڑھا ہو کہ آسٹریلیا کے بعض قبائل اپنے دشمنوں کے سر اتار کر انہیں کسی طریقے سے بہت چھوٹا کر لیتے تھے اور ایک رسی میں پرو کر ہار کی طرح گھروں میں رکھتے تھے۔ ہار جتنا لمبا ہوتا تھا۔ اسی قدر اس کے مالک کو بڑا سردار سمجھا جاتا تھا۔"

عمر نے پریشان ہو کر کہا۔ "بھائی جان، یہ تو آپ نے ایسی بات کہہ دی ہے کہ میں اپنے حنوط شدہ جانوروں کو دیکھ کر بیزار ہو جایا کروں گا۔ لیکن ان کی کھالیں رکھنے پر تو

آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟"

"بھائی! جو بات بھی آپ شوق سے کریں گے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی دن آپ اس سے زیادہ شوق کے ساتھ کتابیں پڑھنا شروع کر دیں اور گھر بیٹھے چند سال میں اتنی کتابیں پڑھ لیں کہ آپ کی گفتگو سے لوگ مرعوب ہو جایا کریں۔"

حسن علی نے کہا۔"یوسف صاحب، میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ عمر آپ سے بہت میل جول رکھے گا۔ اگر آپ کسی ایسے آدمی کو تلاش کر سکیں جو اسے پڑھا سکے تو یہ آپ کی بہت مہربانی ہوگی۔ میں اُسے معقول تنخواہ دے سکوں گا۔"

"بھائی جان، انشاء اللہ! عمر کو ایک اچھا استاد مل جائے گا۔"

حسن علی نے کہا۔"جو تنخواہ آپ مقرر کریں گے وہ ہم خوشی سے دیں گے۔"

"بھائی جان، جسے میں بھیجوں گا وہ لالچی نہیں ہوگا، جو تنخواہ آپ دیں گے، خوشی سے لے لیا کرے گا۔"

خالدہ نے کہا۔"بھائی یوسف! میں دوہری مبارک باد کی مستحق ہوں، ایک اس لیے کہ آپ سے ملاقات ہوگئی، دوسرے اس لیے کہ میری زندگی کی ایک بہت بڑی الجھن دور ہوگئی۔ اگر آپ کبھی کبھی شکار کے بہانے ہمارے گاؤں میں آجایا کریں تو عمر آپ سے بہت کچھ سیکھ سکے گا۔"

"آپا جان، اگر مجھے شکار کا شوق نہ ہو تو بھی میں فرصت کے وقت وہاں ضرور آیا کروں گا۔"

فہمیدہ سر جھکائے خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی۔ نسرین نے اچانک کہا، "بھائی جان! آپ نے آپا جان کو بہت پریشان کیا ہے۔ میں نے انہیں آنکھیں پونچھتے ہوئے دیکھا ہے"

"میں نے انہیں پریشان کیا ہے؟"

فہمیدہ خاموش رہی تو یوسف نے مضطرب ہو کر کہا۔"کیوں فہمیدہ! میں نے ایسی کونسی بات کہی؟"

فہمیدہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔"آپ ایسے جنگل میں کیوں گئے تھے۔ جہاں چیتے بھی ہوتے ہیں اور اژدھے بھی۔"

نسرین بولی "بھائی جان آپا جان کو معلوم ہے کہ آپ بہت بہادر ہیں لیکن درندوں اور خوفناک اژدھوں کو بہادری دکھانے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟ میں تو ابھی تک اس خوف سے کانپ رہی ہوں کہ اژدھا پندرہ فٹ لمبا تھا۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہو آپ نے ناپ کر تو نہیں دیکھا تھا۔" اس پر سب ہنس پڑے

یوسف کو رخصت ہوئے دس دن ہو چکے تھے۔ اس عرصہ میں لاہور سے اس کے متعلق کوئی اطلاع نہیں آئی تھی۔ ایک دن صفیہ نے لاہور میں بلقیس کو فون کر کے اس کے متعلق پوچھا۔"بلقیس! آپ کو معلوم ہے کہ یوسف کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔"بہن! جب میں لاہور میں تھی تو یوسف اور کہاں ٹھہر سکتا تھا۔ امینہ اپنے والدین کے ساتھ آئی تھی۔ اور وہ اسے اپنے ہاں لے جانے پر مصر تھے۔ لیکن اس نے جواب دیا تھا کہ جب میں فارغ ہو جاؤں گا۔ تو چچی جان کے ساتھ آپ کے پاس آؤں گا۔ انہوں نے دو بار ہماری بڑی پر تکلف دعوت کی ہے۔ یوسف کے والد پچھلے دنوں بیمار ہوتے ہی لاہور کا مکان چھوڑ کر گاؤں چلے گئے تھے۔ یوسف بھی چند دنوں تک گاؤں جانے کا پروگرام بنا رہا ہے۔ نسرین کے چچا چھٹی پر آرہے ہیں۔ پروگرام یہ بنا ہے کہ ہم سب یوسف کے ساتھ ہی اس کے گاؤں روانہ ہو جائیں گے۔ میری بڑی خواہش ہے کہ وہ پردیسی درخت دیکھوں۔ جن کے متعلق اتنا کچھ سن چکی ہوں۔ یوسف اس وقت یہاں نہیں ہے۔ جب وہ رات کو آئے گا۔ تو میں اسی وقت فون کروا دوں گی۔ میرا خیال ہے۔ کہ یوسف نے کسی پریشانی کی وجہ سے آپ کو لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ابھی تک یہاں کسی ناشر سے اسے کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں ملا۔ لیکن آپ کو اس کے متعلق فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ، اس کے سب معاملات ٹھیک ہو جائیں گے ٹیلی فون پر بات ہو تو اس کی حوصلہ افزائی کیجیے۔ ہاں وہ منظور احمد سے

کی طرح اس کے ساتھ رہتا ہے۔ بڑا اچھا لڑکا ہے وہ۔ بہن فہمیدہ، نسرین اور ظہیر کو میری طرف سے بہت پیار دینا۔ خدا حافظ۔"

گیارہ بجے کے قریب یوسف گھر پہنچا، تو بلقیس بے چینی سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔

"چچی جان" اس نے کہا۔ "پروفیسر صاحب سے باتوں میں دیر ہو گئی۔ دراصل انہوں نے مجھے ایم۔ اے کی تیاری کے سلسلے میں مشورہ دینے کے لئے بلایا تھا۔"

"بیٹا، تم نماز پڑھ چکے ہو؟"

"چچی جان، میرا ارادہ تھا کہ میں گھر پہنچ کر نماز پڑھوں گا۔"

یوسف وضو کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اور بلقیس نے اٹھ کر ٹیلی فون کال بک کروا دی۔

جب یوسف نماز سے فارغ ہوا۔ تو وہ برآمدے میں ٹیلی فون کے پاس بیٹھی ہوئی تھی یوسف نے اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا: "چچی جان معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہیں ــــ بہت سنجیدہ بات۔"

"ہاں بیٹا! میں یہ پوچھنا چاہتی تھی۔ کہ تم نے صفیہ کو خط کیوں نہیں لکھا؟"

"چچی جان، میں نے آج ہی خط لکھا ہے۔ لیکن انہوں نے آپ سے کوئی شکایت کی ہے؟"

"نہیں بیٹا، صفیہ اگر شکایت بھی کرتی تو میں پریشان نہ ہوتی۔ لیکن وہ جو شکایت نہیں کر سکتی۔ اس کے متعلق میں بڑی پریشان ہوں۔ اور ابھی اس کا فون آنے والا ہے۔"

یوسف مسکرایا: "چچی جان، جب آپ ٹیلی فون سنیں گی تو آپ کی پریشانی دور ہو جائے گی۔ میرے متعلق جو بات کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ وہ فہمیدہ کو معلوم ہو جاتی ہے۔ میں نے آتے ہی اس بات کا انتظام کیا تھا کہ اسے ہر تیسرے دن یہ اطلاع ملتی رہے۔ کہ میں بخیریت ہوں۔"

"بیٹا اگر تم خط لکھ رہے ہوتے تو وہ یقیناً ذکر کرتیں۔"

"چچی جان، یہاں میری ایک بہن ہے وہ ہر تیسرے دن فون پر فہمیدہ کو یہ بتایا کرتی ہے۔ کہ میں کیا کر رہا ہوں اور کس حال میں ہوں اور گھر والوں کو اس لئے نہیں معلوم ہوا ہو گا کہ میرا پیغام صرف فہمیدہ کے لئے ہوا کرتا ہے۔ ہمارے بعض معاملات ایسے ہیں۔ جن میں ہم کسی کو شریک نہیں کرتے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اور بلقیس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ "فہمیدہ بیٹی، میں بلقیس بول رہی ہوں۔ آج صفیہ نے مجھے ٹیلی فون پر یہ بتا کر بہت پریشان کیا تھا کہ انہیں یوسف کی کوئی خبر نہیں۔ بیٹی، یوسف کا یہ اولین فرض تھا کہ وہ تمہیں اپنے حالات سے باخبر رکھتا۔ اور اگر اس نے اپنا یہ فرض پورا کیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تم نے اپنے والدین کو یوسف کے متعلق نہیں بتایا؟"

فہمیدہ نے جواب دیا: "چچی جان، یوسف صاحب کی پریشانی میں شریک ہونا میں صرف اپنا حق سمجھتی ہوں، اس لئے میں نے امی جان اور ابا جان کو پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور آپ کے متعلق تو میں یہ جانتی ہوں۔ کہ آپ ہر بات سے واقف ہوتی ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو میں آپ کو ضرور لکھتی یا ٹیلی فون کرتی ــــ ہاں چچی جان کیوں نہیں۔ دیجئے انہیں ریسیور۔"

بلقیس نے ریسیور یوسف کو تھما دیا۔ وہ بولا۔ "جی میں بخیریت ہوں۔ بہت پھرتا رہا ہوں۔ اس لئے صحت اچھی ہو گئی ہے۔ امینہ کی ڈیوٹی اس لئے لگائی تھی۔ کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ اور کبھی کبھی اپنے والدین کو بھی یہ تسلی دے دیا کریں کہ میں ٹھیک ہوں۔ کتاب کا مسئلہ وہیں ہے جہاں پہلے تھا۔ آج ایک سنجیدہ پبلشر نے مسودہ پڑھنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن کاغذ کی کمیابی اور گرانی کے باعث تمام پبلشر پریشان ہیں۔ میں اسے مسودہ دے کر چند دنوں کے لئے اپنے گاؤں جاؤں گا۔ آج ایک پروفیسر صاحب کے مشورے

سے میں نے تاریخ میں ایم۔ اے کی تیاری شروع کر دی ہے۔ کچھ کتابیں میرے پاس پہلے ہی موجود تھیں۔ اور کچھ میں نے خرید لی ہیں۔ گاؤں میں اگر کوئی خاص کام نہ پڑ گیا تو مجھے زیادہ دن نہیں لگیں گے۔ میں ایم۔ اے کی تیاری کے ساتھ ساتھ دوسری کتاب شروع کر دینا چاہتا ہوں۔ یہاں آکر میں نے محسوس کیا ہے۔ کہ تحریک پاکستان میں بھرپور حصّہ لینے کے لئے مجھے لاہور، کراچی یا کوئٹہ میں سے کسی ایک جگہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنانا پڑے گا۔ میں احمد خان صاحب سے مل کر کوئی پروگرام بناؤں گا۔ میں انہیں خط لکھ رہا ہوں۔ اور ان کا جواب آنے پر مجھے کوئٹہ یا کراچی جانا پڑے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ میرا خط ملتے ہی مجھے تار بھیج دیں گے ـــــ ابھی کوئی الجھن نہیں! میں نے احتیاطاً یہ بات کہہ دی تھی کہ گاؤں میں ایسے معاملات پیش آتے رہتے ہیں۔ کہ کبھی ایک ہفتے کا پروگرام بنا کر جائیں تو ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رکنا پڑتا ہے۔ ویسے اس وقت میرے سامنے کوئی ایسا مسئلہ نہیں، زیادہ سے زیادہ دو تین دن گاؤں میں رہوں گا۔ اور واپس آجاؤں گا۔ اگر چچی جان اور چچا جان کا میرا ساتھ دینے کا پروگرام بن گیا تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ خالہ جان کو میرا مؤدبانہ سلام کہہ دیجئے۔ میں گاؤں جانے سے پہلے کسی وقت اُن سے بات کروں گا۔"

اس نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔ "چچی جان شکریہ۔ اب تو آپ مجھ سے خفا نہیں ہیں؟"

"بیٹا! میں پہلے بھی تم سے خفا نہیں تھی۔ اگر تم فہمیدہ کو خوش رکھ سکو، تو دنیا میں مجھے تم سے زیادہ عزیز کوئی نہیں ہوگا۔"

"چچی جان! ہمارے لئے دعا کیا کریں۔"

"بیٹا، آج صبح تمہارے چچا جان کا فون آیا تھا کہ وہ دو دن کے اندر یہاں پہنچ رہے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ تمہارے گاؤں جائیں گے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے چچی جان!"

"ہم موٹر پر جائیں گے۔ اور موسم ایسا ہے کہ سیدھے تمہارے گاؤں پہنچ جائیں گے۔"

"چچی جان! مجھے یقین ہے کہ گاؤں کی عورتیں آپ کو دیکھ کر یہ محسوس کریں گی۔ کہ میری امی زندہ ہو کر واپس آگئی ہیں۔"

"نہیں بیٹا، مجھے یہ خوش فہمی کبھی نہیں ہو سکتی، کہ میں کسی کو قدسیہ کی طرح نظر آسکتی ہوں۔"

تیسرے دن اتوار کے روز یوسف میاں عبدالکریم کے گھر پہنچا۔ منظور، امینہ اور اس کے بھائی علی اکبر کو برآمدے میں پڑھا رہا تھا۔ وہ سب اسے دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ یوسف نے کہا: "بھئی آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ امینہ! تمہارے ابا جی کہاں ہیں؟ میں ان سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی وہ ناشتہ کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔ آئیے میں آپ کو ان کے پاس لے جاتی ہوں۔"

یوسف نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "امینہ اگر میری گفتگو کا تعلق شروع سے لیکر آخر تک تمہارے مستقبل کے ساتھ ہو تو تم بُرا تو نہیں مانو گی؟"

"بھائی جان! ابھی تک آپ کو اس بات پر شبہ ہے کہ میں آپ کی بہن ہوں؟"

"قطعاً نہیں۔ تم بہن سے بھی کچھ زیادہ ہو۔ لیکن کبھی کبھی میں یہ خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ میں کہیں اپنے فرائض سے تجاوز نہ کر جاؤں۔"

"بھائی جان! ایک بہن کی ذمہ داریاں اور بھائی کے فرائض کی حدود کہیں ختم نہیں ہوتی ہیں۔"

"ارے تم تو ادیب بنتی جا رہی ہو۔"

"بھائی جان! میں ایک بہت بڑے ادیب کی بہن ہوں۔ اور اتنی کند ذہن نہیں

ہوں کہ آپ سے کچھ نہ سیکھوں۔" اس نے آگے بڑھ کر ایک کشادہ کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ یہاں میاں عبدالکریم آرام کرسی پر بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے اٹھ کر یوسف سے مصافحہ کیا۔ اور یوسف کو اپنے سامنے بٹھاتے ہوئے کہا۔

"بیٹا تمہیں دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے"۔

یوسف نے اٹھ کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا: "جناب میں چوتھے روز یہاں سے اپنے گاؤں جاؤں گا۔ چچا عبدالعزیز صاحب پرسوں تشریف لائیں گے۔ وہ اور چچی بلقیس بھی میرے ساتھ جائیں گے۔ لیکن وہ جلد واپس آجائیں گے۔ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے کتنے دن وہاں رہنا پڑے۔ آج ایک اہم ذمہ داری کا احساس مجھے آپ کے پاس لے آیا ہے۔ میں بہت سوچنے کے بعد یہ محسوس کر رہا ہوں کہ آپ جتنی جلدی امینہ کی شادی کردیں گے۔ اسی قدر میرا ذہنی اضطراب کم ہوجائے گا۔ چچا جان اگر امینہ میری سگی بہن ہوتی تو بھی میں منظور احمد سے بہتر لڑکا تلاش نہ کرسکتا۔ وہ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور انتہائی شریف اور قابل اعتماد ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ آپ کسی تاخیر کے بغیر اس گھر سے متعلق اپنی ذمہ داریاں سنبھال لینی چاہئیں"۔

"بیٹا ہم اُن پرانے لوگوں میں سے ہیں۔ جو کسی کو ایک بار اپنا دوست اور خیرخواہ سمجھ لیتے ہیں۔ تو پھر اس کے متعلق اپنی رائے تبدیل نہیں کرتے۔ اب ہم جانتے ہیں کہ تم امینہ کے نیک اور بہادر بھائی ہو۔ میں اپنی طرف سے اور اپنی بیوی کی طرف سے تمہیں تاریخ مقرر کرنے کا اختیار دیتا ہوں۔ اور اس مسئلہ میں تمہیں امینہ سے پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ صرف ایک بات ہے۔ کہ ہمیں تاریخ کے اعلان کے بعد بیس دن کا وقفہ ضرور ملنا چاہیئے"۔

یوسف نے کہا۔ "چچا جان میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ کیا آپ آج سے بیس یا پچیس دن بعد کی تاریخ مناسب سمجھیں گے؟"

"بیٹا، پچیس دن بعد کی تاریخ کا تم آج ہی اعلان کرسکتے ہو۔ اور منظور احمد سے بھی کہہ سکتے ہو۔ کہ اسے اپنے گھر جاکر انتظامات کرنے کے لئے آج سے چھٹی ہے۔ دعوت نامے چھپوانے کے لئے میرا منشی بہت ہوشیار ہے، لیکن تم اپنے گاؤں سے آجاؤ گے نا اس دن تک؟"

"جی اب تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے گاؤں میں میرا قیام اور مختصر ہوجاتے گا۔ چچا جان آپ نے اچھی طرح سوچ لیا ہے؟"

"بیٹا۔ جب سوچنے کے لئے تم جیسے جوان بیٹے موجود ہوں تو ہم بوڑھوں کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ جب عبدالعزیز صاحب آئیں تو مجھے فون کردینا۔ جی تو میرا بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ تمہارے ساتھ جاکر اپنا گاؤں بھی دیکھ آؤں۔ لیکن جب سے تم لاہور آگئے ہو۔ میرا وہاں ٹھہرنے کو جی نہیں چاہتا۔ مجھے قائم دین اور اپنے منشی پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے کبھی میں وہاں جانے کا ارادہ کرتا ہوں تو امینہ اور اس کی ماں بڑی مزاحمت کرتی ہیں۔ انہیں قائم دین کی بیوی عالم بی بی سے کچھ چڑ سی ہوگئی ہے۔ امینہ کو کسی پر بلاوجہ غصہ نہیں آیا کرتا۔ لیکن ایک دن تو وہ میرے ساتھ جھگڑتے ہوئے اس قدر جذباتی ہو گئی تھی۔ کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اور اس نے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا۔

"ابا جی، ہم میں سے کوئی اس جگہ نہیں جائے گا۔ جہاں عالم بی بی باورچی خانے تک پہنچ سکتی ہو۔ آپ اس کے کالے پیر کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں۔ جو جرائم پیشہ لوگوں کو زہر فروخت کرتا ہے۔ میں نے بہت پوچھا کہ کالے پیر نے کس کے پاس زہر فروخت کیا ہے، لیکن امینہ کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ شاید اس نے سنی سنائی بات آگے چلادی تھی"۔

یوسف نے پوچھا۔ "آپ نے پیر کوکے شاہ کو دیکھا ہے؟"

"یار، میں نے اسے کئی بار دیکھا ہے۔ وہ جاہل لوگوں کو تعویذ دے کر پیسے بٹورا کرتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے تعویذوں کے اثرات دیکھ کر اس کے مرید بھی بن گئے ہیں"۔

"اور ان میں سے ایک عالم بی بی بھی ہے۔"

"وہ تو یقیناً ہے اور قائم دین کو اس کے پیچھے چلنا پڑتا ہے۔ شاید چراغ بی بی پر بھی اس کا کوئی اثر ہو۔ لیکن میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ وہ آدمی جو ساری رات عبادت کرتا ہے۔ زہر بھی فروخت کر سکتا ہے۔"

"چچا جی! امینہ بہت ذہین لڑکی ہے۔ اس نے اگر کوئی بات محسوس کی ہے۔ تو وہ بلا وجہ نہیں ہوگی۔ وہ پیر کوکے شاہ کبھی آپ کے گاؤں میں آیا ہے؟"

"ہاں کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ لیکن چونکہ قائم دین کا گھر حویلی کے کونے میں ہے اور اس کا ایک دروازہ باہر کی طرف بھی کھلتا ہے۔ اس لئے میری ملاقات اس سے بہت ہی کم ہوتی تھی۔ اور میں ہر ملاقات پر اسے کم از کم ایک روپیہ ضرور دیا کرتا تھا۔ اور وجہ اس کی یہ تھی۔ کہ عالم بی بی، قائم دین اور ان سے ملنے والے لوگ اس کی کرامات کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔"

"چچا جی، میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا، لیکن میرا خیال ہے کہ جن ذرائع سے اس جرائم پیشہ پیر کے متعلق بعض معلومات امینہ کو حاصل ہوئی ہیں۔ ان سے مجھے بھی کئی معلومات حاصل ہوئی ہیں اور میرا پہلا ردِ عمل یہ ہے۔ کہ آپ کے گھر کی ہر ایسے انسان سے حفاظت کی جانے جس پر پیر کوکے شاہ کے زیرِ اثر ہونے کا شبہ کیا جا سکے۔ مجھے موقع نہیں ملا۔ ورنہ کوکے شاہ کے متعلق میری تحقیقات مکمل ہو چکی ہوتی۔ اور آپ کے سامنے ناقابلِ یقین باتیں آتیں۔"

عبدالکریم نے کہا۔ "یار یہ عجیب بات ہے۔ اس موضوع پر تم سے باتیں کرنے سے قبل میں اسے اگر اچھا آدمی نہیں تو کم از کم بے وقوف ضرور سمجھتا تھا۔ یہ بات میرے دماغ میں کبھی آئی ہی نہیں تھی کہ وہ بدمعاش بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اب میں اس کا تصور کرتا ہوں تو مجھے وہ انتہائی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ ارے یار، یہ بات میری سمجھ میں اب آئی ہے

جب تمہارے والد نے چراغ بی بی سے شادی کی تھی۔ تو میں اس بات پر خوش تھا کہ اسے ایک اچھا گھر مل گیا ہے۔ لیکن امینہ کہا کرتی تھی کہ یوسف صاحب پر ظلم ہوا ہے وہ ان کی سوتیلی ماں بننے کے قابل نہ تھی، لیکن بھئی میں تو آپ سے اپنی بیٹی کی شادی کی باتیں کر رہا تھا۔ ہم کوکے شاہ بدمعاش کا قصہ کسی اور وقت نہیں چھیڑ سکتے تھے؟"

یوسف نے جواب دیا۔ "چچا جی، اس بات پر میں بھی خوش نہیں ہوں، لیکن بُرے لوگوں پر اچھے وقتوں میں بھی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمیں سانپ سے کسی وقت بھی بے خبر نہیں رہنا چاہیئے۔"

"بیٹا میں تو اب یہ سوچ رہا ہوں۔ کہ علی اکبر بہت چھوٹا ہے۔ اس لئے مجھے جگہ جگہ پاؤں پھیلانے کی بجائے اپنی بیشتر جائیداد لاہور اور لائل پور میں سمیٹ لینی چاہیئے۔"

یوسف نے کہا۔ "چچا جی، مجھے یقین ہے کہ ان مسائل پر منظور احمد آپ کو بہترین مشورہ دے سکے گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو میں امینہ کے کان میں یہ کہہ جاؤں۔ کہ تمہارے متعلق ایک اہم فیصلہ ہو چکا ہے۔"

یوسف نے کمرے سے باہر نکل کر سیدھا امینہ اور منظور احمد کی طرف جانے کی بجائے ان کی طرف اتر کر گلاب کے دو خوبصورت پھول توڑے اور واپس آ گیا۔ امینہ نے مسکراتے ہوئے اپنے بھائی سے کہا۔ "علی اکبر بھاگ کر جاؤ اور مالی سے کہو کہ وہ بھائی جان کو گلاب کے بہترین پھولوں کا گلدستہ بنا دے۔"

"بھئی اس وقت مجھے صرف دو پھولوں کی ضرورت تھی۔ یہ لو اور ان کے ساتھ میری طرف سے مبارک باد قبول کرو۔ منظور بھائی، تمہیں تیاری کے لئے آج کے دن سمیت چوبیس دن ملے ہیں۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ تم سارے کام چھوڑ کر اپنے گھر پہنچ جاؤ۔ کیونکہ پچیسویں دن تم نے اپنے عزیزوں کے ساتھ یہاں حاضری دینی ہے۔ میں چند دنوں کے لئے اپنے گاؤں جاؤں گا، لیکن میری کوشش یہ ہوگی۔ کہ

میں وقت سے چند دن پہلے یہاں پہنچ جاؤں۔"

منظور محمد کہنے کی بجائے حیرت زدہ سا ہو کر یوسف کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور امینہ نے اپنی گردن جھکا رکھی تھی۔ یوسف نے کچھ سوچ کر کہا: "دیکھو بھئی اس وقت وہ ساری گفتگو دہرانے کی ضرورت نہیں جو میں ٹیاں صاحب سے کر چکا ہوں، لیکن یہاں سے رخصت ہوتے ہوئے میں امینہ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے اتنی جلدی شادی کا فیصلہ کروانے میں زیادتی تو نہیں کی؟"

امینہ نے آبدیدہ آنکھیں اوپر اٹھائیں اور کہا: "بھائی جان! جب آپ ایک بھائی کے فرائض محسوس کرتے ہیں۔ تو آپ کی بہن آپ کو بھائی کا اختیار استعمال کرنے سے کیسے روک سکتی ہے؟"

"ارے چڑیل! میں تمہیں ہنستے ہوئے دیکھنا چاہتا تھا۔"

امینہ بولی۔ "بھائی جان یہ کوئی ہنسنے والی بات تو نہیں تھی، لیکن آپ کو مجھ سے خفا نہیں ہونا چاہیئے۔ کبھی کبھی بہنوں کی آنکھوں میں آپ جیسے بھائیوں کے سامنے اظہارِ تشکر کے لیے بھی آنسو آجاتے ہیں۔"

یوسف کے گاؤں میں

چوتھے روز کار ریلوے لائن کے کراسنگ پر پہنچی جہاں سے ایک کچا راستہ یوسف کے گاؤں کی طرف جاتا تھا۔ وہاں شیشم کے درختوں کے نیچے سردار بیلا سنگھ اور چند اور آدمی کھڑے تھے۔ بھلو بھاگتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے یوسف اور عبدالعزیز کو جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا۔ "جی، آگے راستہ گھر تک ٹھیک ہے۔ کل صبح سے ہمارے گاؤں کے آدمی اس کام پر لگ گئے تھے۔ سردار بیلا سنگھ کو جب یہ خبر ملی کہ آپ اور انسپکٹر صاحب تشریف لا رہے ہیں، تو وہ بھی اپنے آدمی لے کر پہنچ گئے تھے۔"

بیلا سنگھ آگے بڑھا تو یوسف جو کار چلا رہا تھا اور عبدالعزیز جو اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، نیچے اتر گئے۔ بیلا سنگھ نے دونوں کے ساتھ گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور یوسف سے پوچھا: "بھتیجے یہ بتاؤ کہ تمہارے مہمان بٹیر پسند کرتے ہیں نا؟"

"سردار جی! بٹیر کون پسند نہیں کرتا۔"

"بھئی میں یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ بٹیر اس سال بہت آئے ہیں۔ میرے پاس کافی ذخیرہ جمع ہو گیا ہے۔ جب میں نے یہ سنا کہ یوسف آ رہا ہے، تو میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ آئندہ ہمارا شکار کسی اور کے لئے نہیں ہو گا۔ آپ کے مہمان جتنے دن یہاں ٹھہریں گے انہیں دونوں وقت بٹیر ملا کریں گے۔ اب تم جاؤ۔ گاؤں میں تمہارا انتظار ہو رہا ہو گا۔"

جب کار چلنے لگی تو اس نے کہا۔ "دیکھو یوسف! اجیت کہتی تھی کہ میرا بھائی اگر موٹر پر آ رہا ہے۔ تو اسے ہمارے گھر کے سامنے سے گذرنا چاہیئے۔ میں نے راستہ بنوا دیا ہے۔"

اگر تم وہاں ایک منٹ کے لئے رُک گئے۔ تو وہ اور اس کی ماں انسپکٹر صاحب کی بیگم صاحبہ کو سلام کر لیں گی۔ بات تو یہ کچھ نہیں۔ وہ تمہارے گھر بھی جا سکتی ہیں، لیکن اجیت اس بات پر فخر کیا کرے گی۔ کہ میرا شیر بھائی اس کار کو جس میں اتنے بڑے لوگ سوار تھے۔ سیدھا ہمارے گھر کے دروازے پر لے آیا تھا۔"

یوسف نے کچھ پریشانی ظاہر کی تو پچھلی سیٹ سے بلقیس بولی: "بھائی، ہم تمہاری بیٹی کو ضرور دیکھیں گے، چلو یوسف۔"

یوسف نے کار سٹارٹ کر دی۔ تھوڑی دور جا کر بلقیس نے کہا: "بیٹا، مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ یہ نام میں نے پہلے بھی سنا ہے — ہاں شاید وہ صفیہ اور بچیوں سے ملی تھی۔ تمہیں کسی نے بتایا؟"

"ہاں، چچی جان، یہ شاید ان دنوں کی بات ہے۔ جب وہ دھرم سالہ جا رہی تھیں۔ اور یہ لڑکی اپنے گاؤں کی چند عورتوں کے ساتھ راستے کے اسٹیشن سے ان کے ساتھ سوار ہوئی تھی۔"

بلقیس نے کہا: "بیٹا یوسف، تمہارے چچا شاید اس بات پر میرا مذاق اڑائیں۔ لیکن میں وہ پردیسی درخت ضرور دیکھوں گی۔"

"چچی جان، اگر آپ نے پہلے کہا ہوتا۔ تو میں نے خط لکھ کر اس طرف کا راستہ ٹھیک کر دیا ہوتا۔ اور ہم پردیسی درختوں میں سے ہوتے ہوئے گاؤں پہنچتے۔ اب کسی دن بہت سویرے میں گھوڑوں کا انتظام کروں گا۔ آپ کی سیر بھی ہو جائے گی۔ صبح صبح آپ جنگلی مور بھی دیکھیں گی۔ اور پردیسی درختوں کو بھی جی بھر کر دیکھ سکیں گی۔"

کار بیلا سنگھ کی حویلی کے پھاٹک کے سامنے رُکی۔ اندر سے کتوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اجیت اور اس کی ماں باہر نکلیں۔ اور آن کی آن میں گاؤں کی کئی عورتیں اور بچے وہاں جمع ہو گئے۔

یوسف نے کار سے اترتے ہوئے کہا: "چاچی آپ ٹھیک ہیں؟ اجیت بہن تم بھی ٹھیک ہو ناں؟"

اجیت نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا: "ویر جی، جب میں نے یہ سنا تھا۔ کہ چاچی جی مر گئی ہیں، تو میں باپو کی بہت منت کیا کرتی تھی۔ کہ مجھے لاہور لے چلو۔ تو وہ کہتے تھے۔ بچی تم وہاں جا کر کیا کرو گی؟ ویر جی اگر بھگوان ایک کے بدلے دوسرے کی جان لے سکتا تو میں رو رو کر منتیں کرتی۔ کہ مجھے لے لو۔ اور میری چاچی کو چھوڑ دو۔ آپ آئے بھی تو اس بہن کو دلاسا نہ دے سکے۔ جسے مرنے والی بیٹی کہہ کر پکارا کرتی تھیں۔"

یوسف نے کہا: "اجیت، خدا کو یہی منظور تھا۔ تم حوصلہ سے کام لو۔"

"ویر جی، ایک منٹ ٹھہریں میں ابھی آتی ہوں۔ ماں! ان کو جانے نہ دینا۔ ورنہ جو بات آپ خود بھول گئی ہیں۔ اس کے لئے مجھے گالیاں سننا پڑیں گی۔"

یوسف نے پریشان ہو کر پوچھا: "چاچی جی، کیا بات ہے؟"

"بیٹا بات یہ ہے، کہ اجیت کے پتا انسپکٹر صاحب کو بہت یاد کرتے تھے۔ جب انہوں نے یہ سنا کہ تم انسپکٹر صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے ساتھ آ رہے ہو۔ تو بہت خوش ہوئے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ انسپکٹر صاحب کی بیگم کو ہمارے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جانا چاہیے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ یہاں رُک گئی ہیں — لیجئے اجیت آ گئی ہے۔ اگر بیگم صاحبہ ہمارا چھوٹا سا تحفہ قبول کر لیں تو ہمیں بڑی خوشی ہو گی۔"

اجیت نے آگے بڑھ کر ایک چھوٹی سی گٹھڑی بلقیس کو پیش کر دی۔ بلقیس نے عبدالعزیز اور یوسف کی طرف دیکھا تو یوسف بولا: "چچی جان یہ آپ کو لینی پڑے گی۔"

بلقیس نے گٹھڑی پکڑ کر ایک طرف رکھ دی۔ اور پھر دونوں ہاتھ بڑھا کر اجیت کے سر پر رکھ دیئے۔ "بیٹی، تم بہت اچھی بچی ہو۔ خدا تمہاری قسمت بھی اچھی کرے۔"

یوسف نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا: "چاچی جی، اگر میں جلد واپس نہ چلا گیا

تو چاچی سے ملنے ضرور آؤں گا۔"

تھوڑی دُور جا کر بلقیس نے گٹھڑی کھول کر دیکھی تو اس میں سُرخ رنگ کے کپڑے کی دو پھلکاریاں تھیں۔ جن پر مختلف رنگوں کے ریشمی دھاگوں سے خوب صورت ڈیزائن اور بیل بوٹے بنائے گئے تھے۔ اس نے کہا: "یوسف اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ دو ہیں۔ تو ان میں سے ایک واپس کر دیتی۔ ان دونوں چادروں پر کئی کئی مہینے کام کیا گیا ہے۔ اور یہ کام اتنا نفیس ہے کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ دیہات میں ایسی چیزیں بن سکتی ہیں۔"

"چچی جان یہ کام ہمارے علاقے میں بہت ہوتا ہے۔ امی مرحومہ کی کاڑھی ہوئی چادریں بہت پسند کی جاتی تھیں۔ شاید ہمارے گھر میں کسی صندوق سے کوئی نکل آئے۔"

بلقیس نے کہا: "اپنی ماں کی ہر نشانی تمہیں سنبھال کر رکھنی چاہیئے۔ میں اب یہ سوچ رہی ہوں کہ میں اس لڑکی کو کیا دوں۔"

"چچی جان وہ لڑکی آپ سے کچھ بھی نہیں لے گی۔"

"بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمہیں میری سفارش کرنی پڑے گی۔"

"چچی جان! اگر آپ ضروری سمجھتی ہیں۔ تو اس کے لئے ہم کل شہر سے گرم کپڑے کا جوڑا اور ایک گرم چادر منگوا لیں گے اور جب اس کی شادی ہوگی تو بھی اسے آپ کی طرف سے کوئی تحفہ بھیج دیا جائے گا۔"

چند منٹ بعد وہ گھر میں کھانا کھا رہے تھے۔ عبدالرحیم، عبدالعزیز اور بلقیس کے آنے پر بہت خوش تھے۔ کھانے میں ایک بڑی ڈش بھنے ہوئے بٹیروں سے بھری ہوئی تھی۔ عبدالرحیم کہہ رہا تھا "یہ بٹیرے اس آدمی کا تحفہ ہیں جو دل سے آپ کی عزت کرتا ہے۔ اس نے آپ کی آمد کا سنتے ہی یہ کہا تھا۔ کہ جب تک انسپکٹر صاحب آپ کے مہمان ہیں انہیں دونوں وقت کے کھانوں پر بٹیر ملا کریں گے۔ وہ کہتا تھا کہ اس

سال جتنا بٹیر آیا ہے، پہلے کبھی نہیں آیا۔"

عبدالعزیز نے کہا: "میاں جی! وہ ریلوے لائن کے پار ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اور جب ہم اس کے گاؤں سے گزر رہے تھے۔ تو اس کی بیٹی نے بلقیس کو ایک ایسا خوب صورت تحفہ دیا تھا کہ یہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گئی تھیں۔ یہ ریشم کے رنگا رنگ دھاگوں سے کاڑھی ہوئی چادریں ہیں جنہیں ہم پھلکاری کہتے ہیں۔"

یوسف دن بھر گاؤں کے لوگوں سے ملاقاتوں میں مصروف رہا۔ اور گاؤں کی عورتوں نے بلقیس کو گھیرے میں لئے رکھا۔ کسی نے یہ کہہ دیا تھا کہ بلقیس کو ذرا دور سے دیکھا جائے تو وہ قدسیہ معلوم ہوتی ہے اور سادہ دل عورتوں کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ بلقیس انہیں قریب سے بھی قدسیہ نظر آنے لگی۔ میاں عبدالرحیم، عبدالعزیز کو مہمان خانے میں لے گئے اور مغرب کی طرف وہ جگہ دکھائی جہاں نیا مکان تعمیر ہو رہا تھا۔ انہوں نے کہا: "عبدالعزیز صاحب میں آپ کو یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ ہمارا نیا مہمان خانہ ہوگا۔ پہلے مہمان خانے میں فی الحال ایک کمرہ اور تعمیر کرا دیا جائے گا۔ اور یہ میرے بیٹے اور بہو کا گھر ہوگا۔ میں نے آتے ہی یہ کام شروع کروا دیا تھا۔ اور انشاءاللہ دو ماہ تک یہ مکمل ہو جائے گا۔ مغرب کی طرف ہمارے اپنے کھیت ہیں۔ اور یوسف جب چاہے گا۔ وہ نئے مہمان خانے سمیت جتنی زمین کی ضرورت ہوگی۔ اپنے مکان میں شامل کر سکے گا۔ میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ خواہ کچھ بنے یا نہ بنے لوگ اسے ملنے ضرور آیا کریں گے۔ اس لئے میں نے یہ سوچ لیا ہے کہ اگر وہ بڑے سے بڑا مکان بھی بنوانا چاہے تو اسے دقت نہ ہو۔ مغرب کی طرف تین ایکڑ کھیت ہمارے ہیں اور اگر وہ چاہے تو وہاں باغ لگا کر ساری زمین مکان کے احاطے میں لا سکتا ہے۔ بھائی صاحب میری زندگی کی ایک خواہش ہے جو آپ پوری کر سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ میں صبح اٹھ کر جب نماز کے لئے مسجد میں جایا کروں تو وہاں

اردو فینز ڈاٹ کام

سے فارغ ہو کر اپنی بہو اور اس کے بچوں کو دیکھا کروں۔ میں نوکری سے ریٹائر ہونے کے بعد یہ محسوس کرتا ہوں کہ ملازمت کے دنوں کی طرح کسی دن زندگی کے یہ دن بھی پورے ہو جائیں گے۔ اگر میں فہمیدہ بیٹی کو نہ دیکھتا تو شاید یہ خواہش اتنی شدت سے پیدا نہ ہوتی۔ کہ اسے اس گھر کی ذمہ داریاں میری زندگی میں ہی سنبھال لینی چاہئیں۔ مسوری سے آتے ہی میں نے یہ پروگرام بنانا شروع کر دیا تھا۔ نصیر صاحب یا صفیہ بہن سے یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکتا لیکن آپ یوسف کے چچا بن چکے ہیں اور اپنی ماں کے بعد بہن بلقیس کی وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ عزت کرتا ہے۔ میں اپنا یہ مسئلہ آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس نے زندگی میں جو کچھ بننا ہے۔ یہ تو اس کی قسمت کی بات ہو گی۔ لیکن اب میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے۔ کہ میں ان پیارے پیارے بچوں کے ساتھ دل بہلایا کروں۔ جو مجھے فہمیدہ اور یوسف نظر آیا کریں گے۔"

عبدالعزیز نے کہا۔"میاں صاحب یہ تو میری اور مجھ سے کہیں زیادہ بلقیس کی خواہش بھی ہے۔ اور ہم اس کے لئے پوری کوشش کریں گے۔ لیکن ہمارے درمیان ایک سمجھوتہ ابھی سے ہو جانا چاہیئے۔ جب ہم اداس ہو جایا کریں گے۔ تو ہم بن بلائے آپ کے پوتے اور پوتیوں کو دیکھنے آجایا کریں گے اور ہمارے ساتھ وہ سلوک نہیں ہو گا۔ جو بن بلائے مہمانوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔"

"بھائی جان آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ کے لئے ساری عمر یہ گھر بلقیس کے بھائی کا گھر ہو گا۔ اور جب آپ نہیں آیا کریں گے تو میں یوسف کو بھیج کر آپ کو بلا لیا کروں گا۔ اور جب فہمیدہ لاہور میں ہوا کرے گی۔ تو میں وقت بے وقت بھی وہاں پہنچ جایا کروں گا۔ پھر میں ان بچوں کو چڑیا گھر کی سیر کرایا کروں گا۔"

عبدالعزیز نے کہا۔"میاں صاحب یہ سب کچھ ہو جائے گا، لیکن اگر یوسف اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے کچھ وقت مانگے تو آپ جلد بازی نہ کریں۔"

"عزیز صاحب! یوسف میرا بیٹا ہے اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ جب وہ گھر بسانے کا فیصلہ کرے گا تو یہ نہیں دیکھے گا کہ اُسے اس دنیا میں کھڑا ہونے کی جگہ ملی ہے یا نہیں۔"

"میاں صاحب، ہم سب اسی طرح کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ ابھی آپ یہ بات بلقیس سے نہ کریں۔ ورنہ اگر اس کے ذہن میں یہ بات آگئی کہ یہ کام جلد ہو جانا چاہیئے تو وہ مجھے کچھ اور سوچنے بھی نہیں دے گی۔"

"عزیز صاحب، میں اللہ کا شکر کرتا ہوں۔ کہ قدسیہ کی موت کے بعد بلقیس اور آپ کی شفقت اس کے لئے اتنا بڑا سہارا بن گئی ہے۔ جب میں فہمیدہ کے والدین اور آپ کے خاندان کے دوسرے لوگوں کے متعلق سوچتا ہوں تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قدرت نے ایک زخمی بچے کو ہاتھ سے پکڑ کر اس گھر تک پہنچا دیا تھا۔ جہاں بہت شفقت اور پیار کرنے والے لوگ موجود تھے۔"

"میاں صاحب، وہ بچہ بھی تو ایسا ہے۔ جسے دیکھ کر سب کو پیار آتا ہے۔ مجھے اس بات پر حیرت ہوا کرتی تھی۔ کہ اس کا باپ اس سے کیسے ناراض ہو گیا تھا۔"

عبدالرحیم نے جواب دیا۔"عزیز صاحب! انسان خطاؤں کا پتلا ہے۔ اگر ہر بات وقت پر سمجھ میں آجایا کرتی۔ تو زندگی بڑی آرام دہ ہوتی۔ میں کبھی کبھی یہ محسوس کرتا ہوں کہ یوسف میری الجھنوں کے متعلق جس قدر زیادہ جانتا ہے۔ اسی قدر مجھے بتانے سے گریز کرتا ہے۔"

عبدالعزیز نے کہا۔"میاں جی، ہمیں ایسی باتوں کا کھوج لگانے کی کوشش نہیں کرنا چاہیئے۔ جنہیں سمجھ لینے کے نتائج ہمارے لئے بہتر نہ ہوں اور دنیا میں ہر بات جاننا ضروری بھی نہیں ہوتا۔ اگر کوئی بات آپ کو بتانا ضروری ہوتی تو یوسف نے بتا دی ہوتی آپ کے لئے بہتر یہی ہے۔ کہ آپ ماضی کے معمے حل کرنے کی بجائے مستقبل کے سنہری خواب دیکھا کریں۔"

"عزیز صاحب! فہمیدہ کو دیکھنے سے پہلے یہ بات میرے ذہن میں کبھی نہیں آئی تھی کہ ایک باپ کے اپنے بیٹے کے متعلق سنہری خواب بھی ہو سکتے ہیں۔"

اگلے روز علی الصباح یوسف اور اس کے مہمان گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کے لئے نکلے۔ بیلا سنگھ نے عبدالعزیز کی سواری کے لئے اپنی خوب صورت گھوڑی بھیج دی تھی روانہ ہونے سے پہلے بلقیس نے کیمرہ نکال کر عبدالعزیز کو دیتے ہوئے کہا: "جناب آپ مجھ سے اچھے فوٹو گرافر ہیں۔ اور میں چاہتی ہوں۔ کہ یہاں سے پردیسی درختوں کی تصویریں ساتھ لے جاؤں۔"

عبدالعزیز نے کیمرہ پکڑتے ہوئے کہا۔ "تصویروں کے لئے سورج کی مناسب روشنی کا ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔"

بلقیس نے کہا: "جی کوئی بات نہیں۔ ہم اتنی دیر آس پاس گھوم لیں گے۔"

طلوعِ آفتاب سے کچھ دیر بعد وہ پردیسی درختوں کے گرد چکر لگانے اور تصویریں لینے کے بعد واپس آتے ہوئے عبدالکریم کے نئے گاؤں سے گزر رہے تھے۔ کہ یوسف کو دیکھ کر چند آدمی وہاں جمع ہو گئے۔ ہردیال سنگھ نے جھک کر پہلے عبدالعزیز کو سلام کیا اور دوسرے آدمی سے کہا: "یار تم جلدی سے جاؤ اور قائم دین سے کہو کہ مکان کھول دے مہمان آتے ہیں۔"

یوسف نے کہا: "بھئی ان کے پاس یہاں ٹھہرنے کا کوئی وقت نہیں۔ حویلی کے اندر قائم دین کے ساتھ اور کون رہتا ہے؟"

"جی اس کی بیوی، اس کا بیٹا اور وہ پیر جی بھی آئے ہوئے ہیں، اور ان کے ساتھ کچھ دنوں سے دو اور آدمی بھی رہتے ہیں۔ جنہیں میں نہیں جانتا۔"

یوسف نے کہا۔ "چچا جان، آپ موقع ملتے ہی ان کی تصویریں لے لیں۔ یہ بہت

ضروری ہے ـــــــ یوسف نے ہردیال سنگھ سے پوچھا: "اس کے پاس کوئی اور بھی ایسے لوگ آیا کرتے ہیں۔ جن کو تم نہیں جانتے؟"

"بہت آتے ہیں، جی!"

"بھئی ایسے لوگوں کا خیال رکھا کرو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ کوئی جرائم پیشہ واردات کر جائے۔"

"بہت اچھا جناب! ویسے اس کے پاس جو لوگ آ کر بیٹھا کرتے ہیں یا کبھی کبھی رات کو بھی رہتے ہیں۔ وہ اکثر چرس پینے والے ہوتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ کالا پیر جسے لوگ کوکے شاہ کہتے ہیں۔ خود بھی چرس پیتا ہے یا نہیں، لیکن اس کی آنکھیں بڑی خوف ناک ہیں۔"

حویلی سے تین آدمی باہر آئے یوسف نے ان کے درمیان ایک لمبے تڑنگے آدمی کو دیکھتے ہوئے کہا، "کیوں جی! پیر کوکے شاہ آپ ہیں؟"

وہ ذرا جھجک کر ایک قدم پیچھے ہٹا۔ اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولا: "جناب! مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ مجھے جانتے ہیں۔ کچھ بوڑھا ہو گیا ہوں۔ یاد نہیں کب ملاقات ہوئی تھی۔"

یوسف نے جواب دیا۔ "اصل میں ہم قائم دین کے لئے رُکے تھے۔ اور اس کا حال پوچھنا چاہتے تھے۔"

کوکے شاہ بولا: "وہ کہیں باہر گیا ہے۔"

یوسف نے مڑ کر عبدالعزیز کی طرف دیکھتے ہوئے انگریزی زبان میں کہا: "یہ آدمی ایک وسیع علاقے میں زہر کا کاروبار کرتا ہے۔"

عبدالعزیز نے کوکے شاہ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے انگریزی زبان میں کہا: "اس سے یہ بھی بعید نہیں کہ یہ انگریزی سمجھتا ہو۔ میں اس عرصہ میں ان کی تین تصویریں لے چکا ہوں۔ لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ ہوشیار ہو گئے ہیں۔"

یوسف نے کوکے شاہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "پیر جی آپ سے ایک چھوٹا سا کام تھا

جب قائم دین آ جائے گا۔ تو میں کسی کو آپ کے پاس بھیج دوں گا۔"

"جناب چھوٹا بڑا کام قائم دین کو بیچ میں لائے بغیر بھی ہو سکتا ہے، فرمائیے، میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

یوسف نے گھوڑی سے کود کر کے شاہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "پیر جی ایک خدمت تو آپ ابھی کر سکتے ہیں۔ ہمارے مہمانوں کو دیہاتی عجائبات کی تصویریں لینے کا بہت شوق ہے۔ آپ ایک قدم آگے ہو جائیں اور اپنے ساتھیوں کے بازو پکڑ کر کھڑے رہیں اور جب وہ ریڈی کہیں تو آنکھیں کھول دیں۔ جب وہ شکریہ کہیں تو آپ آنکھ جھپک سکتے ہیں۔"

کو کے شاہ نے کہا: "یہ معزز لوگ ہم غریبوں کی تصویریں لے کر کیا کریں گے۔"

"سائیں جی! تصویر امیر یا غریب نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی ایک غریب آدمی کی تصویر دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ کوئی بادشاہ ہے۔ اور آپ تو جی ہیں ہی بادشاہ لوگ۔"

عبدالعزیز نے "ریڈی" کہا، تو یوسف جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔ اور وہ آنکھیں کھول کر کیمرے کی طرف دیکھنے لگے۔ "شکریہ" عبدالعزیز نے کہا، اور پھر ذرا آگے بڑھ کر تینوں کے کلوز اَپ لے لئے۔

یوسف گھوڑے کی باگ موڑنے لگا، تو عالم بی بی کونے کے مکان سے باہر نکلی۔ وہ دُور سے پکار رہی تھی: "بھئی مہمانوں کو روکو۔ قائم دین ابھی آ جائے گا۔ میں آپ کے لئے ٹھیکیدار صاحب کا مکان کھلوا دیتی ہوں۔" پھر اس نے قریب آ کر کہا۔ "ارے بیٹا یوسف! تم نے مجھے نہیں پہچانا، میں چراغ بی بی کی ماں ہوں۔"

"جی! میں نے آپ کو پہچان لیا تھا۔ لیکن میں جلدی میں ہوں۔ وقت ملے گا۔ تو پھر آ جاؤں گا۔"

بلقیس نے پوچھا۔ "بیٹا یوسف، وہ چڑیل کون تھی؟"

"چچی جان، اس چڑیل کا نام عالم بی بی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ آپ نے اسے ایک بار پہلے بھی دیکھا ہو گا۔"

"بیٹا یہ ان چڑیلوں میں سے ایک ہے۔ جو ہر منٹ کے بعد اپنی شکلیں بدلتی ہیں۔ میں اَب امینہ کی اس بات کا مطلب سمجھی ہوں۔ کہ چراغ بی بی کو یوسف صاحب کی سوتیلی ماں بنانے والوں نے اس پر کتنا ظلم کیا ہے۔"

عبدالعزیز نے یوسف کی طرف رخ کیا: "کیا تم نے اس پیر کو پہلی مرتبہ دیکھتے ہی پہچان لیا تھا؟"

"جی ہاں! اُس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اس کے متعلق کئی لوگوں سے پوچھنے کے بعد میرے ذہن میں اس کی تصویر پہلے سے موجود تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ دو اجنبی آدمیوں کے درمیان وہ جس لیڈرانہ شان سے آ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ یہ پیر کو کے شاہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا، مجھے اس سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی۔"

عبدالعزیز نے کہا: "میں ان دو لمبے تڑنگے آدمیوں کی طرف دیکھ رہا تھا جو اُس کے ساتھ آ رہے تھے۔ اور پولیس میں میرا تجربہ مجھے یہ بتا رہا تھا کہ وہ چور، ڈاکو اور قاتل بھی ہو سکتے ہیں۔ تمہیں گاؤں کے ذمہ دار لوگوں کو ایسے لوگوں پر نظر رکھنے کے لئے کہہ دینا چاہیئے۔ مجھے ان دو آدمیوں کے متعلق شبہ ہوا تھا۔ کہ وہ چرس وغیرہ کا نشہ بھی کرتے ہیں۔ میں نے اچانک اِس گاؤں کے آس پاس کسی واردات کا خدشہ محسوس کیا تھا۔ اس جرائم پیشہ فقیر پر کڑی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔"

وہ کماد کے کھیتوں میں سے گزرنے والی پگڈنڈی پر جا رہے تھے۔ کہ اچانک ایک طرف سے سرپٹ گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور جگجیت سنگھ نے جو ٹٹو کی ننگی پیٹھ پر سوار تھا۔ ان کا راستہ روک لیا اور یوسف سے مخاطب ہو کر کہا۔ "صاحب جی! آپ نے مجھے کوئی حکم نہیں دیا؟"

یوسف نے عبدالعزیز سے کہا: "چچا جی یہ وہی لڑکا ہے۔ جس نے جامن کے درخت کے اوپر چھپ کر ارجن سنگھ ڈاکو اور اس کے ساتھیوں کی باتیں سنی تھیں۔"

عبدالعزیز نے پوچھا "کیوں بھئی، پڑھنا شروع کیا ہے تم نے یا نہیں؟"

"جی میں باقاعدہ سکول جاتا ہوں۔"

یوسف نے پوچھا "جگجیت، تم اس پیر کو جانتے ہو۔ جو قائم دین کے پاس رہتا ہے؟"

"جی ہاں، اسے میں اچھی طرح جانتا ہوں اور میں ان دو آدمیوں کو بھی جانتا ہوں۔ جن سے شراب کی بو آتی ہے۔ پیر جی کو میں نے ایک دن پنڈت دینا ناتھ کی بیٹھک سے نکلتے دیکھا تھا اور تین آدمی اس کے ساتھ تھے دو تو یہ تھے جو آج آپ نے دیکھے ہیں۔ تیسرا سکھ تھا جس نے منہ پر ڈھاٹا باندھ رکھا تھا۔ ایک دن میں نے سردار بیلا سنگھ کے گاؤں کے آدمی بھگوان سنگھ اور اس کے بھائی شمن سنگھ کو پیر کے ایک ساتھی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا تھا جس کی ایک آنکھ ذرا بھینگی ہے۔"

یوسف نے کہا "میں بھی حیران تھا کہ تم اچانک کہاں غائب ہو گئے تھے۔ بہت اچھا ہوا کہ تم ملاقات کے لئے یہاں پہنچ گئے۔ اب تم واپس جاؤ۔ اور اس پیر کے ساتھیوں کے متعلق جو کچھ سنو اور جو کچھ دیکھو مجھے بتاتے رہو۔ کوئی خاص بات ہو۔ تو خود میرے پاس آنے کی بجائے اپنے باپ کو بھیج دیا کرنا۔"

وہ اپنے گاؤں کے قریب امرود کے باغ میں پہنچے تو انہیں قائم دین آتا ہوا دکھائی دیا۔ یوسف نے اسے دیکھتے ہی عبدالعزیز کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "چچا جان، جب میں اس سے بات کروں تو آپ بے پرواہی سے آگے نکل جائیے گا۔ وہ عام لباس میں آپ کو پہچان نہیں سکے گا اور چچی جان کے ساتھ ہوتے ہوئے تو اس کا دماغ اس طرف جا ہی نہیں سکتا۔ میرا خیال ہے کہ ہمارے گاؤں میں وہ میری آمد کی اطلاع ملنے کی وجہ سے ہی گیا ہو گا۔"

عبدالعزیز نے کہا: "دیکھو بیٹا، تم جس آدمی کے کسی بڑے جرم کے گواہ ہو۔ اس کے متعلق تمہیں بہت محتاط رہنا چاہیئے۔"

"چچا جان، آپ میری فکر نہ کریں۔"

جب وہ قائم دین کے قریب پہنچے تو اس نے اپنا گھوڑا روک لیا اور عبدالعزیز اور بلقیس نے اپنے گھوڑے ذرا تیز کر دیئے۔ قائم دین پریشانی کے عالم میں کبھی سامنے اور کبھی پیچھے دیکھ رہا تھا۔ یوسف نے "السلام علیکم" کہہ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور بولا: "میں آپ کا حال پوچھنے گیا تھا۔"

قائم دین بولا "جی میں آپ کا پتہ کرنے گیا تھا۔ مجھے کل شام کو کسی نے بتایا تھا کہ آپ آئے ہوئے ہیں —— آپ ہمارے گھر گئے تھے؟"

"جی ہاں، ہم نے آپ کے مشہور پیر کو کے شاہ اور اس کے ساتھ دو خوفناک آدمیوں کو بھی دیکھا تھا —— کہاں سے آئے ہیں وہ لوگ؟"

"جی، پیر جی کے پاس حاجت مند لوگ بڑی دور دور سے آتے ہیں۔"

"بھئی میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تم اپنے پیر جی سے لوگوں کی حاجت پوری کرواتے کرواتے کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔ آج کل زمانہ بہت خطرناک ہے۔"

"آپ عالم بی بی سے نہیں ملے؟"

"وہ بھی باہر نکلی تھیں اور ہمیں روکنے کی کوشش کی تھی، لیکن مہمانوں کو جلدی تھی اس لئے ہم رُک نہ سکے۔"

قائم دین نے کہا "اگر آپ اس سے پوچھ لیتے تو وہ آپ کی تسلی کر دیتی کہ حویلی میں صرف ایسے آدمی کو ٹھہرنے کی اجازت ملتی ہے۔ جن کے متعلق عالم بی بی کو یہ اطمینان ہوتا ہے کہ وہ اچھے لوگ ہیں —— آپ کے مہمان کون ہیں؟"

"یہ لاہور کے رہنے والے ہیں۔ اور ایک بہت بااثر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔"

میں گھر آ رہا تھا۔ تو سیر کے بہانے یہ بھی میرے ساتھ تیار ہو گئے۔ بیگم صاحبہ کو پردیسی درخت دیکھنے کا شوق تھا۔"

قائم دین نے کہا۔ "جی! دولت مندوں کے شوق بھی نرالے ہوتے ہیں۔ ہم پردیسی درختوں سے اتنا قریب رہتے ہیں، لیکن عالم بی بی نے کبھی مجھے نہیں کہا کہ میں پردیسی درختوں کو قریب جا کر دیکھنا چاہتی ہوں۔ اگر وہ چاہے تو صبح شام وہاں جا سکتی ہے۔ چراغ بی بی ایک مرتبہ میرے ساتھ وہاں سے گزری تھی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اُس نے بھی ان درختوں کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا ہو گا۔"

یوسف نے کہا "بات یہ ہے کہ جو چیز گھر میں ہوتی ہے۔ اس کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ جس قسم کے آدمی آج ہم نے دیکھے ہیں۔ ویسے اور کتنے تمہارے پیر کے پاس آیا کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اگر کوئی چوری، ڈاکے یا قتل کی واردات میں پھنس گیا۔ تو تم اسے کیسے چھڑاؤ گے؟ اور تمہارے پیر صاحب کا کیا حال ہو گا؟"

"دیکھو یوسف! درویش لوگوں کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں۔ لیکن آج سے میں اس بات کا خیال ضرور رکھوں گا۔ کہ ہماری حویلی کے اندر پیر صاحب کے جو مرید ٹھہریں ان کے متعلق ہمیں پورا یقین ہو کہ وہ خطرناک نہیں ہیں۔"

"اچھا اب میں جاتا ہوں۔ میرے ساتھی گاؤں پہنچ کر پریشان ہوں گے۔"

یوسف گھوڑا بھگاتا ہوا گاؤں پہنچا تو عبدالعزیز اور بلقیس گھوڑوں سے اتر کر اس کا انتظار کر رہے تھے۔

پیراں دتہ چوکیدار نے یوسف کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "صاحب جی! سردار بیلا سنگھ آپ کے گھر سے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد بٹیروں کا ایک ٹوکرا پہنچا گیا تھا اور یہ کہہ گیا تھا کہ جب انسپکٹر صاحب کی واپسی ہو تو وہ صرف دو دن پہلے مجھے بتا دیں، تاکہ میں ایک بڑا ٹوکرا ان کی کار پر لدوانے کا انتظام کر چھوڑوں۔ بہادر سنگھ بھی

آیا تھا۔ اور وہ یہ کہہ کر واپس چلا گیا تھا۔ کہ میں دو بجے کے بعد پھر آؤں گا۔ وہ اس بات پر بہت خوش تھا کہ انسپکٹر صاحب بھی آپ کے ساتھ آئے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتا تھا۔ کہ پرسوں آپ کو اور آپ کے مہمانوں کو میرے گھر جانا پڑے گا۔ چونکہ اس کی بہن کی شادی ہے۔"

"اچھا، اس کے آتے ہی مجھے اطلاع دینا۔"

دوپہر کے کھانے پر بٹیروں کا سالن تھا اور پلاؤ میں بھی بٹیر تھے۔ عبدالعزیز نے کہا "کیوں یوسف! اب سردار بیلا سنگھ سے معذرت نہ کر لی جائے۔ مجھے یہ کچھ زیادتی سی محسوس ہوتی ہے۔"

"چچا جان! معذرت تو میں کروں گا۔ لیکن ایک زیادتی آپ کو برداشت کرنی پڑے گی اس نے بٹیروں کا ایک ٹوکرا آپ کی موٹر پر لدوا کر لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس معاملے میں میں ان کی دل شکنی نہیں کر سکوں گا۔ ایک اور بات جو مجھے یہاں پہنچنے پر معلوم ہوئی ہے کہ، بہادر سنگھ یہاں سے ہو کر گیا ہے۔ وہ دوبارہ آئے گا۔ اور آپ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کرے گا، کہ پرسوں اس کی بہن کی شادی ہے۔ جس پر آپ کو اس کے گھر جانا پڑے گا خواہ آپ ایک گھنٹہ کے لئے ہی جائیں۔ وہ اور اس کے رشتہ دار بہت ضد کریں گے اور مجھے یقین ہے کہ بہادر سنگھ کو دیکھ کر آپ اس کی دل شکنی نہیں کر سکیں گے۔ ان کے گاؤں کا راستہ بہت اچھا ہے۔ آپ یہاں سے نہر تک پہنچیں گے اور نہر کی پٹڑی پر چار، پانچ میل کا سفر طے کرنے کے بعد ان کے گاؤں پہنچ جائیں گے۔ اگر آپا جی بھی آپ کا ساتھ دے سکیں، تو ان کو بڑی خوشی ہو گی۔"

غلام نبی کی بیوی نے کہا۔ "یوسف، تمہارے چچا سے تو وہ بیس دن پہلے ہی وعدہ لے گیا تھا۔ کہ ہم دونوں وہاں آئیں گے۔"

عبدالرحیم نے کہا۔ "بھئی تمہیں ضرور جانا چاہیئے۔ عبدالعزیز صاحب کی بیگم صاحبہ

کے ساتھ ہمارے گھر سے کسی عورت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر یوسف کی دادی سفر کے قابل ہوتیں تو میں ان سے بھی کہتا۔"

چراغ بی بی کا خیال تھا کہ اس معاملے میں اسے بھی کوئی اہمیت دی جائے گی۔ لیکن جب عبدالرحیم نے بھی اس کے متعلق کچھ نہ کہا تو اسے بڑی شدت سے محسوس ہوا۔ کہ وہ ابھی تک اس خاندان میں ایک اجنبی ہے۔ اور اسے عالم بی بی کی نصیحتیں یاد آنے لگیں۔ عبدالرحیم اور عبدالعزیز کھانا کھانے کے بعد نماز کے لئے مسجد میں چلے گئے۔ عبدالرحیم نماز پڑھنے کے بعد گھر چلا گیا۔ یوسف، اور عبدالعزیز مہمان خانے میں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر بعد بہادر سنگھ اپنی سائیکل پکڑے اندر داخل ہوا اور اسے ایک درخت کے ساتھ کھڑا کر کے برآمدے کی طرف بڑھا۔ یوسف کمرے سے باہر نکلا اور بہادر سنگھ اس کے ساتھ بغلگیر ہو گیا۔ پھر اس نے عبدالعزیز کو سیلوٹ کرنے کے بعد کہا: "چاچا جی! آپ کے آنے کی بہت خوشی ہوئی۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ آپ یوسف کے ساتھ آتے ہیں۔ تو میری حالت یہ تھی کہ اگر پوری تنخواہ میری جیب میں ہوتی تو میں خبر دینے والے کو انعام دیتا لیکن اس وقت میری جیب میں صرف ایک روپیہ تھا۔"

یوسف نے کہا: "اور وہ تم نے پیراں دتہ کو دے دیا ہوگا۔"

"جی، پیراندتہ نے آپ کو بتا دیا ہوگا کہ میری خوشی کی خاص وجہ کیا تھی۔"

عبدالعزیز نے کہا: "بھئی ہمیں تمہاری بہن کی شادی کی اطلاع مل گئی ہے اور پرسوں ہم ضرور آئیں گے۔ لیکن زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکیں گے۔"

"چاچا جی، مجھے معلوم ہے کہ آپ کا وقت کتنا قیمتی ہے۔ ہماری کوشش یہ ہوگی کہ آپ کا وقت بچانے کے لئے بارات کو ذرا جلد رخصت کر دیا جائے۔"

"نہیں بھئی، اتنی جلدی بھی نہیں ہوگی نہیں۔ ہم یوسف کے دوست کی خوشی میں پورا

حصہ لینے کی کوشش کریں گے۔ بہرحال ہمیں شام سے پہلے پہلے واپس آجانا چاہیئے۔"

"جناب، یہ تو آپ کی بہت زیادہ عنایت ہوگی۔ ہمیں اطمینان سے باتیں کرنے کا وقت بھی مل جائے گا۔ کیونکہ بارات تین بجے تک واپس جا چکی ہوگی۔ ہم یہ سمجھیں گے کہ میری بہن بہت خوش قسمت ہے۔ جس کی شادی پر ایسے دیوتا لوگ آئے۔"

یوسف نے کہا۔ "اچھا بہادر سنگھ یہ بتاؤ۔ کہ ہم وہاں پہنچ کر تمہارے متعلق بھی کوئی خوشی کی خبر سنیں گے یا نہیں؟"

"یار، بھگوان کے لئے چاچا جی کے سامنے تو ایسی باتیں نہ کرو۔"

"تو اس کا مطلب ہے۔ کہ وہ خبر صحیح ہے۔"

"یار مجھے کچھ معلوم نہیں۔" بہادر سنگھ یہ کہہ کر چل پڑا۔

یوسف نے دروازے تک اس کا پیچھا کرتے ہوئے کہا۔ "بہادر سنگھ، میری طرف منہ کرو۔"

بہادر سنگھ نے مڑ کر یوسف کی طرف دیکھا۔ اور اپنا اوپر کا ہونٹ ہاتھ سے دبا کر دانتوں سے نیچے کر لیا۔

"یار، تمہیں واقعی کچھ معلوم نہیں؟"

بہادر سنگھ کی کوشش کے باوجود اس کے بالائی دانت باہر نکل آئے۔ یوسف نے کہا: "یار تم مجھے مسکراتے ہوئے بڑے اچھے لگتے ہو۔ مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے۔ کہ جب راستے میں سردار بلاسنگھ ملے تھے۔ تو میں نے ان سے پوچھ نہ لیا۔ ورنہ میں تمہارے قہقہے سنتا۔"

"بھائی صاحب، اگر یہ بات ہے تو آپ کو کچھ نہ کچھ معلوم ہوگا اور اگر آپ نہیں پوچھیں گے تو اور کون پوچھے گا۔"

اردو فنز ڈاٹ کام

یوسف نے کہا: "بہادر سنگھ! میں صر[illegible] لئے نہیں پوچھوں گا کہ تم میرے دوست ہو۔ بلکہ اس لئے بھی پوچھوں گا۔ کہ اجیت کو میں اپنی بہن سمجھتا ہوں۔"

"یار اس کا مطلب ہے کہ میری طرح وہ بھی بہت خوش قسمت ہے۔"

"اچھا ہم پرسوں گیارہ بجے کے بعد کسی وقت پہنچ جائیں گے اور ہمارے لئے وہاں کسی تردد کی ضرورت نہیں۔"

آم کے باغ میں بارات کھاٹوں اور دریوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک طرف کوئی بیس کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ جن پر دولہا اور اس کے خاندان کے چند معززین بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ پولیس کے چند افسر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ نہر کی پٹڑی سے ایک کار نمودار ہوئی اور تین چار کھیت جن میں راستہ بنا دیا گیا تھا۔ عبور کرنے کے بعد پہلے بہادر سنگھ کی حویلی کے سامنے رُکی۔ وہاں گاؤں کی عورتیں کھڑی تھیں اور انہوں نے نفیس اور یوسف کی چچی کو کار سے اترتے ہی اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ یوسف کی چچی نے کہا: "بھئی ایک چیز موٹر میں رہ گئی ہے۔ وہ مجھے نکال لینے دو۔"

یوسف نے ڈگی کھولی اور ایک گٹھڑی نکال کر چچی کو تھماتے ہوئے کہا: "چچی جان، انہیں یہ کہہ دیں۔ کہ ایک جوڑا ہماری طرف سے ہے۔ اور دوسرا جوڑا جو زیادہ قیمتی ہے۔ وہ انسپکٹر صاحب کی بیگم صاحبہ لائی ہیں۔"

یوسف، عبدالعزیز اور اس کا چچا غلام نبی باغ میں پہنچے تو حاضرین نے اٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔ بہادر سنگھ نے دولہا کے ساتھ بیٹھتے ہوئے سفید ریش سکھ سے عبدالعزیز کا تعارف کرواتے ہوئے کہا: "جناب یہ ہمارے انسپکٹر عبدالعزیز صاحب ہیں ــــ اور انسپکٹر صاحب! یہ سردار جگت سنگھ جی ہیں ــــ دولہا کے والد۔"

عبدالعزیز نے جگت سنگھ سے مصافحہ کیا۔ اور اس کے بعد باری باری چند

اور لوگوں سے مصافحہ کرنے کے بعد دوسری صف میں کچھ دیر سردار بیلا سنگھ سے باتیں کرتے رہے، بہادر سنگھ نے آگے بڑھ کر کہا، "چاچا جی! وہ آپ تینوں کو آگے بلا رہے ہیں۔ آپ دولہا کے بائیں ہاتھ خالی کرسیوں پر آجائیں۔"

سردار جگت سنگھ چند ثانیے غور سے یوسف کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے اٹھ کر یوسف کے دونوں بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "کاکا جی! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟"

یوسف نے اس سے بغلگیر ہو کر کہا: "سردار جی! میں نے آپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا تھا۔"

بہادر سنگھ نے پوچھا: "سردار جی! آپ یوسف صاحب کو جانتے ہیں؟"

"بیٹا! میں انہیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کی وجہ سے میں مرتے مرتے بچا تھا ہم ایک لمبے سفر میں اکٹھے تھے۔ اور میرا تجربہ یہ ہے۔ کہ ہم سفر کی سینکڑوں باتیں بھول سکتے ہیں۔ لیکن ایک بہادر ساتھی کو کبھی نہیں بھول سکتے ــــ بیٹا! سناؤ، اُس ننھی شہزادی اور اس کی نانی جی کا کیا حال ہے؟"

"سردار جی! وہ بہت خوش ہیں اور آپ کو نہیں بھولیں۔"

جگت سنگھ، عبدالعزیز سے مخاطب ہوا "انسپکٹر صاحب! یہ وہ شیر ہے۔ جس کے ساتھ ہم نے ایک خوفناک طوفان میں دریائے سندھ عبور کیا تھا۔ جب بھی میں بیس میل چوڑے علاقے میں کشتی پر سفر کے لئے سوچتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گرمی سے ہمارا دم گھٹا جا رہا تھا۔ اور بدتمیز ملاح سواریوں کو چھپر کے اندر گھس کر بیٹھنے پر مجبور کر رہے تھے۔ پھر ایک ملاح سے کوئی گستاخی ہو گئی اور اس شیر نے اس کو ایک تھپڑ مار کے کشتی سے نیچے پھینک دیا۔"

عبدالعزیز مسکرایا۔ "سردار جی! جس شہزادی کے متعلق آپ پوچھ رہے تھے۔ وہ میری بھتیجی ہے اور جس کے ساتھ ملاح گستاخی سے پیش آیا تھا وہ اس کی نانی تھی، لیکن جب آپ بہادر سنگھ

سے یہ سنیں گے کہ اس شیر نے یہاں پہنچ کر کیا کیا تھا، تو آپ بہت خوش ہوں گے۔"

"جی میں بہت کچھ سُن چکا ہوں اور آپ حیران ہوں گے کہ جب یوسف نے یہ کہا تھا کہ ہمارا گاؤں فلاں ریلوے سٹیشن کے قریب ہے تو میں نے فوراً یہ کہہ دیا تھا کہ تم عبدالرحیم کے بیٹے ہو۔"

یوسف نے کہا۔ "سردار جی! یہ دولہا بھائی وہی تو نہیں جو آپ کو کشتی پر چھوڑنے آئے تھے؟"

"نہیں بیٹا! یہ اس کا چھوٹا بھائی بچن سنگھ ہے اور میرے پاس دریا کے کنارے رہتا ہے۔ بھگت سنگھ نے بھی دو ماہ کی چھٹی لی ہے۔ اور وہ واپس جانے تک گاؤں ہی میں رہے گا۔ ہمارا گاؤں یہاں سے زیادہ دور نہیں اور تمہارے گھر میں تو ہمیشہ اچھے گھوڑے ہوتے ہیں۔ کسی دن تم سیر کے بہانے آ جانا ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔"

"سردار جی، آپ بھی آئیں ناں! کبھی ہمارے گاؤں میں۔"

"بیٹا، شاید میں بھی کسی دن آ جاؤں۔ لیکن اب ذرا بوڑھا ہوں ناں۔ اس لئے چلنے پھرنے سے گھبراتا ہوں۔ اپنے پتاجی کو میرا سلام کہنا۔ میں جب کبھی اس طرف اپنے رشتہ داروں کے پاس آتا تھا تو تمہارے دادا چودھری نور محمد کو سلام کرنے ضرور جایا کرتا تھا ــــ کیسے کیسے لوگ چلے گئے اس دنیا سے۔ یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ بہادر سنگھ اور اس کے باپ کو یہ سمجھ آگئی ہے کہ اس علاقے میں دوستی کے قابل کون ہے۔"

بہادر سنگھ بولا۔ "اس خاندان کے ساتھ سردار بیلا سنگھ کی بھی بڑی دوستی ہے۔"

"بیٹا مجھے معلوم ہے۔ تمہارے باپو سے جب بھی ملاقات ہوتی ہے۔ تو وہ سب سے زیادہ سردار بیلا سنگھ کا ذکر کیا کرتے ہیں۔ سردار بیلا سنگھ جی! اگر کسی دن شکار کے بہانے ہمارے گاؤں کی طرف آ جاؤ تو ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ بھگت سنگھ بیٹا! بہادر سنگھ تو ضرور آیا کرے گا، لیکن تمہیں اس کے دوست سے بھی یہ وعدہ لینا چاہئے۔ کہ وہ اگر ہمارے پیار کی خاطر نہیں تو اپنی بہن سے ملنے کے لئے کبھی وہاں آ جایا کرے۔"

بہادر سنگھ نے کہا، "جی جب یوسف صاحب کو یہ خط ملے گا کہ ایک بہن اس کے لئے اداس ہے۔ تو یہ ضرور آئیں گے۔"

جب بارات کھانے کے لئے اٹھنے لگی۔ تو بہادر سنگھ نے آ کر یوسف سے کہا:

"جناب آپ کے کھانے کا انتظام ایک مسلمان میراں بخش کے ہاں کروا رکھا ہے۔ اس لئے آپ یہیں تشریف رکھیں۔ ان کے گھر کے آدمی کھانا لے کر یہیں پہنچ جائیں گے۔"

یوسف نے فوراً کہا۔ "بہادر سنگھ ہم نے یہاں پہنچتے ہی تمہیں بتا دیا تھا۔ کہ ہم کھانا کھا کر گھر سے نکلے ہیں، یہ موٹی سی بات تمہارے دماغ میں کیوں نہیں آئی۔"

"بھائی صاحب! دماغ میں تو یہ بات آ گئی تھی۔ میں نے باپو کو بھی بتا دیا تھا، لیکن بات یہ ہوتی ہے کہ ہم نے مسلمان مہمانوں کے کھانے کا انتظام گاؤں کے ایک بڑے مسلمان زمیندار چودھری میراں بخش کے ہاں کروا رکھا ہے۔ اب خیال تھا کہ آپ دو لقمے کھا لیتے تو ہماری عزت رہ جاتی۔ ورنہ چائے یا دودھ کے ساتھ کچھ مٹھائی آپ کو ضرور کھانی پڑے گی۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "بھئی ہم نے چائے یا دودھ سے کب انکار کیا ہے۔ لیکن چائے کی بجائے ٹھنڈا دودھ بہتر رہے گا۔ مٹھائی کی ضرورت تو نہیں، لیکن شاید کوئی کھا لے۔"

"پھر آپ یہیں تشریف رکھیں۔ اور ٹھنڈا دودھ جی بھر کر پئیں۔ اس کے کچھ دیر بعد آپ کے لئے چائے آ جائے گی۔"

یوسف نے کہا۔ "بھئی چائے ہم گھر جا کر پئیں گے۔ تم یہاں دودھ پہنچانے کا کام کسی کے سپرد کر دو اور مہمانوں کا خیال رکھو۔"

ساڑھے تین بجے بارات رخصت ہو چکی تھی اور یوسف، اس کا چچا غلام نبی، گاؤں کے معززین کے ساتھ باغ میں بیٹھ گئے۔ یوسف بہادر کو اٹھا کر ایک طرف لے گیا۔ اور اس کے کان میں کہنے لگا۔ "بہادر سنگھ! ابھی تک تمہارے باپ اور بیلا سنگھ

کے درمیان کوئی بات ہوئی ہے کہ نہیں؟"

بہادر سنگھ نے کہا: "یار مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میری قسمت کچھ اچھی نہیں۔"

"بھئی وہ کیسے؟"

"یار وہ یہاں آئی ہوئی ہے۔"

"کون ــــ؟"

"جی وہی۔ اجیت کور۔ ہم نے ان سب کو بلایا تھا۔ سردار بیلا سنگھ اور اجیت کور صبح صبح پہنچ گئے تھے، لیکن ماں کسی وجہ سے نہیں آ سکی۔ انہوں نے بہن کے لئے تحفے بھیج دیئے تھے۔"

"بھئی میں یہ پوچھتا ہوں کہ اس میں بدقسمتی کی بات کیا ہے؟"

"بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اجیت کور کی یہاں موجودگی میں منگنی کی بات تو نہیں ہو سکتی۔"

"ارے کیوں نہیں ہو سکتی۔ اس سے بہتر موقع اور کون سا ہو سکتا ہے۔"

"یار تم کو معلوم نہیں۔ سردار بیلا سنگھ سے بات کرتے ہوئے سب ڈرتے ہیں۔"

"میرا تو خیال ہے کہ جو اس سے بات کرے گا وہ اس کا شکرگزار ہو گا۔ اب وہ خود تو یہ نہیں کہے گا۔ کہ مجھے اجیت کے لئے بہادر سنگھ پسند آ گیا ہے۔"

بہادر سنگھ نے کہا۔ "یوسف جی! آپ کی بات اور ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں، لیکن اور کوئی کہنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"دیکھو بہادر سنگھ! میں پہلے تمہارے باپ سے یہ بات کروں گا۔"

"یوسف جی، ابھی بات کر لیں۔ میں ابھی جا کر ان کے کان میں کہتا ہوں کہ آپ ان سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔"

ایک منٹ بعد بہادر سنگھ کا باپ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا یوسف کے قریب

پہنچا۔ یوسف نے اسے بات کرنے کا موقع دیئے بغیر کہا:

"سردار جی، جب کوئی کام کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ تو آپ لوگ سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ سردار بیلا سنگھ کو لڑکی کے رشتے کے متعلق کہنے کا اس سے بہتر موقع کیا تھا۔ آخر کیا وجہ تھی کہ آپ سوچ میں پڑے رہے۔"

"یار، میں اس لئے سوچ میں پڑا رہا کہ میری طرح وہ بھی تو ایک اکھڑ آدمی ہے نا۔"

یوسف بولا۔ "چاچا جی۔ وہ دل کا بڑا صاف ہے۔ آئیے، میرے ساتھ آئیے، ابھی بات ہو جاتی ہے۔" یوسف نے یہ کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا۔ سردار بیلا سنگھ کے قریب لے گیا۔ اور پھر اسے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بولا "چچا بیلا سنگھ! سردار صاحب آپ سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔"

بیلا سنگھ جلدی سے اٹھ کر ان کے قریب پہنچا اور یوسف نے ذرا ایک طرف ہٹ کر کہا۔ "سردار جی، آپ کو معلوم ہے۔ کہ بہادر سنگھ میرا دوست ہے اور اجیت کور کو میں اپنی بہنوں کی طرح سمجھتا ہوں۔ آپ کے درمیان ایک ضروری بات جو آپ کی اولاد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے نہیں ہو سکی کہ دونوں کو خوف ہے کہ اگر میں نے پہل کر دی۔ تو شاید دوسرا میرا سر پھوڑنے پر آمادہ ہو جاتے۔ میں بیچ میں آ گیا ہوں اور آپ دونوں سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ دو منٹ کے لئے اطمینان سے بات کر لیں تاکہ میں معزز مہمانوں سے یہ کہوں کہ وہ جانے سے پہلے بہادر سنگھ اور اجیت کے والدین کو ان کے نئے رشتے کی مبارک باد دیں۔ بس میرا کام اتنا تھا۔ اگر میں نے کوئی غلطی کی ہے۔ تو آپ دونوں سے معافی مانگتا ہوں۔ اور اگر میں نے غلطی نہیں کی، تو آپ ان سب کے سامنے ایک دوسرے کے گلے لگ جائیں۔"

بیلا سنگھ نے بہادر سنگھ کے باپ کی طرف دیکھا، مسکرایا اور پھر ہنستا ہوا اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ اور بولا۔ "سردار جی، میں تو لڑکی والا ہوں، لیکن آپ کے لئے تو بات کرنا

اردو فینز ڈاٹ کام

کوئی مشکل نہ تھا۔"

"بھائی صاحب! میں جس قدر آپ سے پیار کرتا تھا، اسی قدر ڈرتا بھی تھا۔ اب ہم کوئی اور بات کرنے کی بجائے یہ کیوں نہ مان لیں کہ عبدالرحیم کا بیٹا ہم سے زیادہ سمجھدار ہے ہم بہت جلد تمہارے گھر آئیں گے۔"

یوسف نے کہا۔ "چچا جی۔ اگر یہ کام پرسوں ہو جائے تو میرے لئے خوشی کی بات یہ ہوگی کہ میرے مہمان بھی منگنی کی رسم میں حصہ لے سکیں گے۔"

بہادر سنگھ کے باپ نے کہا۔ "بیٹا ٹھیک ہے۔ انسپکٹر صاحب کی وجہ سے ہم پولیس کے بعض اور افسروں کو بھی بلا سکیں گے۔"

بیلا سنگھ نے کہا۔ "یوسف بیٹا، تمہارے لئے اجیت کور کو اپنی چچی اور انسپکٹر صاحب کی بیگم کے ساتھ کار پر بٹھا کر اس کے گھر تک پہنچا دینا مشکل تو نہیں ہوگا۔ وہ جیپ گھوڑی پر آئی تھی۔ اس پر تمہارا چچا چلا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے جی۔ ہم بہن اجیت کور کو گھر پہنچا دیں گے۔"

یوسف نے ہاتھ کے اشارے سے بہادر سنگھ کو بلایا اور کہا۔ "یار بھاگ کر جاؤ اور کسی لڑکی سے کہو کہ وہ انسپکٹر صاحب کی بیگم اور میری چچی سے کہے کہ موٹر جانے کے لئے تیار ہے اور سردار بیلا سنگھ نے کہا ہے کہ اجیت کور بھی گھوڑے کی بجائے ہمارے ساتھ موٹر پر جائے گی۔"

بہادر سنگھ خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کبھی یوسف اور کبھی بیلا سنگھ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بیلا سنگھ نے کہا۔ "جاؤ بیٹا، دیر نہ کرو۔"

بیلا سنگھ کے منہ سے 'بیٹا' کا لفظ سن کر بہادر سنگھ یہ محسوس کر رہا تھا۔ کہ اس کی زندگی میں کوئی بہت بڑا انقلاب آچکا ہے۔ وہ اپنی مسکراہٹ چھپاتا ہوا گھر کے صحن میں داخل ہوا اور سامنے درخت کی چھاؤں میں بیٹھی ہوئی خواتین میں سے ایک

معمر عورت کو دیکھ کر بولا، "ماسی جی! ذرا میری بات سنئے۔"

معمر عورت۔ اٹھ کر آگے بڑھی تو اس نے کہا "ماسی جی! آپ انسپکٹر صاحب کی بیگم یا یوسف کی چچی میں سے کسی ایک کو بلا لائیں۔"

"بیٹا ابھی بلاتی ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد یوسف کی چچی دروازے کے قریب پہنچی، بہادر سنگھ نے سر جھکاتے ہوئے کہا، "چاچی جی! انسپکٹر صاحب تیار ہیں۔ آپ جلدی آئیں اور سردار بیلا سنگھ کی بیٹی کو بھی ساتھ لیتی آئیں۔ کیونکہ وہ گاؤں تک آپ کے ساتھ جائے گی۔ اور چاچا غلام نبی موٹر کی بجائے گھوڑے پر جائیں گے، لیکن چاچی جی آپ جلدی کریں۔ وہ کھڑے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد خواتین موٹر پر سوار ہو رہی تھیں۔ بیلا سنگھ کہہ رہا تھا "اجیت بیٹی! میں تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ اپنی ماں سے کہنا کہ جو کام انہوں نے کہا تھا وہ ہو گیا ہے۔"

جب موٹر چل پڑی تو یوسف نے مڑ کر دیکھے بغیر کام کی نوعیت سمجھاتے ہوئے بلقیس سے انگریزی میں کہا۔ "آپ میرا نام لئے بغیر اس نوجوان لڑکی کو مبارک باد دے سکتی ہیں۔ کہ اس کی منگنی کی بات پکی ہو گئی ہے اور یہ لوگ پرسوں وہاں آئیں گے۔" بلقیس اجیت کور کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگی۔ "بیٹی تمہیں معلوم ہے تمہاری ماں نے تمہارے باپ کو کیا کام کہا تھا؟"

"جی یہ میں آپ کو ماں سے پوچھ کر بتاؤں گی۔ شاید انہوں نے یہ کہا ہوگا کہ شہر سے کوئی چیز لیتے آئیں۔"

یوسف بولا۔ "اجیت کو اگر کوئی بات معلوم ہوتی تو یہ یہاں نہ آتی۔ آپ اسے اپنی بیٹی سمجھیں اور اس سے کھل کر بات کریں۔"

اجیت بولی۔ "بھائی جی اگر کوئی اچھی بات ہے تو آپ کیوں نہیں بتا دیتے۔"

یوسف نے کہا۔"بھئی بات تو کوئی بُری نہیں، لیکن بھائی ہر بات بتا بھی تو نہیں سکتے ناں"۔

"اجیت کور کا چہرہ اچانک حیا سے سرخ ہو گیا۔ اور اس نے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے کہا۔"میں کچھ نہیں پوچھتی کسی سے"۔

بلقیس بولی۔"ارے! بیٹی کوئی اچھی بات ہو۔ تو کم از کم میں تمہیں مبارک باد تو دے سکتی ہوں"۔

"چاچی جی، جب آپ بات کرتی ہیں۔ تو آپ کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں۔ تو ہیں کیسے آپ کو منع کر سکتی ہوں۔ آپ جو کہیں گی اس سے مجھے خوشی ہو گی"۔

بلقیس نے کہا۔"بیٹا شہر میں پہنچ کر موٹر کپڑے کی کسی اچھی دکان پر روک لینا"۔

یوسف نے کچھ دیر بعد ایک دکان پہ پہنچ کر موٹر روکی۔ اور وہ اتر پڑے۔ بلقیس نے کہا۔"بیٹی، میں یہاں سے کچھ کپڑے لینا چاہتی ہوں، میں چاہتی ہوں۔ کہ ان کے رنگ تم پسند کرو"۔

"چاچی جی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میری پسند کی کوئی چیز آپ کو پسند آ جائے"۔

"ارے بیٹی، تم عام لڑکی نہیں ہو۔ جو چادریں تم نے دی تھیں۔ انہیں میں بار بار کھول کر دیکھا کرتی ہوں۔ اور بیل بوٹوں کے لیئے جو رنگ تم نے پسند کئے ہیں۔ مجھے انہیں دیکھ کر تعجب ہوتا تھا"۔

یوسف نے دکان دار سے جو انہیں دیکھتے ہی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ کہا۔"سیٹھ صاحب! بیگم صاحبہ ہماری مہمان ہیں انہیں ایسے کپڑے نکال کر دکھاؤ۔ جو لاہور میں جا کر بھی یہ کسی کو فخر سے دکھا سکیں"۔

بلقیس نے کہا۔"ہمیں دو جوڑے ریشمی اور ایک گرم چاہیئے اور جو تمہارے پاس بہترین کپڑا ہو وہی نکال کے دکھاؤ۔ اس کے ساتھ دو پٹے اور ایک گرم چادر بھی دے

دیجئے ـــــ یوسف! یہاں کوئی جوتوں کی اچھی دکان ہے؟"

دکاندار بولا:"جناب یہاں سے تھوڑی دور آگے آپ کو جوتوں کی دکان مل جائیگی"۔

تھوڑی دیر بعد وہ کپڑوں کی گٹھڑی کار پر رکھوا کر جوتوں کی دکان پر پہنچ چکے تھے بلقیس نے کہا۔"بیٹی اجیت! تم اٹھو اور یہاں سے اچھا جوتا پہن کر دیکھو۔ آؤ میں تمہارے لیئے خود پسند کرتی ہوں"۔

وہ دکان پر گئیں اور دس منٹ بعد اجیت کور جو ہاتھ میں ایک سنہری جوتی تھامے ہوتے تھی۔ واپس آ کر کار میں بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔"چاچی جی، میرا پاؤں ذرا بڑا ہے۔ آپ پہن کر دیکھ لیں۔ یہ جوتا کہیں آپ کو کھلا نہ ہو"۔

بلقیس بولی"بیٹی اگر تم نے پہن کر دیکھ لیا ہے۔ تو ٹھیک ہے۔ ہم نے جو کچھ یہاں سے لیا ہے۔ وہ سب تمہارے لیئے ہے۔ صرف ایک جوڑا تمہاری ماں کے لیئے ہے"

"چاچی جی، میرے لیئے اتنی چیزیں؟"

"بیٹی، وہ کام کی چیز تو ہمیں ملی نہیں۔ لیکن ہمیں جانے کی جلدی ہے نا۔ اس لیئے جو کچھ یہاں سے ملا ہے وہ لے لیا ہے"۔

اجیت نے کچھ سوچ کر ذرا بلند آواز میں کہا۔"بھائی جی، اگر آپ کو معلوم تھا۔ کہ مہمان یہ سب کچھ میرے لیئے لے رہے ہیں۔ تو مجھے سب کچھ پہلے بتا دینا چاہیئے تھا"۔

یوسف کچھ دیر خاموش رہا اور جب گاڑی ریلوے لائن عبور کر کے کچے راستے پر مڑی۔ تو وہ بولا۔"اجیت چڑیل کیا شور مچا رکھا ہے تم نے۔ یہ مہمان میرے چچا اور چچی ہیں اگر تمہاری منگنی کے دن میری ماں زندہ ہوتی اور وہ تمہارے لیئے تحفے لاتی تو کیا تم انکار کر دیتیں"؟

"ویر جی، وہ اگر میری جھولی مٹی سے بھی بھر دیتیں تو بھی میں یہی سمجھتی کہ یہ سونا ہے"۔

"اچھا تو پھر خاموش رہو اور یہ سمجھو کہ ایسے تمام معاملات میں چچی بلقیس میری ماں کی

جگہ ہیں۔"

اجیت کور نے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائی اور چوم کر اپنی آنکھوں سے لگالی۔ پھر اس نے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوتے کہا۔ "چاچی جی! پتہ نہیں کیوں آپ کو پہلی بار دیکھ کر ہی مجھے یہ محسوس ہوا تھا کہ بھائی یوسف کی ماں پھر اس دنیا میں آگئی ہیں۔"

"بیٹی حوصلہ سے کام لو۔ اب میں تمہیں ہنستے ہوتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ پرسوں ہم نے تمہاری منگنی کی رسم میں حصہ لینے کے لئے آنا ہے۔"

"اتنی جلدی چچی جان؟"

"ہاں بیٹی ہم زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے ناں۔ اس لئے تمہارے بھائی نے یہ سوچا ہے کہ ہماری موجودگی میں ہی یہ نیک کام ہو جاتے۔"

اجیت کور نے جھک کر اپنا سر بلقیس کی گود میں رکھ دیا۔ اور وہ پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

رات کھانے کے بعد عبدالرحیم، ان کے بھائی، چچا اور مہمان باتیں کر رہے تھے۔ کہ عبدالرحیم نے یوسف سے مخاطب ہو کر کہا: "بیٹا! غلام نبی کا پتہ کرو۔ وہ گھر آکر سو تو نہیں گیا"

"ابا جان، اگر چچا جی آگئے ہوتے تو سیدھے یہاں آتے۔ بہر صورت میں جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

یوسف اٹھ کر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر بولا: "ابا جی! وہ ابھی تک نہیں آئے شاید راستے میں کہیں رک گئے ہوں۔ میں نے باہر کہہ دیا ہے کہ جب وہ آئیں۔ تو انہیں سیدھا یہاں بھیج دیں۔"

عبدالرحیم کے ایک عمر رسیدہ چچا نثار محمد نے کہا۔ "بھئی عبدالرحیم، تم اپنے بھائی کو ابھی تک بچہ ہی سمجھتے ہو۔"

"چاچا جی! چھوٹا بھائی بچہ ہی تو ہوتا ہے۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "بھئی، اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ آپ اتنے پریشان ہوں گے تو ہم انہیں موٹر پر ہی بٹھا لاتے۔"

باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور یوسف نے کہا۔ "ابا جان، وہ آرہے ہیں۔"

پانچ منٹ بعد غلام نبی ان کے سامنے کھڑا عبدالرحیم کو بتا رہا تھا:

"بھائی جان، مجھے واپسی پر بیلا سنگھ کے ساتھ کچھ دیر شہر میں رکنا پڑا۔ وہاں اس نے حلوائی کو مٹھائی تیار کرنے کے لئے کہنا تھا۔"

"مٹھائی اس نے شام کے وقت کیوں تیار کروالی تھی؟"

"جی، یہ مٹھائی اس نے پرسوں لڑکی کی منگنی کے لئے تیار کرنے کے لئے کہا تھا۔ کل وہ خود آپ کو دعوت دینے کیلئے آئے گا۔ اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ اپنے بھائی جان کو پرسوں کہیں اور نہ جانے دینا۔ انسپکٹر صاحب اور بیگم صاحبہ کو تو اس نے خود کہہ دیا تھا۔ اور وہ اس بات پر بہت خوش تھا کہ وہ اس کے گھر تحفے بھی چھوڑ آئے ہیں۔"

عبدالرحیم نے کہا۔ "یوسف بیٹا، تمہیں ہماری طرف سے کوئی اچھا تحفہ خریدنے کے لئے شہر جانا پڑے گا۔"

"بہت اچھا، ابا جی، اگر ہمارے شہر سے کوئی کام کی چیز نہ ملی تو میں چچی جان کے ساتھ بٹالہ سے ہو آؤں گا۔"

اردو فینز ڈاٹ کام

بیلا سنگھ کی موت

رات کے گیارہ بجے بیلا سنگھ کے گاؤں کی طرف سے لوگوں کی چیخ پکار کے ساتھ کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی سنائی دیں۔ کبھی کبھی اس شور میں عورتوں کی آہ و بکا کے ساتھ شراب سے بدمست آدمیوں کی بڑکیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ چوکیدار نے آواز دی۔ "لوگو! جاگو! بیلا سنگھ کے گاؤں میں ڈاکو گھس گئے ہیں۔" یوسف اپنا گھوڑا لے کر گلی سے باہر نکلا۔ تو گاؤں کے چند آدمی وہاں کھڑے تھے۔ اس نے ٹارچ کی روشنی ان پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "اپنی بندوقیں اٹھا لو۔ جن کے پاس بندوقیں نہیں ہیں وہ دوسرے ہتھیار اٹھا لیں۔ اور اندھیرے میں تمہاری ٹارچیں بھی کام آئیں گی۔ ہمیں کسی تاخیر کے بغیر سردار بیلا سنگھ کے گھر کی طرف سے اُن کے گاؤں میں داخل ہونا چاہیئے۔ کسی کو راستے میں دیکھو تو اسے للکارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارا پہلا فرض یہ ہے۔ کہ ٹارچ کی روشنی ڈال کر اسے پہچان لیا جائے۔ اگر کسی کے چہرے پر نقاب ہو۔ تو تمہاری کوشش یہ ہونی چاہیئے۔ کہ اسے گھیر کر پکڑ لیا جائے یا ایسی ضرب لگائی جائے کہ وہ بھاگ نہ سکے ——— بھلو، تم سیدھا تھانے کا رخ کرو۔ وہاں چھوٹے بڑے افسروں کو معلوم ہے کہ انسپکٹر عبدالعزیز صاحب ہمارے گھر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس لئے تمہیں تھانے دار کے کانوں تک یہ بات پہنچانے میں دقت پیش نہیں آئے گی۔ کہ بیلا سنگھ کے گاؤں میں بڑے پیمانے پر کوئی واردات ہو رہی ہے۔"

یوسف کے پیچھے بارہ آدمی چل دیئے۔ وہ جھیل سے کچھ فاصلے پر گھنے درختوں کے

جھنڈ کے قریب پہنچے تو یوسف نے کہا۔ "یہاں سے گھوڑا آگے نہیں جا سکتا۔ اس لئے میں ان درختوں سے باہر باہر آگے چلوں گا۔ تم درختوں میں چھپتے ہوئے آگے بڑھو۔"

اچانک ایک درخت کی اوٹ سے ٹارچ کی روشنی دکھائی دی اور ساتھ ہی ایک دردناک آواز سنائی دی۔

"ویر جی! میں اجیت کور ہوں۔ آگے جا کر آپ ہمارے گھر میں لاشوں کے سوا کچھ نہیں دیکھیں گے۔ باپو نے لیٹے لیٹے مجھے آواز دی تھی 'بیٹی، مجھے بہت پیاس لگی ہے۔ ایک بالٹی اپنے کنوئیں کا تازہ پانی لے آؤ'۔ میں باہر کی حویلی میں کنوئیں کی منڈیر پر کھڑی پانی نکال رہی تھی۔ کہ میں نے انہیں اس چھت سے نیچے اترتے ہوئے دیکھا، جو بھگوان سنگھ کے مکان کی چھت سے ملتی ہے۔ پھر میں نے یہ دیکھا کہ چند آدمی دیوار پھاند کر اندر کود رہے ہیں۔ باہر کی حویلی میں بڈھا سنگھ اور گنگا سنگھ سو رہے تھے۔ میں نے پہلے باہر کی حویلی اور گھر کے درمیان دروازے کو کنڈی لگائی۔ اور پھر بڈھا سنگھ اور گنگا سنگھ کو جگا دیا۔ گنگا سنگھ بولا، تم نے جن لوگوں کو پچھلے مکان کی چھت سے ہماری چھت پر اترتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ بھگوان سنگھ اور اس کے ساتھیوں کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ اگر باہر سے بھی کچھ آدمی دیوار پھاند کر مکان کے صحن میں داخل ہو چکے ہیں۔ تو میں اپنے تمام کُتّے کھول دینے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ کتنا ظلم ہے۔ کہ یہاں جو کُتّے ہوتے تھے۔ وہ بھی سردار جی نے باہر کی حویلی میں بھجوا دیئے ہیں۔" میں چاہتی تھی کہ دہائی دے کر باپو کو خبردار کر دوں، لیکن مجھے اندر سے ماتا جی کی چیخ سنائی دی اور ساتھ ہی مجھے یہ محسوس ہوا کہ باپو کو انہوں نے مار ڈالا ہے۔ وہ چیخیں مارتے ہوئے اس کی لاش پر لاٹھیاں برسا رہے تھے۔ بڈھا سنگھ ڈیوڑھی کی چھت پر چڑھ کر دہائی دینے لگا۔ تو گنگا سنگھ نے مجھے پکڑ کر باہر نکالتے ہوئے کہا۔ "اجیت تم اب حویلی سے باہر پرالی کے ڈھیر کے نیچے چھپ کر اپنی جان بچا سکتی ہو۔ میں کُتّے کھولنے اور اپنے باقی آدمیوں کو جگانے جا رہا ہوں"،

میں پرالی کے ڈھیر میں چھپ گئی۔ تھوڑی دیر بعد بھونکتے ہوئے کتے مکان کے گرد آ پہنچے۔ وہ چند آدمی چھت پر چڑھ کر بڈھا سنگھ کی لاش پر لاٹھیاں برسا رہے تھے اور شراب کے نشے میں بھگوان سنگھ کی چیخیں سب سے بلند تھیں۔ وہ چلا رہا تھا بیلا سنگھ کی لڑکی کو تلاش کرو۔ اسے زندہ نہیں رہنا چاہیئے۔ لیکن آن کی آن میں کتے حملہ کر چکے تھے۔ اور ہمارا گھر تباہ کرنے والے چیختے چلاتے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ گاؤں کے کچھ لوگ گھروں سے باہر نکلے تو بھگوان سنگھ کا چھوٹا بھائی کہر سنگھ ابھی تک میرے باپو کی لاش پر لاٹھیاں برسا رہا تھا۔ دو کتے اندر داخل ہوئے اور انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ گرا اور اس کے ساتھ ہی ایک کتے نے اس کا گلا دبوچ لیا۔ گاؤں کے آدمیوں نے جن میں سے چھ، سات عیسائی تھے۔ کسی نے اسے چھڑانے کی کوشش نہ کی۔ ہمارے چار کتے پرالی کے اس ڈھیر کے پاس آ کر بھونک رہے تھے۔ جہاں میں چھپی ہوئی تھی۔ بھگوان سنگھ اپنے ساتھیوں کو گالیاں دیتا ہوا آگے بڑھا۔ "بدمعاشو! ادھر آ کر دیکھو یہاں کوئی چھپا ہوا ہے۔ اس نے آگے بڑھ کر پرالی کے ڈھیر پر ایک جگہ برچھی کی نوک ماری اور کتے بیک وقت اس پر ٹوٹ پڑے۔ بھگوان سنگھ چیختا ہوا بھاگا۔ اور اس نے جھیل میں چھلانگ لگا دی۔ کتوں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، لیکن زیادہ گہرے پانی میں پہنچ کر وہ واپس آ گئے۔ اور بھگوان سنگھ تیرتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف غائب ہو گیا ——— ویرجی! میں نے سب کچھ دیکھا ہے اور اس کے باوجود میں زندہ ہوں۔ شاید اس لئے زندہ ہوں کہ یتیم بہن کے سر پر ہاتھ رکھنے والا بھائی موجود ہے۔ جب میں نے یہ کہا کہ میں آپ کے پاس جا رہی ہوں تو یہ عیسائی میرے ساتھ چل پڑے۔"

ایک عیسائی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میاں جی! سردار بیلا سنگھ کے ہم پر بڑے احسان ہیں۔ وہ غریب لوگوں کے باپ تھے۔"

یوسف نے پوچھا: "جو لوگ باہر سے آئے تھے۔ تم میں سے کوئی انہیں پہچانتا ہے؟"

"جی نہیں۔ ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ سردار بیلا سنگھ کا بھی کوئی دشمن ہو سکتا ہے بھگوان سنگھ کے ساتھ ان کی نہیں بنتی تھی۔ اس لئے نہیں بنتی تھی کہ سردار بیلا سنگھ کی زمین اس گاؤں میں سب سے زیادہ تھی اور بھگوان سنگھ بڑی مدت سے یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ بڑی قیمت دے کر بھی اس سے زمین نہیں خرید سکتا۔ بھگوان سنگھ کو زیادہ آگ اس دن لگی تھی جب بیلا سنگھ نے اپنے دادا کے پرانے نوکر کو اپنا ایک کھیت مفت دے دیا تھا۔ اس دشمنی میں سیٹھ دینا ناتھ کا بھی ہاتھ تھا۔ کہر سنگھ مرتے مرتے بچا ہے۔ شاید اسے یہ سمجھ آ گئی ہو کہ برائی کا نتیجہ اچھا نہیں نکلتا۔ جب یہ دونوں بھائی پکڑے جائیں گے تو ان کے ساتھیوں کا بھی پتہ چل جائے گا۔"

یوسف نے اجیت کور کے سر پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میری بہن! کسی انسان کے پاس تمہارے زخموں کا علاج نہیں۔ ہم صرف یہ دعا مانگ سکتے ہیں کہ خدا تمہیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔ میں تمہیں یہ اطمینان بھی دلا سکتا ہوں کہ تمہارے والدین کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گی کہ ان ظالموں کے لئے خدا کی زمین تنگ ہو چکی ہے۔ اب تم اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ اور سیدھی ہمارے گھر جاؤ۔ دو آدمی تمہارے ساتھ جائیں گے۔ مجھے یہاں پولیس کے انتظار کے علاوہ ایک اور کام بھی کرنا ہے۔ گھر آ کر اگر میں یہ سنوں کہ میری بہن بہادر ہے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

اجیت کور سسکیاں لیتی ہوئی گھوڑے پر سوار ہو گئی اور دو آدمی اس کے ساتھ چل پڑے۔ چند قدم چلنے کے بعد اجیت کور نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "ویرجی! ہماری دونوں گھوڑیاں گھر میں موجود ہیں۔ آپ کو ضرورت پڑے تو آپ ان سے کام لے سکتے ہیں۔ آپ کا یہ گھوڑا بھی جلدی واپس آ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اجیت تم جاؤ۔"

پھر وہ بیراں دتہ کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ "بیراں دتہ! تم اس گاؤں کے آدمیوں

کے ساتھ جاؤ اور سردار بیلا سنگھ کی حویلی سے چھوٹی گھوڑی لے کر فوراً میاں عبدالکریم کے گاؤں پہنچو اور وہاں ہردیال سنگھ کے بیٹے جگجیت سنگھ کو اپنے پیچھے بٹھا کر یہاں لے آؤ تم نے سیدھا ہردیال سنگھ کے گھر جانا ہے اور کسی کو یہ معلوم نہیں ہونا چاہیئے کہ تم کس کام سے آئے ہو۔ ہردیال سنگھ کو یہ تاکید کرنا کہ پیر کوکے شاہ اور اس کے دو مریدوں کا خیال رکھے اور یہ بھی بتائے کہ گذشتہ آٹھ پہر میں وہ کتنا عرصہ حویلی کے اندر اور کتنا عرصہ حویلی کے باہر رہے ہیں۔ اگر ہردیال سنگھ حویلی میں نہ ہو، تو اس کے گھر جا کر اسے وہاں بلالینا۔ گنگا سنگھ کہاں ہے؟"

ایک آدمی نے آگے بڑھ کر کہا: "جی، میں یہیں پر ہوں"۔

یوسف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "پولیس تھوڑی دیر تک پہنچ جائے گی، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے بھگوان سنگھ اور اس کے ساتھی پکڑے جائیں۔ تم کتے لے کر نکل پڑو۔ میرے تمام آدمی تمہارے ساتھ ہوں گے۔ یہاں جتنے لوگ تمہارے ساتھ جانے کے لئے تیار ہیں۔ ان کو بھی بلالو۔ وہ قاتل جو شراب سے مدہوش تھے۔ زیادہ دور نہیں بھاگ سکیں گے"۔

"جناب، وہ جھیل کے پار کسی کھیت میں پڑا ہوا ہوگا اور کتے اسے بہت جلد تلاش کرلیں گے۔ کتوں نے دوسرے آدمیوں کا بھی پیچھا کیا تھا۔ اگر ان میں سے کسی کے کپڑے کا کوئی ٹکڑا مل گیا۔ تو اسے تلاش کرنا بھی مشکل نہیں ہوگا"۔

"یہ مجھے معلوم تھا۔ کہ بیلا سنگھ کے ساتھ بھگوان سنگھ کی نہیں بنتی، لیکن یہ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ بھگوان سنگھ اس قدر درندہ بن جائے گا۔ اجیت کور کہتی تھی۔ کہ انہوں نے گھر سے کوئی چیز بھی نہیں اٹھائی"۔

گنگا سنگھ نے جواب دیا: "جی، یہ تو ظاہر ہے کہ بھگوان سنگھ اور اس کا بھائی قتل کے ارادے سے آئے تھے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اس کے ساتھ چور بھی تھے۔ جب ہم اندر گئے تھے

تو بی بی اجیت کور اپنی ماں اور باپ کا خون دیکھ کر بے ہوش ہوگئی تھیں۔ جس کتے نے کرم سنگھ کا گلا دبوچ رکھا تھا۔ اسے میں نے بڑی مشکل سے پیچھے ہٹایا تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں میں صرف اتنا دیکھ سکا تھا کہ کسی نے قیمتی سامان والے بڑے صندوق کا تالا توڑنے کی کوشش کی تھی۔ اور میرا خیال ہے کہ اجیت کور کی ماں کی ڈنڈیاں اور کڑے غائب تھے، لیکن ہم جلدی باہر نکل آئے تھے۔ اس لئے میں کوئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتا"۔

یوسف نے کہا: "میرا خیال ہے کہ تم لوگ یوں ہی ادھر ادھر بھاگنے کی بجائے سونگھنے والے کتوں کے پیچھے پیچھے چلو۔ تو چوروں کا سراغ مل جائے گا۔ لیکن پہلی بات یہ ہے۔ کہ آس پاس کے کھیتوں میں بھگوان سنگھ کو اچھی طرح تلاش کرلینا۔ تم میں سے جو سردار بیلا سنگھ کے اجڑے ہوئے گھر پر پہرہ دینا چاہتے ہیں۔ وہ میرے ساتھ آجائیں"۔

نصف گھنٹے بعد کار کا ہارن سنائی دیا اور یوسف باہر نکل آیا۔ انسپکٹر عبدالعزیز کار چلا رہے تھے اور یوسف کے گھر کے پانچ آدمی بندوقوں سے مسلح ان کے ساتھ تھے یوسف نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور کہا:

"چچا جی، میں نے گاؤں سے نکلتے ہی بھلو کو تھانے کی طرف بھگا دیا تھا۔ اور اسے یہ بھی بتا دیا تھا۔ کہ وہ آپ کا ذکر کردے۔ عام حالات میں پولیس کو اب تک آجانا چاہیئے تھا"۔

عبدالعزیز نے کہا: "بیٹا عام حالات میں پولیس وقت پر نہیں آیا کرتی۔ اگر تمہیں یہاں کوئی خاص کام نہیں تو پولیس اسٹیشن تک میرے ساتھ چلو"۔

"چچا جان مجھے امید ہے کہ ہم پولیس کی آمد تک قاتلوں کے سرغنہ کو پکڑ لیں گے اور شاید تھوڑی دیر تک ہمیں اس کے چند اور بیرونی مددگاروں کا بھی پتہ لگ جائے"۔

عبدالعزیز نے کہا: "ہم نے اس لڑکی سے بڑی دردناک باتیں سنی ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ تھانے دار سے ملنے کے بعد میں پولیس کے ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹر سے بھی ہو آؤں گا پیرزادہ

اردو فنڈز ڈاٹ کام

ہمارے پیچھے تمہارا گھوڑا واپس لا رہا ہے۔ لیکن تمہیں روشنی سے پہلے ادھر ادھر نہیں جانا چاہیئے۔ میں تمہارے آدمیوں کو یہاں چھوڑ جاتا ہوں۔"

یوسف نے بلند آواز میں کہا۔ "پیراں دتہ! تم میری گھوڑی لے کر تھانے پہنچ جاؤ۔ میں انسپکٹر صاحب کے ساتھ آ رہا ہوں۔"

"بیٹا، وہ کس لیے؟"

"چچا جان، وہ اس لئے کہ میں اس وقت آپ کا وہاں تنہا جانا پسند نہیں کرتا۔ میں موٹر چلاتا ہوں۔ آپ اپنا ریوالور سنبھال کر بیٹھ جائیں۔"

ایک منٹ بعد کار خاصی رفتار سے شہر کا رخ کر رہی تھی یوسف کہہ رہا تھا چچا جان یہ کیس جس قدر دردناک ہے۔ اسی قدر اس کی تحقیقات دلچسپ ہوگی۔"

عبدالعزیز نے پوچھا۔ "بیٹا تمہارے ذہن میں کوئی بات آئی ہے؟"

"جی ہاں، چند باتیں میرے ذہن میں آ رہی ہیں۔ صبح تک میں آپ کو بتا سکوں گا۔ کہ میرے بعض خدشات کس حد تک درست اور کس حد تک غلط تھے۔"

عبدالعزیز نے کچھ سوچ کر کہا۔ "بیٹا میرا خیال ہے کہ مجھے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر نہیں جانا پڑے گا۔ میں تھانے کے ٹیلی فون سے ہی کسی ذمہ دار افسر سے بات کر لوں گا اور پھر تمہارے ساتھ ہی واپس آ جاؤں گا۔"

یوسف نے کہا۔ "چچا جی، تھانے پہنچ کر ہم نے ایک اہم کام کرنا ہے۔ بہادر سنگھ اور اس کے رشتہ داروں کو اس واقعہ کی اطلاع دینا ضروری ہے کہ اجیت کور ہمارے گھر میں محفوظ ہے۔ لیکن بیلا سنگھ کا گھر غیر آباد نہیں رہنا چاہیئے۔ تھانے دار سے کہہ کر آپ بہادر سنگھ کے پاس کوئی آدمی بھجوا دیں۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "مجھے ایک بات کا خدشہ ہے کہ یہ ہندو تھانے دار بنسی داس نیا آیا ہے۔ اور اگر دینا ناتھ کی قماش کے لوگ اس قتل میں ملوث ثابت ہوئے تو وہ انصاف

کے تقاضے پورے نہیں کر سکے گا۔ اس علاقے میں متعصب ہندوؤں کے دباؤ کے باوجود ثابت قدم رہنے کے لئے بڑے اچھے کردار کی ضرورت ہے ——— میں تھانے جا کر پتہ کروں گا۔ ممکن ہے کہ کسی جان پہچان والے ڈی ایس پی یا ایس پی سے میری بات ہو جائے۔ تمہیں مطمئن رہنا چاہیئے۔ یہ نیا تھانیدار شکل سے کسی اچھے گھر کا معلوم ہوتا ہے۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے۔ کہ وہ اتنا ضرور جانتا ہوگا۔ کہ اگر اس نے کوئی زیادتی کی۔ تو اس کے اثرات تھانے کی حدود تک نہیں رہیں گے۔"

جب ان کی کار تھانے کے احاطے میں داخل ہو رہی تھی۔ تو پریم سنگھ اور چند سپاہی وردیاں پہنے اور رائفلیں اٹھائے گھوڑوں کے قریب کھڑے تھے۔ انسپکٹر عبدالعزیز کار سے اُترے، تو پریم سنگھ نے آگے بڑھ کر سیلوٹ کیا۔

انسپکٹر نے کہا۔ "بھئی آپ نے بہت دیر لگائی۔ فون پر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں کسی بڑے افسر کو بیلا سنگھ کے قتل کی اطلاع دی گئی ہے؟"

پریم سنگھ نے جواب دیا۔ "جی ہم تو جلدی کے یہاں پہنچتے ہی تیار ہو گئے تھے۔ اب تھانے دار صاحب کا انتظار ہے۔ وہ آ کر پہلے انسپکٹر یا ڈی ایس پی صاحب کو فون کریں گے اور پھر اُن کی ہدایت کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔"

"ڈی ایس پی کون ہے؟"

"جی وہ سردار بچن سنگھ ہے۔ اور آپ کو اچھی طرح جانتا ہے۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "وہ ایک اچھا افسر ہے۔ اور میرے ساتھ کام کر چکا ہے۔"

پریم سنگھ نے کہا۔ "مہاراج، میں تھانے دار صاحب کو یہ بتا دوں کہ آپ تشریف لائے ہیں؟"

عبدالعزیز نے کہا۔ "تم دو کام کرو۔ ایک تو یہ کہ بہادر سنگھ کے گاؤں میں کسی سائیکل سوار کو بھیج دو۔ جو اسے یا اس کے باپ کو یہ خبر پہنچا دے کہ بیلا سنگھ قتل ہو گیا ہے اور

میری اور یوسف کی رائے یہ ہے کہ وہ سیدھا وہاں جانے کی بجائے پہلے ہمارے گاؤں آئے ہم نے بیلا سنگھ کی لڑکی کو خطرے سے بچانے کے لئے وہاں پہنچا دیا ہے۔ اور اگر تھانے دار صاحب بہت گہری نیند نہ سوتے ہوں تو انہیں میرے متعلق اطلاع پہنچا دیں۔"

پریم سنگھ نے کہا۔ "مہاراج یہاں دو آدمیوں کے پاس سائیکل ہے۔ میں ان دونوں کو وہاں بھیج دیتا ہوں۔"

"بھئی ایک کی بجائے دو کا جانا بہتر ہوگا آپ ان سے یہ کہہ دیں کہ وہ سردار صاحب کی بیوی اور نوکر بڈھا سنگھ کے قتل کا بھی بتا دیں۔ تاکہ انہیں یہ احساس ہو جائے کہ سردار بیلا سنگھ کے گھر کو دوبارہ آباد کرنے کے لئے یہاں ان کے کئی رشتہ داروں کو جمع ہونا پڑے گا۔"

تھانے دار انسپکٹر عبدالعزیز کی آمد کی اطلاع ملتے ہی آ گیا اور اس نے کہا: "جناب آپ نے بڑی تکلیف کی۔ ارادہ میرا بھی یہی تھا کہ میں یہاں سے بیلا سنگھ کے گاؤں جانے کی بجائے پہلے آپ کو سلام کروں گا۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "بھئی ارادہ تو میرا یہ تھا کہ سیدھا ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر جاؤں۔ لیکن پھر سوچا کہ یہیں سے ہیڈ کوارٹر فون کر لیتا ہوں۔ شاید کوئی افسر میرا واقف نکل آئے۔"

بنسی داس نے کہا، "جناب جب آپ کا آدمی آیا تھا۔ اور مجھے یہ اطلاع ملی تھی۔ کہ آپ بیلا سنگھ کے گاؤں کے پاس ہی دوسرے گاؤں میں ٹھہرے ہوتے ہیں۔ تو میں نے اسی وقت ڈی ایس پی بچن سنگھ صاحب سے فون پر بات کی تھی۔ اور جب آپ کا ذکر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ اور انہوں نے مجھے کہا تھا کہ جو وہاں تم سے پہلے جاتے وہ انہیں میرا سلام کہے۔ میں صبح ایس پی صاحب سے ملنے کے بعد سیدھا تمہارے پاس آؤں گا۔ اور تمہیں تھانے میں میرا انتظار کرنا چاہیئے۔ اے ایس آئی پریم سنگھ صبح ہوتے ہی جائے واردات پر پہنچ جائے گا۔ اور اگر آپ ضروری سمجھیں تو اسے اس وقت بھی بھیجا جا سکتا ہے۔"

عبدالعزیز نے کہا: "بھئی وہ چند کانسٹیبل لے کر تھوڑی دیر تک پہنچ جائے تو اچھا ہوگا۔ کیونکہ لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لئے بھیجنا ضروری ہے۔ آپ کو اس مقصد کے لئے ایک ٹرک کا بندوبست بھی کرنا پڑے گا۔ ٹرک بیلا سنگھ کے گھر تک جا سکتا ہے۔ جہاں لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ جو قاتل شراب کے نشے میں مدہوش ہیں۔ انہیں گاؤں کے لوگ صبح تک پکڑ لیں گے۔ یوسف صاحب چند مشکوک آدمیوں کی دیکھ بھال کے لئے فوراً جانا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اجازت دیجئے۔"

یوسف نے پیراں دتہ کو آواز دی اور وہ گھوڑی کی لگام پکڑ کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔

یوسف نے کہا۔ "پیراں دتہ! تم گھوڑی کو سیدھا گاؤں لے جاؤ اور پھر اپنے گھر جا کر آرام کرو۔ ہم واپس جا رہے ہیں۔"

نصف گھنٹہ بعد جب انسپکٹر عبدالعزیز اور یوسف کار پر بیلا سنگھ کے مکان کے پاس پہنچے تو وہاں عورتوں اور مردوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ اور اس ہجوم کے درمیان خالی جگہ پر بھگوان سنگھ اور اس کا ماموں زاد ہردیپ سنگھ جس کا گھر وہاں سے تین میل دور تھا لیٹے ہوئے تھے اور کتے ان کے گرد بیٹھے ہوتے تھے۔

کار کی روشنی میں لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے اور گنگا سنگھ نے آگے بڑھ کر اطلاع دی کہ آپ کے جاتے ہی کتوں نے انہیں یہاں سے تھوڑی دور کماد کے کھیت میں تلاش کر لیا تھا۔ یہ دونوں شراب سے مدہوش ہیں۔ کہر سنگھ اسی جگہ اندر پڑا ہوا ہے۔ شہر کے راستے پر کھائی کے کنارے ایک آدمی کا ایک جوتا ملا ہے۔ اُمید ہے کہ صبح ہوتے ہی ہم اسے بھی تلاش کر لیں گے۔"

یوسف نے کہا: "اگر تم اسے تلاش نہ کر سکے تو ان آدمیوں میں سے جس کو پہلے ہوش آئے گا پولیس اس سے اُگلوا لے گی۔ کہ وہ جوتا چھوڑ کر بھاگنے والا کون ہے۔ اب میں گاؤں جا رہا ہوں۔ تمہیں بہت چوکس رہنا چاہیئے۔ اور مجرموں کی تلاش جاری رکھنی چاہیئے

اردو فینز ڈاٹ کام

میں گاؤں سے کچھ اور آدمی یہاں بھیج دوں گا۔"

اگلی صبح قتل ہونے والوں کی لاشیں ایک ٹرک پر ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر روانہ کی جا چکی تھیں۔ بیلا سنگھ کے مکان سے باہر شیشم کے درختوں کی چھاؤں میں علاقے کے معززین بیٹھے ہوئے تھے۔ شیشم کے یہ درخت بیلا سنگھ کے گھر کی شمالی سمت سے لے کر جھیل کے جنوب مشرق کے کنارے تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور وہیں گھنی چھاؤں میں پولیس نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ یوسف، اس کے والد، غلام نبی اور خاندان کے چند اور آدمی —— بہادر سنگھ، اس کا والد اور ان کے چند رشتہ دار نمودار ہوئے۔ عبدالعزیز ان کے پیچھے پیچھے ہردیال سنگھ اور جگجیت سنگھ سے باتیں کرتا آ رہا تھا۔ اے ایس آئی نے بہادر سنگھ سے بغلگیر ہو کر اسے تسلی دینے کی کوشش کی، لیکن وہ بُری طرح سسکیاں لے رہا تھا۔ جب عبدالعزیز قریب پہنچا تو پریم سنگھ اور سپاہیوں نے اسے سیلوٹ کیا۔ اور اسے کشادہ چارپائی پر بٹھا دیا۔ عبدالعزیز نے یوسف سے مخاطب ہو کر کہا:

"بیٹا، اس پیر کوکے شاہ کے متعلق تمہاری ہر بات درست ثابت ہوئی ہے۔ جگجیت نے مجھے بتایا ہے کہ وہ تینوں کل صبح اُٹھتے ہی حویلی سے باہر نکل گئے تھے۔ جگجیت نے دینا ناتھ کے گھر تک ان کا پیچھا کیا تھا۔ کوئی نصف گھنٹہ وہ دینا ناتھ کی حویلی میں رہے تھے۔ حویلی سے نکل کر کوکے شاہ گاؤں کی گلیوں میں سے جنوب کی طرف نکل گیا تھا۔ دوسرے دو آدمی کچھ دیر کرپا رام حلوائی کی دکان پر بیٹھے رہے۔ وہاں سے انہوں نے مٹھائی بھی خریدی تھی۔ اور پھر اٹھ کر شہر کی طرف چل پڑے تھے۔ چونکہ جگجیت کے خیال کے مطابق اس کا علاقہ یہاں سے ختم ہو جاتا تھا۔ اس لئے وہ واپس مڑا اور پردیسی درختوں کے قریب ایک جوہڑ میں گاؤں کے لڑکوں کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے میں مشغول ہو گیا! ایک گھنٹہ بعد اس نے دیکھا کہ کوکے شاہ کے دونوں چیلے جنہیں اس وقت تک شہر میں ہونا

چاہیئے تھا۔ پردیسی درختوں کی طرف جانے والے راستے پر کھڑے سائیں کوکے شاہ سے باتیں کر رہے تھے۔ اس لئے وہ قریب سے ان کی باتیں سننے کے لئے جوہڑ سے نکلا اور کھیتوں کے اوپر سے ہوتا ہوا اس جگہ کے قریب پہنچا۔ جہاں اس نے انہیں باتیں کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن وہ وہاں سے ذرا دور ایسی جگہ پہنچ چکے تھے جہاں سے وہ کسی جگہ چھپ کر ان کی باتیں نہیں سُن سکتا تھا۔ وہ اب آہستہ آہستہ بیلا سنگھ کے گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور جگجیت یہ بھی کہتا ہے کہ تین اور آدمی جو ان کے ساتھ مل گئے تھے ان میں سے ایک بھگوان سنگھ تھا۔ جسے میں اچھی طرح پہچانتا ہوں —— یوسف میں سوچتا ہوں کہ تم کل اگر اپنے گاؤں میں ہوتے تو شاید اتنا بڑا حادثہ پیش نہ آتا۔ اس لڑکے کی بھاگ دوڑ سے تم بہت سارے نتائج اخذ کر لیتے۔ ہردیال سنگھ بھی اس کی اکثر باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب ایک ہی بات رہ گئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک پولیس کانسٹیبل کو بھیج کر قائم دین کو یہاں بلوا لیا جائے۔ وہ یہاں کا ماحول دیکھتے ہی بہت سی باتیں اُگلنے پر آمادہ ہو جائے گا۔"

دو منٹ بعد پولیس کا ایک کانسٹیبل یوسف کے گاؤں کے ایک آدمی کے ساتھ عبدالکریم کے گاؤں کی طرف بھاگ رہا تھا اور یوسف عبدالعزیز سے کہہ رہا تھا "چچا جان مجھے پرسوں جگجیت سنگھ کی باتیں سن کر یہ احساس ہوا تھا۔ کہ دینا ناتھ پھر کسی اہم واردات کا مرکزی کردار بننے والا ہے۔"

عبدالعزیز نے پریم سنگھ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "بھئی ڈی۔ ایس۔ پی بچن سنگھ کب آئیں گے؟"

"جناب، وہ آ ہی رہے ہوں گے۔ ابھی دس منٹ پہلے تھانے سے یہ اطلاع آئی تھی کہ وہ پہنچ گئے ہیں۔ اور چند منٹ کے اندر اندر چل پڑیں گے۔"

سردار بچن سنگھ تھانے دار کی راہنمائی میں موٹر سائیکل سے اترتے ہی سیدھا عبدالعزیز

کی طرف بڑھا اور اس سے بغلگیر ہو گیا اور بولا: "جناب یہ بھگوان کی خاص کرپا ہے کہ جب بھی اس تھانے کو کوئی الجھن پیش آئی ہے تو آپ اور مسٹر یوسف موجود ہوتے ہیں۔"

"بھئی یوسف کا تو گاؤں یہاں ہے۔ میں اتفاق سے یہاں آ گیا تھا۔ اور بہادر سنگھ کی بہن کی شادی کی وجہ سے یہاں رکنا پڑا۔ اب یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ کل کا دن ہم نے ہنسی خوشی گزارا۔ رات بھی ہم یوسف کے گھر میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کہ اچانک ایسا محسوس ہوا کہ بیلا سنگھ کے گاؤں میں طوفان آ گیا ہے۔ وہ شریف اور بہادر آدمی تھا کل ہی جب ہم بہادر سنگھ کے گاؤں سے روانہ ہو رہے تھے۔ تو اس کی اکلوتی بیٹی کی منگنی کا فیصلہ ہوا تھا۔ اور جو لڑکا اس نے پسند کیا تھا۔ وہ یہی بہادر سنگھ ہے۔ جسے میرے زمانے میں ڈاکوؤں کی گرفتاری پر ترقی ملی تھی۔"

"جی اس کے متعلق میں سن چکا ہوں۔ میں نے سابقہ ریکارڈ سے مسٹر یوسف کی رپورٹ دیکھی ہے اور میں نے رپورٹ پڑھ کر یہ محسوس کیا تھا۔ کہ اس نوجوان کو پولیس کا کوئی بہت بڑا افسر ہونا چاہیئے۔"

عبدالعزیز نے کہا: "یہ نوجوان ہم میں سے تو کسی کی سنتا نہیں آپ بات کر کے دیکھ لیجیئے۔"

بچن سنگھ نے یوسف سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "بھئی معاف کرنا، میرا خیال تھا کہ آپ فوجی لباس میں ہوں گے۔"

یوسف مسکرایا: "گرمی ہے سردار جی۔"

"یار گرمی تو مجھے بھی بہت تنگ کرتی ہے۔ لیکن وردی بھی تو ضروری ہوتی ہے۔"

یوسف نے کہا: "سردار جی میں ابھی پڑھتا ہوں اور طالب علم کی کوئی وردی نہیں ہوتی۔ میں صرف اپنی سہولت دیکھا کرتا ہوں۔"

قائم دین ذرا ہٹ کر بیری کے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور ایک کانسٹیبل اس کے سر پر کھڑا ہو پوچھ رہا تھا: "تمہیں معلوم ہے تھانے دار صاحب نے تمہیں کیوں

"جی ان کا حکم بلا میں آ گیا۔"

"تمہیں یہ معلوم ہے کہ انہوں نے حکم کیوں بھیجا تھا؟"

"جی یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"دیکھو میری بات سنو جب ایک آدمی قتل کے مقدمہ میں پھنس رہا ہو تو اسے بڑے ہوش سے بات کرنا چاہیئے۔"

قائم دین کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ کانسٹیبل نے پوچھا:

"تم نے کسی کو پھانسی پر لٹکے ہوئے دیکھا ہے؟"

"بالکل نہیں جناب۔ میں نے تو جیل خانہ بھی نہیں دیکھا"

"معلوم ہوتا ہے کہ تم اب سب کچھ دیکھ لو گے۔ تمہارے گاؤں کے کچھ لوگ شاید یہاں آئے ہوئے ہوں۔ اگر تم اپنے گھر کوئی پیغام بھیجنا چاہتے ہو۔ تو ابھی موقع ہے۔"

قائم دین نے اٹھ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی اور پھر ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "جی ہمارے گاؤں کا ایک آدمی اور اس کا لڑکا اس طرف بیٹھا ہوا ہے۔ اس کا نام ہردیال سنگھ اور اس کے لڑکے کا نام جگجیت سنگھ ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے بات کر آؤں۔"

"تم بیٹھے رہو۔ وہ یہیں پہنچ جائیں گے۔"

کانسٹیبل لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور دوسرے کانسٹیبل کو اشارے سے بلا کر کچھ سمجھانے کے بعد واپس آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ہردیال سنگھ اور جگجیت سنگھ بھاگتے ہوئے قائم دین کی طرف آ رہے تھے۔

قائم دین نے کہا: "سردار ہردیال سنگھ میرے لئے آپ کو تکلیف کرنی پڑے گی۔ آپ بھاگ کر جائیں اور میری بیوی کو اطلاع دے دیں کہ مجھے قتل کے الزام میں پکڑا جا رہا ہے۔"

اردو فینز ڈاٹ کام

کانسٹیبل نے کہا "بھئی ہر الزام کی کوئی وجہ ہوتی ہے۔ تمہاری بیوی یہ کیسے سمجھے گی۔ کہ تم پر شبہ کیوں کیا جا رہا ہے؟"

"جی میں یہ کیسے بتا سکتا ہوں کہ مجھ پر شبہ کیوں کیا جا رہا ہے"۔

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا کوئی ساتھی قاتلوں کا دوست ہو۔ یا تمہارے پاس کوئی ایسے آدمی دیکھے گئے ہوں۔ جن پر شبہ کیا جا سکتا ہو"۔

"جناب، جو آدمی میرے پاس رہتے تھے۔ ان میں سے تو ایک بہت ہی بزرگ ہے۔ دور دور تک لوگ اس کے مرید ہیں اور کچھ عرصہ سے اُس کے دو مرید وہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ لیکن کل صبح ہوتے ہی وہ کہیں چلے گئے تھے"۔

کانسٹیبل نے کہا "بھئی ہماری اطلاعات کچھ اور ہیں۔ کل کافی دن چڑھے تک انہیں دوسرے گاؤں اور پردیسی درختوں کے آس پاس دیکھا گیا ہے۔ وہ قاتلوں کے سرغنہ بھگوان سنگھ کے ساتھ پھرتے ہوئے دیکھے گئے تھے۔ اب تم نے یہ سوچنا ہے۔ کہ تمہارے حق میں وہ باتیں کیا ہیں جو تمہیں قاتلوں کے ساتھ پھنسانے سے بچا سکتی ہیں۔ یا وہ کون سی باتیں ہیں جن کی وجہ سے تم پھنس سکتے ہو۔ تم سے زیادہ ان لوگوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جو تمہارے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ پیر کوکے شاہ اور اس کے دو ساتھی جو تمہارے پاس رہتے تھے۔ ان کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔ اور تمہارے تعلقات ان سے کیا تھے؟"

"جناب میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ عالم بی بی، سائیں کوکے شاہ جیسے لوگ کالا پیر بھی کہتے ہیں کی مریدنی ہے اور اگر بیوی کا پیر گھر میں آ جائے تو خاوند کو بھی اس کا ادب کرنا پڑتا ہے"۔

"اچھا قائم دین تم اس کے متعلق یہ جانتے ہو کہ وہ دوائیاں بھی بنایا کرتا تھا؟"

"جی ہاں! دوائیاں لینے تو لوگ اس کے پاس دور دور سے آتے ہیں"۔

"تم بھی کبھی گئے ہو اس کے پاس دوائی لینے کے لئے؟"

"جی، میں کبھی دوائی لینے نہیں گیا، لیکن جب کبھی ان کے گاؤں سے گزر ہوتا تھا، تو میں انہیں سلام ضرور کیا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے پھل یا مٹھائی بھی لے جاتا تھا"۔

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری بیوی بڑی دیر سے بیمار ہے"۔

"نہیں، جی یہ بات تو نہیں۔ ویسے عورتوں کو کوئی نہ کوئی تکلیف ہو جاتی ہے اور وہ علاج کے لئے ایسے لوگوں کی طرف جاتی ہیں۔ جن پر اُن کا اعتقاد ہو۔ عالم بی بی کا کوکے شاہ پر اتنا اعتقاد ہے۔ کہ اگر وہ بخار یا کسی اور تکلیف میں ہو اور سائیں جی جاتے جاتے اسے پھونک مار جائیں تو وہ اُٹھ کر بیٹھ جاتی ہے۔ کبھی کبھی وہ ایک چھوٹی سی پڑیا بھیج دیتے ہیں۔ اس سے بھی اس کی صحت بالکل ٹھیک ہو جاتی ہے"۔

"اچھا ٹھہرو میں ابھی واپس آ کر تم سے اور باتیں کروں گا۔ ہردیال سنگھ تم اب اپنے بیٹے کے ساتھ چھٹی کرو۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھے اب خود جانا پڑے گا"۔

کانسٹیبل تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا شیشم کے درختوں کی طرف بڑھا اور وہاں کچھ دیر پریم سنگھ کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ پریم سنگھ نے ہاتھ کے اشارے سے یوسف کو بلایا۔ اور یوسف نے کھاٹ سے اٹھ کر بیری کے درخت کی طرف دیکھنے کے بعد سامنے کیکر کے درخت کا رخ کرتے ہوئے پریم سنگھ اور کانسٹیبل کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ دونوں کیکر کی چھاؤں میں اس کے پاس پہنچ گئے۔ یوسف نے کہا: "سردار پریم سنگھ آپ نے یہ خیال نہیں کیا کہ ہمارا قائم دین کے سامنے بات کرنا مناسب نہیں تھا"۔

پریم سنگھ نے کہا "جی مجھے وہ کوئی ہوشیار آدمی معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن میں بے احتیاطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ جو سوالات آپ نے قائم دین سے پوچھنے کے لئے کہا تھا۔ وہ اس سے پوچھ لئے گئے ہیں۔ یہ بہتر ہوگا کہ آپ خود ہی کانسٹیبل سے مفصل رپورٹ سن لیں"۔

یوسف نے کہا۔ "میں رپورٹ سننے کی بجائے سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جواب دیتے جائیں۔"

کوئی دس منٹ کی گفتگو کے بعد یوسف نے کانسٹیبل سے کہا۔ "بھئی تم کافی سمجھ دار معلوم ہوتے ہو۔ اب اس سے چند اور سوال پوچھنے ہیں۔ نمبر ایک، باہر سے آنے والے مریضوں کو جو دوائیاں وہ یہاں سے دیا کرتا ہے۔ اُن میں سے کوئی یہاں بھی تیار ہوتی ہے۔ نمبر دو، جو دوائیاں تیار ہوتی ہیں۔ ان میں کون سا زہر استعمال کیا جاتا ہے۔ نمبر تین، جو زہر خطرناک ہوتے ہیں۔ انہیں صحت کے لئے مفید بنانے کا کیا طریقہ ہے۔ نمبر چار، کیا کبھی قائم دین یا اس کی بیوی بھی سائیں کو کے شاہ کے حکم پر زہر خریدنے گئی ہے اور اگر گئی ہے۔ تو وہ کس جگہ اور کس دکاندار کے پاس گئی ہے ——— اب تم جاؤ اور قائم دین کے ساتھ اس کے گھر کا رُخ کرو۔ اور راستے میں اس سے یہ سوالات پوچھتے جاؤ۔ گھر پہنچ کر قائم دین کو اپنی بیوی کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرنے کا موقع دو۔ اور جب وہ چیختی چلاتی تمہارے پاس آئے تو تم اسے یہ مشورہ دو کہ وہ کو کے شاہ اور اس کے ساتھیوں کا پتہ دے کر اپنے خاوند کو بچا سکتی ہے اور شاید خود بھی ایک بڑی تکلیف سے بچ سکتی ہے۔ وہ یہاں پہنچنے کی ضد کرے تو اسے ڈانٹ دینا اور یہ سمجھا دینا کہ وہاں پولیس کے بڑے بڑے افسر آئے ہوئے ہیں اور تم جاتے ہی گرفتار ہو جاؤ گی ——— دیکھو! اگر وہ ہمارے متعلق کچھ پوچھے تو یہ کہہ دینا کہ ہم اسے بچانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر پولیس پر یہ ثابت ہو گیا کہ وہ قاتلوں کو گرفتاری سے بچانے کی کوشش کر رہی ہے تو ہم اس کی کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ اور اگر پولیس کو اطمینان ہو گیا۔ کہ تم مجرموں کی پردہ پوشی نہیں کر رہی ہو تو ہو سکتا ہے کہ قائم دین کو فوراً رہا کر دیا جائے۔ ایک بات جو تمہیں خاص طور پر دیکھنی چاہیے۔ وہ کو کے شاہ کی لیبارٹری ہے۔ جہاں وہ ادویات تیار کرتا ہے۔ اگر کوئی ادویات یا ان کا خام مال مل جائے تو اسے اپنے قبضے میں لے لو اور قائم دین کی بیوی کے اُس

بکس کی تلاشی بھی لو۔ جہاں وہ اپنے پیر کے تبرکات رکھا کرتی ہے۔ وہاں اگر کوئی دوائی مل جائے تو وہ بھی ضبط کر لینا۔ کیونکہ یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ وہ جرائم پیشہ پیر زہر کا کاروبار کرتا ہے۔ اگر ضرورت محسوس کرو۔ تو یہاں سے ایک اور آدمی اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔"

اے۔ ایس آئی پریم سنگھ نے کہا۔ "یوسف صاحب جس مسئلے پر اس قدر سنجیدگی سے بات کریں وہ بہت اہم ہوتا ہے۔ لیکن اگر تمہیں کوئی دوائی ملے تو بھگوان کے لئے اسے چکھ کر نہ دیکھ لینا کہ یہ زہر ہے کہ نہیں۔"

"جی آپ فکر نہ کریں۔ اگر ضرورت پڑ جائے تو یہ چھوٹا سا کام گاؤں کے آوارہ کتوں سے لیا جا سکتا ہے۔"

پریم سنگھ نے کہا۔ "تم یوسف صاحب کو اچھی طرح جانتے ہو؟"

"جی، انہوں نے اُرجن سنگھ ڈاکو اور اس کے ساتھیوں کو پکڑا تھا۔"

"واہ، تم نے صرف یہی سنا ہے اِن کے متعلق۔ کسی نے یہ نہیں بتایا کہ ان کے مشورے پر عمل کرنے سے مجھے اور بہادر سنگھ کو فوری ترقی مل تھی۔"

"جی ہاں، میں نے یہ بھی سُنا ہے۔"

"تو پھر وقت ضائع نہ کرو۔ یہاں سے بھاگو اور اگر تم نے یوسف صاحب کے حکم کے مطابق کوئی تسلی بخش کام کیا تو تمہیں بہت فائدہ پہنچے گا۔ میں تمہارے ساتھ ایک اور ہوشیار کانسٹیبل بھیج دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر پریم سنگھ کانسٹیبل کی طرف متوجہ ہُوا: "تم بھاگ کر جاؤ اور معراج دین کو بلا لاؤ۔" سکھ کانسٹیبل نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اپنے مسلمان ساتھی کو بُلا لایا۔ پریم سنگھ نے کہا: "معراج دین تم گیان سنگھ کے ساتھ ایک اہم مہم پر جا رہے ہو۔ گیان سنگھ کو تمام باتیں سمجھا دی گئی ہیں اور وہ تمہیں سمجھا دے گا۔ ملزم قائم دین سے کام لینے کے لئے تمہیں سمجھ داری کا ثبوت دینا پڑے گا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ ٹرک جو پوسٹ مارٹم کے لئے لاشیں لے کر گیا تھا۔ واپس آگیا

اور بیلا سنگھ کے رشتہ دار لاشوں کو کھاٹوں پر ڈال کر مرگھٹ کی طرف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر بعد وہاں بیلا سنگھ، اس کی بیوی اور بوڑھے نوکر کی چتاؤں کے شعلے نظر آ رہے تھے اور وہ ٹرک جو لاشوں کو لے کر واپس آیا تھا۔ اب بھگوان سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو طبی معائنہ کے لئے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر لے جا رہا تھا۔ دو مسلح کانسٹیبل زخمیوں کی نگرانی کر رہے تھے اور ایک زخمی ہردیپ سنگھ کو کسی حد تک ہوش آ چکا تھا۔

پانچ منٹ بعد یوسف اور پریم سنگھ، بیلا سنگھ کی بیرونی حویلی کے کشادہ برآمدے میں بھگوان سنگھ اور ہردیپ سنگھ کو لیٹا ہوا دیکھ رہے تھے۔ یوسف نے ایک آدمی سے پوچھا: "کہر سنگھ کا کیا حال ہے؟"

ایک کانسٹیبل نے جواب دیا۔ "جی وہ اندر کی حویلی کے برآمدے میں پڑا ہوا ہے اور کبھی کبھی اسے ہوش آتا ہے۔ لیکن وہ بھگوان سنگھ، ہردیپ سنگھ اور کالے پیر کو آوازیں دے کر پھر بیہوش ہو جاتا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ شور مچا رہا تھا 'میرے سب ساتھی مارے گئے ہیں۔ بھگوان سنگھ بھی مارا گیا ہے۔ اور میں بھی مر رہا ہوں۔'"

یوسف اور پریم سنگھ وہاں سے اس طرف چل پڑے جہاں پولیس کے افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ راستے میں یوسف نے کہا: "میرا خیال ہے۔ کہ اب انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنا ضروری ہے۔"

پریم سنگھ نے کہا: "جی! میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ آس پاس کے لوگ جو یہاں آئے تھے۔ ہردیپ سنگھ کے متعلق خاص طور پر یہ کہتے تھے کہ وہ شراب کے نشے میں دھت ہوئے بغیر ایسی واردات میں حصہ نہیں لے سکتا۔ گاؤں کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے بیلا سنگھ کو چند لاٹھیاں ماری تھیں۔ لیکن زیادہ لوگ یہ گواہی دیتے ہیں کہ جب بھگوان سنگھ اور کہر سنگھ بڑکیں مار رہے تھے تو وہ یہ دہائی دے رہا تھا۔" او کہر سنگھ! عورت کو مارتے

ہو شرم کرو، میں اس پاپ میں حصہ نہیں لے سکتا، میں جا رہا ہوں۔" بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے چھت کے اوپر سے بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ بھگوان سنگھ کو بھی گالیاں دے رہا تھا۔ چند عیسائیوں نے اسے بیلا سنگھ کی حویلی سے نکل کر کھیتوں کا رخ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

یوسف نے کہا، "مجھے یقین ہے کہ اگر یہی وہ آدمی ہے۔ جو اپنا ایک جوتا بطور نشانی چھوڑ کر بھاگا تھا تو اس سے بہت کچھ اگلوایا جا سکتا ہے۔ میں ان دو آدمیوں کے متعلق معلوم کرنا بہت ضروری سمجھتا ہوں۔ جو سائیں کو کے شاہ کے پاس آئے ہوئے تھے۔"

"جناب ذرا بہادر سنگھ سنبھل جائے۔ تو ہم سچ اگلوانے کا کام اس کے سپرد کر دیں گے۔"

تھانیدار نبی داس تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ان کے قریب پہنچا اور بولا "یوسف صاحب آپ ہماری طرف آ رہے تھے اور ڈی ایس پی صاحب آپ کو دیکھتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے، لیکن آپ چلتے چلتے رُک کر باتیں کرنے لگ گئے۔ اب ڈی ایس پی صاحب نے مجھے آپ کو بلانے کے لئے بھیجا ہے۔ اور آپ سے علیحدگی میں کوئی بات کرنے کے لئے ایک چارپائی ذرا دور رکھوا دی ہے۔"

یوسف نے پریم سنگھ سے کہا: "سردار جی آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یوسف وہاں سے چل دیا۔ ایک منٹ بعد وہ بچن سنگھ اور عبدالعزیز کے سامنے کھڑا تھا۔ بچن سنگھ نے کہا۔ "ہم تو آپ کے درشن کو ترس گئے تھے۔"

یوسف نے کہا "سردار جی آپ چچا جی سے باتیں کر رہے تھے۔ اس لئے میں نے چھوٹے چھوٹے کاموں میں مصروف رہنا زیادہ مناسب سمجھا۔"

بچن سنگھ نے عبدالعزیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "جناب آپ کی طرح یوسف صاحب کے چھوٹے چھوٹے کام بھی بہت اہم ہوتے ہیں۔ جب مجھے فون پر یہ اطلاع ملی تھی۔ کہ آپ ان کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ تو میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ یہ اس تھانے کی خوش قسمتی ہے۔ اور جب میں نے یہ سنا کہ۔ یہاں پولیس کی آمد سے پہلے ہی قاتلوں کا سرغنہ اور اس کے دو ساتھی پکڑے جا چکے ہیں۔ تو مجھے کوئی حیرت نہ ہوئی۔ اور اب اگر یوسف صاحب کوئی اور اچھی خبر سنا سکیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

یوسف نے جواب دیا: "سردار جی، اچھی خبر یہ ہے۔ کہ گرفتار ہونے والوں میں سے ایک ایسا بھی ہے جس سے آپ کو حیرت انگیز باتیں معلوم ہوں گی۔ اگر آپ نے ارجن سنگھ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق پوری فائل دیکھی ہے۔ تو اس کیس کی بھی ایک دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ ایک معتبر آدمی جو پچھلی مرتبہ گرفتار ہونے سے بچ گیا تھا۔ شاید اس کیس میں نہ بچ سکے۔ میں ایک ایسی صورت حال اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں۔ جب ہر مجرم اس کے خلاف گواہی دینے پر آمادہ ہو جائے گا۔ اور ان پناہ گاہوں کی طرف اشارہ کرے گا۔ جہاں دوسرے قاتل چھپے ہوئے ہیں۔"

تین گھنٹے بعد قائم دین کو ساتھ لے جانے والے کانسٹیبل واپس آ گئے۔ ان کے ساتھ گاؤں کے دو آدمی گٹھڑیاں اٹھائے ہوئے تھے اور قائم دین کے سر پر ٹین کا بکس تھا۔ پریم سنگھ اور بنسی داس نے ان کے ساتھ باتیں کرنے کے بعد اسے ڈی ایس پی کے سامنے پیش کر دیا۔

"بھئی ان گٹھڑیوں اور اس صندوق میں کیا ہے؟"

کانسٹیبل نے جواب دیا: "جناب یہ وہی سامان ہے جسے ضبط کرنے کے متعلق ہمیں حکم دیا گیا تھا۔"

پریم سنگھ نے جواب دیا: "سر یہ کچھ تیار کی ہوئی دوائیاں ہیں۔ جو کوکے شاہ لوگوں کو دیا کرتا تھا۔ اور باقی وہ خام مال ہے جس سے دوائیاں تیار کی جاتی ہیں۔ اس جرائم پیشہ پیر پر یہ شک کیا جاتا ہے کہ وہ دوائیوں میں زہر ملا کر بھی فروخت کرتا ہے۔"

بچن سنگھ نے پوچھا: "اس کا کچھ سراغ ملا ہے؟"

"جی وہ کل صبح سے غائب ہے اور اس کے ساتھ دو اور آدمی بھی تھے جو چند دنوں سے اس کے پاس رہتے تھے۔"

عبدالعزیز نے کہا: "سردار جی میں نے ان تینوں کو دیکھا ہے اور تینوں جرائم پیشہ معلوم ہوتے تھے۔"

پریم سنگھ نے کہا: "جناب اس جرائم پیشہ حکیم سائیں کوکے شاہ کا گاؤں تو ضلع امرتسر میں ہے۔ باقی دو آدمی جو چند دن سے اس کے پاس آتے ہوتے تھے وہ اجنبی تھے۔ اور کوکے شاہ کی گرفتاری سے پہلے شاید ان کا سراغ نہ مل سکے۔"

عبدالعزیز نے کہا: "میں نے اپنے کیمرے سے ان کی تصویریں لینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن جب تک نیگیٹو (Negative) کسی تجربہ کار فوٹو گرافر سے صاف ہو کر نہیں آتے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں۔ اگر گورداس پور میں کوئی اچھا فوٹو گرافر موجود ہو تو یہ کام وہاں سے کروایا جا سکتا ہے۔ ورنہ میں لاہور سے کسی قابل اعتماد فوٹو گرافر سے یہ کام کروا لوں گا۔"

بچن سنگھ نے کہا: "جناب یہ کام آپ لاہور سے ہی کروائیں۔ جن لوگوں کی صورتیں دیکھ کر ہی آپ ان کی تصویریں لینے پر آمادہ ہو گئے تھے وہ یقیناً جرائم پیشہ ہوں گے —— تھانیدار صاحب! یہ سامان ہیڈ کوارٹر بھیج دیجیے۔ تاکہ وہاں سے لیبارٹری کو بھیجا جا سکے۔ اب آپ لوگ اپنا کام کریں۔ میں یوسف صاحب سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

بنسی داس نے کہا: "جناب فی الحال یہاں ہمارا کام تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اگر آپ

پسند فرمائیں۔ تو تھانے میں آپ کے قیام کا انتظام کر دیا جائے۔"

یوسف نے کہا۔ "جناب اِن کے آرام کا انتظام ہمارے مہمان خانے میں بھی ہو سکتا ہے۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "ہاں، سردار جی۔ کیا یہ اچھا نہیں ہوگا۔ کہ آپ کل تک میرے ساتھ رہیں۔ میں صبح ہوتے ہی آپ کو اپنی موٹر پر گوروداس پور چھوڑ آؤں گا۔"

بچن سنگھ نے کہا۔ "نہیں جناب میرا تھانے میں ٹھہرنے کا بھی کوئی ارادہ نہیں ہے میں بنسی داس کے ساتھ موٹر سائیکل پر شہر تک جاؤں گا اور وہاں سے گاڑی یا بس پر گوروداس پور پہنچ جاؤں گا۔ وہاں بہت سا کام میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ آپ اگر یہاں چند دن ٹھہریں تو بنسی داس اور اس کا سٹاف آپ کی موجودگی سے بہت فائدہ اٹھا سکے گا۔"

عبدالعزیز نے جواب دیا۔ "نہیں بھائی، میں پرسوں ہر صورت میں چلا جاؤں گا۔ اور یہاں سے روانہ ہونے تک میں پوری توجہ سے اس کیس پر کام کروں گا۔"

"اور یوسف صاحب تو یہیں رہیں گے نا؟"

"نہیں وہ بھی میرے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں آپ سے بہادر سنگھ کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک قابلِ اعتماد افسر ہے۔ اور جب تک وہ اے۔ ایس۔ آئی نہیں بن جاتا۔ اسے اسی تھانے میں رہنا چاہیئے۔ حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ بیلا سنگھ کی لڑکی کے لئے فوری طور پر ایک محافظ کی ضرورت ہے۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ اس کی شادی میں تاخیر نہ ہو اور مجھے اُمید ہے کہ جب میں بہادر سنگھ کے باپ سے بات کروں گا۔ تو وہ اور بیلا سنگھ کے باقی رشتہ دار میری اس تجویز کی حمایت کریں گے۔ سردار صاحب آپ ایک بات کا ذِمّہ لیں، کہ اس مسئلہ میں آپ پوری دلچسپی لیں گے۔ جن زخمیوں کو علاج اور معائنہ کے لئے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر بھیجا گیا ہے۔ ان کی تحقیقات کا کام کسی تجربہ کار افسر کے سپرد کر دیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ انہیں ہوش میں آتے ہی ایک دوسرے سے

الگ کر دیا جائے۔ اور ہردیپ سنگھ پر خاص توجہ دی جائے۔ کیونکہ وہ ان تینوں سے زیادہ ڈرپوک معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سے سچ اگلوانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی پولیس کے جال میں ایک بڑی مچھلی کے پھنس جانے کی توقع ہے اور اس کے متعلق پریم سنگھ کی معلومات کافی ہیں۔ اگر قاتلوں کے گروہ کے تمام آدمی پکڑے گئے تو ایک لڑکے کی کارگزاری پولیس سے بڑے انعام کی حقدار ہو گی۔ جو افسر ارجن سنگھ ڈاکو اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری میں حصہ لے چکے ہیں۔ وہ آپ کو یہ بتا سکیں گے۔ کہ وہ لڑکا کون ہے۔ میں اس وقت اس کا نام لے کر اس کی جان خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ مناسب وقت پر بہادر سنگھ یا پریم سنگھ اس ہونہار لڑکے کو آپ کے سامنے پیش کر دیں گے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کی تعلیم کا انتظام ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں کروا دیں۔"

بچن سنگھ نے کہا۔ "عبدالعزیز صاحب شاید آپ کو اس بات پر یقین نہ آئے، کہ آپ صاحب نے ڈاکوؤں کے متعلق جو دلچسپ رپورٹ لکھی تھی۔ وہ میں نے اتنی بار پڑھی ہے کہ اب زبانی یاد ہو گئی ہے۔ اس لئے میں اس لڑکے اور اس کے بہادر باپ کو جانتا ہوں۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "یار یہ عجیب بات ہے۔ اگر آپ اتنا کچھ جانتے تھے۔ تو اتنی دیر انجان بن کر مجھے کیوں کھپاتے رہے؟"

"یار، بات یہ ہے کہ آپ کی باتیں سُن کر میں خوش ہو رہا تھا۔ میں چند دن بعد پھر یہاں آؤں گا۔ اور ان تمام لوگوں سے ملوں گا۔ جنہوں نے ڈاکوؤں کی گرفتاری میں حصّہ لیا تھا۔ میں پردیسی درخت بھی دیکھوں گا۔ اور پھر جامن کے اس درخت کو جا کر سلام کروں گا جس کی وجہ سے ارجن سنگھ جیسا خطرناک ڈاکو اور قاتل گرفتار ہوا تھا۔"

پریم سنگھ نے آگے بڑھ کر کہا۔ "سر ایک مسئلہ باقی رہ گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قائم دین کا کیا کیا جائے؟"

کرتا ہے۔ اگر کو کے شاہ اور اس کے ساتھیوں نے غائب ہونے سے پہلے اپنے جرم کی قیمت وصول نہیں کر لی تھی۔ تو وہ ضرور اس کے پاس آئیں گے۔ میں لاہور پہنچتے ہی ان کی تصویریں تھانے میں بھجوا دوں گا۔ اگر دینا ناتھ جیسے لوگوں کو اچانک ان کی تصویریں دکھا کر اس کا ردِعمل دیکھا جائے تو یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس حد تک ان کے موجودہ ٹھکانے سے واقف ہیں۔ دینا ناتھ کے نوکروں کو بھی وہ تصویریں دکھا کر بہت کچھ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ بہادر سنگھ! اگر تم شادی کے بعد سردار بیلا سنگھ کے گھر کو آباد رکھو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ اجیت کور کے لئے ایک پستول کے لائسنس کے متعلق ڈی ایس پی سے بات ہو چکی ہے۔ پریم سنگھ کو یہ یاد دلا دینا کہ اجیت کور کی طرف سے لائسنس کی درخواست لکھ کر اور اس کے دستخط کرا کر فوری طور پر آگے بھیجنا اس کی ذمہ داری ہے۔ پھر پستول خریدنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی اس کا انتظام ہو چکا ہے۔ میں سردار بیلا سنگھ کے رشتہ داروں کو یہ مشورہ دے چکا ہوں کہ آپ اگر پسند کریں، تو یہیں بیلا سنگھ کی حویلی میں رہ سکتے ہو اس قتل سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ قاتل بیلا سنگھ کی جائیداد سے بہت جلتے تھے اور انہیں شہہ دینے والا کوئی ایسا آدمی تھا جسے اس قتل سے کسی فائدہ کی امید تھی۔ وہ دینا ناتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اور کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب دینا ناتھ پر ہاتھ ڈالا جائے گا تو بہت سی باتیں صاف ہو جائیں گی۔ اب میں تمہیں وہ کاغذ دے جاتا ہوں۔ اس کے بعد ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اور یہ تو شاید تمہیں معلوم ہی ہوگا۔ کہ تمہاری ماں جی اور اجیت کور ہمارے ساتھ جائیں گی۔ ہم ان کو گاؤں اتار دیں گے۔"

"تو بھائی صاحب آپ جلدی سے وہ کاغذ لا کر دے دیں۔ میرا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ لوگ خیال کریں گے۔"

"کیا خیال کریں گے لوگ؟" کوشش کے باوجود بہادر سنگھ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

"یار لوگ یہی خیال کریں گے۔ کہ میں اجیت کور کے لئے آتا ہوں۔"

"تو اس میں غلط بات کون سی ہے؟ بھئی بہادر سنگھ لوگوں کی پرواہ نہ کیا کرو۔ تمہیں اس بات کی خوشی ہونی چاہیئے کہ اجیتو بے وقوف نہیں ہے ——— اچھا میں دو منٹ میں تمہارے کاغذ لے کر آتا ہوں۔"

یوسف تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا چل دیا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ بہادر سنگھ کو کاغذات دے رہا تھا۔ بہادر سنگھ نے کاغذ لیتے ہوئے کہا۔ "یوسف جی! میں یہ اتنا پڑھوں گا، کہ زبانی یاد ہو جائے۔ آپ چچا عبدالعزیز صاحب اور بھی جی کو میرا سلام کہہ دیں۔ اب میں سیدھا تھانے جاؤں گا اور پریم سنگھ کو علیحدہ بٹھا کر آپ کی ہدایات سناؤں گا۔"

"اچھا بھئی تم جاؤ ہم نے جلدی یہاں سے روانہ ہونا ہے۔" یوسف نے اس سے بغلگیر ہوتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد یوسف موٹر چلا رہا تھا اور عبدالعزیز اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پچھلی سیٹ پر بلقیس، اجیت کور، بہادر سنگھ کی ماں اور بہن بیٹھی ہوئی تھی۔ بلقیس نے ایک بار پھر اجیت کور کے مستقبل کا قصہ چھیڑ دیا اور بہادر سنگھ کی ماں سے کہا۔ "بہن مجھے معلوم نہیں کہ دنیا کو یہ بات کیسی لگے گی۔ لیکن آپ کو وہ سب لوگ جو تھوڑی بہت عقل رکھتے ہیں، یہی کہیں گے کہ اس بات میں کوئی تاخیر نہیں ہونی چاہیئے۔"

بہادر سنگھ کی ماں بولی۔ "بی بی جی، یوسف اجیتو کا منہ بولا بھائی ہے اور بہادر سنگھ اسے اپنا بہترین دوست سمجھتا ہے۔ اس لئے یوسف جو فیصلہ کرے گا۔ وہ غلط نہیں ہوگا جب وہ اجیتو کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے رخصت کرے گا۔ تو کسی کو اس کی چیخیں سنائی نہیں دیں گی۔ اور بہن! میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ مجھے اس کی ماں کی موت کے بعد ایک دوہری ذمہ داری ادا کرنی پڑے گی۔ ماں کی بھی اور پھر ساس کی بھی۔ اور بہادر سنگھ کے باپ کے لئے یہ بہو سے زیادہ ایک بیٹی ہوگی۔"

بچن سنگھ نے کہا۔"اس سوال کا جواب تمہیں یوسف صاحب سے پوچھنا چاہیئے"۔

یوسف آگے بڑھ کر بولا۔"سردار صاحب اس کیس میں قائم دین بڑے مجرموں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ایک اہم گواہ ہے۔اس لئے پولیس کی حفاظت میں ہے۔آپ چاہیں تو اسے تھانے میں رکھیں۔ یا یہ بہتر ہوگا کہ اسے گھر بھیج دیا جائے اور ایک کانسٹیبل اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا جائے"۔

غروب آفتاب کے وقت پولیس کی پارٹی گاؤں سے روانہ ہو چکی تھی اور تھوڑی دیر بعد بہادر سنگھ اور اس کے تمام رشتہ دار میاں عبدالرحیم کے گاؤں کی طرف جا چکے تھے جہاں مہمان خانے میں اُن کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ کھانے کے بعد اجیت کور بہادر سنگھ کی ماں اور بہن' وہیں مکان کے ایک کشادہ کمرے میں بلقیس کے ساتھ ٹھہر گئی تھیں اور باقی لوگ بیلا سنگھ کے گھر آ گئے تھے۔ بلقیس کے اصرار پر یہ خواتین ایک دن اور یوسف کے گھر مہمان رہیں۔

تیسرے روز گاؤں کے لوگ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر نکلے۔ تو یوسف کو اچانک بہادر سنگھ بائیں طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ اس کی طرف بڑھا۔ اور عبدالرحیم اور عبدالعزیز باتیں کرتے ہوئے آگے نکل گئے۔ بہادر سنگھ نے سائیکل سے اترتے ہوئے یوسف سے کہا۔"یار میں آج بہت سویا ہوں۔ بھگوان کا شکر ہے کہ آپ چلے نہیں گئے"۔

"بھئی میں تمہیں ملے بغیر کیسے جا سکتا تھا۔ رات کچھ کام کرنے کا موقع ملا تھا اور میں نے چند صفحات لکھ لئے تھے ان میں تمہارے لئے اور پریم سنگھ کے لئے چند تجاویز ہیں۔ وہ اچھی طرح پڑھ لینا۔ پہلی تجویز تو یہ ہے کہ جب ہر دیپ سنگھ وعدہ معاف گواہ بن کر اس جرم کے ساتھ دینا ناتھ کا تعلق ثابت کر دے تو اسے فوراً گرفتار کر لینا چاہیئے۔ لیکن اس سے پہلے تم کو اس کے گھر کی سختی سے نگرانی کرنی چاہیئے۔ وہ لوگوں کو روپیہ دے کر جرم کروایا

بلقیس نے اجیت کور کے سر پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔"بیٹی سچ سچ بتاؤ۔ تم میری باتوں سے ناراض تو نہیں ہو"؟

اجیت کور نے جواب دینے کی بجائے اپنا سر اس کے کندھے سے لگا دیا۔

بلقیس نے کہا۔"مجھے معلوم تھا کہ تم ایک سمجھدار بیٹی ہو۔ اب اگر تم غصہ میں نہ آ جاؤ تو میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں۔ کہ کیا میں تمہاری شادی پر آؤں"؟

اجیت کور نے اس کا بازو پکڑ کر دبایا بلقیس نے ایک ثانیے کے توقف کے بعد پھر پوچھا۔"بیٹی میں نے پوچھا ہے۔ کہ میں آؤں تمہاری شادی پر"؟

اجیت کور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔

"بیٹی میں ضرور آؤں گی۔ اور تمہارے چچا بھی آئیں گے اور تمہارا یوسف بھائی بھی آئے گا۔ میں یہ چاہوں گی۔ کہ یوسف کے خاندان کے سب اچھے لوگ اس پیاری سی بیٹی کو ڈولی میں بٹھانے آئیں اور تمام بزرگ تمہیں اپنی نیک دعاؤں کے ساتھ رخصت کریں"۔

اجیت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔

"بیٹی ہم اس بات کا انتظام کر کے جا رہے ہیں کہ ہمیں وقت پر اطلاع مل جائے۔ یوسف کہتا تھا کہ اجیت کور بہت بہادر ہے۔ لیکن اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ تمہارے پاس پستول ہونا چاہیئے۔ ڈی۔ ایس۔ پی بچن سنگھ کو تمہارے چچا نے کہہ دیا ہے اور وہ پستول دلوانے میں پوری مدد کریں گے"۔

عبدالعزیز نے کہا۔"بیٹی مجھے اس بات کا بڑا دکھ ہے۔ کہ میں نے اسلحہ کے لائسنس کے لئے تمہارے باپ کی سفارش کی تھی۔ لیکن وہ اپنی لاٹھی اور کتوں کو کافی سمجھتے تھے۔ اور جس رات یہ مصیبت آئی تھی۔ ان کے کتے بھی ان سے دور تھے۔ اب بیٹی میں اس بات کا پورا انتظام کر کے جا رہا ہوں کہ اے ایس آئی پریم سنگھ خود تمہارے پاس آئے۔ اور

اسلحہ کے لئے درخواست پر تمہارے دستخط یا انگوٹھا لگوا کر آگے بھیج دے — تم دستخط کر لیتی ہو نا بیٹی ؟"

"جی، جب میں چھوٹی تھی تو پہلے ایک گیانی جی اور اس کے بعد کارخانے کے ایک بابو کی بیوی سے پڑھا کرتی تھی"

بلقیس نے کہا: "تو بیٹی اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اردو میں ہمارا خط پڑھ سکو گی اور اس کا جواب بھی دے سکو گی"

اجیت کور نے اسے اپنے ساتھ بھینچتے ہوئے کہا: "چاچی جی یہ تو میری خوش قسمتی ہے"

بلقیس نے کہا: "اچھا بیٹی جب تمہیں لائسنس مل جائے گا۔ تو ایک چھوٹا سا خوبصورت پستول میری طرف سے شادی کا تحفہ ہو گا — بیٹی تم ایک بہادر باپ کی بیٹی ہو۔ اور اس دنیا میں بہادر بن کر ہی زندہ رہ سکتی ہو۔ ہم جاتے جاتے تھانے میں بھی کہتے جائیں گے۔ کہ تمہیں فوری طور پر لائسنس دلانے کی کوشش کی جائے"

موٹر اجیت کور کے گھر کے سامنے رکی۔ پہلے بہادر سنگھ کی ماں اتر کر بلقیس سے گلے ملی اور اسے بہت سی دعائیں دیں اور پھر اجیت اس کے ساتھ چمٹ کر کہہ رہی تھی: "چاچی جی، مجھے بھول نہ جائیں۔ اور چاچا جی کو بھی یاد دلاتی رہیں۔ کہ ان کی بیٹی ان کی راہ دیکھا کرتی ہے"

عبدالعزیز نے کہا: "بیٹی ہم تمہارے لئے دعائیں کیا کریں گے"

اجیت اپنے آنسو پونچھتی ہوئی یوسف کی طرف متوجہ ہوئی: "ویر جی! میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں لینا چاہتی۔ کیونکہ مجھے یقین ہے۔ کہ آپ کا ہاتھ کبھی اپنی یتیم بہن کے سر سے دور نہیں ہو گا"

یوسف نے اس کے سر پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "دیکھو اجیت کور، بہن! اگر

میں لاہور پہنچ کر یہ سنوں کہ ہمیں رخصت کرنے کے بعد کسی نے تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھے تو ہمیں بہت اطمینان ہو گا"

"ویر جی، میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب مجھے روتا ہوا کوئی نہیں دیکھے گا"

یوسف نے کہا: "اجیت! تم اب ہمارے سامنے اپنے گھر کے اندر چلی جاؤ — چاچی جی آپ بھی اس کے ساتھ جائیں"

بہادر سنگھ کی ماں اجیت کور کا ہاتھ پکڑ کر حویلی کے دروازے کی طرف لے گئی۔ یہاں چند خواتین ان کے استقبال کے لئے کھڑی تھیں۔ ایک عمر رسیدہ آدمی جو کار سے چند قدم دور مردوں کے درمیان کھڑا تھا۔ آگے بڑھا اور اس نے یوسف سے بغلگیر ہونے کے لئے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا: "کاکا جی میں ان لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ کہ اچھے لوگوں کے تمام کام اچھے ہوتے ہیں۔ جب سردار بیلا سنگھ کی موت کی خبر ہمارے گاؤں میں پہنچی تھی تو میں راوی کے کنارے اپنے پرانے گاؤں گیا ہوا تھا۔ اب عام طور پر وہیں رہتا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے یہاں آ کر حالات سنے تو میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ بھگوان نے کتنی نیکیاں تمہاری قسمت میں رکھ چھوڑی ہیں۔ اگر مجھے کوئی تمہارا ذکر کئے بغیر یہ واقعات بتاتا تو بھی مجھے یقین ہو جاتا کہ ہمارے کاکا جی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا"

یہ سردار جگت سنگھ تھا۔

یوسف نے کہا: "سردار جی میں نے پہلی دفعہ یہ نام آپ کے منہ سے سنا تھا۔ اور آپ کے منہ سے یہ نام مجھے اچھا لگتا ہے۔ بھگت سنگھ نہیں آیا؟"

جگت سنگھ نے مڑ کر پیچھے دیکھتے ہوئے کہا: "آؤ بھگت سنگھ آگے آ جاؤ۔ اس دنیا میں دیوتاؤں کے درشن بار بار نہیں ہوتے"

بھگت سنگھ آگے بڑھا اور اس نے یوسف کو ہاتھ باندھ کر پرنام کیا۔ جگت سنگھ نے آگے بڑھ کر عبدالعزیز کو سلام کرتے ہوئے کہا: "جناب مجھے افسوس ہے کہ میں نے

اردو فنز ڈاٹ کام

آپ کی کار روک رکھی ہے۔"

عبدالعزیز نے اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔"سردار جی، کوئی بات نہیں۔ آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ مجھے اچھے لوگوں سے مل کر خوشی نہیں ہوتی۔"

"جناب، یہ بھی میری خوش قسمتی ہے کہ آپ مجھے اچھا سمجھتے ہیں۔"

یوسف نے کار کے قریب آ کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔"چچی جان، یہ وہی سردار جی ہیں جن کے ساتھ نسرین اور ماں جی نے سفر کیا تھا۔"

اور جگت سنگھ ہیں سے بولا۔"کاکا جی! بی بی جی کو میرا سلام کہہ دیں اور یہ بھی کہہ دیں کہ میں چھوٹی شہزادی کو بہت یاد کرتا ہوں ——————

—— آپ کے یہاں آنے سے لوگوں کو بڑا حوصلہ ہوا ہے۔ اور میں یوسف صاحب کی اس سوچ پر بہت خوش ہوں کہ وہ بیلا سنگھ کے گھر کو آباد دیکھنا چاہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جب آپ دوبارہ یہاں آئیں گے۔ تو آپ بہت خوش ہوں گے۔ بہادر سنگھ کا باپ اپنے گاؤں سے چند اچھے کسان یہاں لانے کے لئے گیا ہے۔ سردار بیلا سنگھ جی، اپنی کھیتی باڑی کی طرف ذرا کم توجہ دیا کرتے تھے۔ اب ہم سب اس کی زمین پر توجہ دیا کریں گے، لیکن میری درخواست ہے کہ کبھی کبھی آپ بھی اس گاؤں سے ہو جایا کریں۔ جہاں اچھے لوگوں کا سایہ پڑتا ہے وہاں سے بدی ختم ہو جاتی ہے۔"

عبدالعزیز نے کہا۔"سردار جی جب تک حالات تسلی بخش نہیں ہو جاتے آپ کو زیادہ وقت یہاں گزارنا چاہیئے۔ کیونکہ مجھے آپ، اجیت بیٹی اور بہادر سنگھ کے خاندانوں میں سب سے زیادہ بزرگ دکھائی دیتے ہیں۔"

"مہاراج آپ کو یہ شکایت نہیں ملے گی کہ میں نے اپنا فرض پورا نہیں کیا۔"

عبدالعزیز اس کے ساتھ مصافحہ کر کے کار میں بیٹھ گیا اور یوسف نے ہاتھ کے اشارے سے آس پاس کھڑے لوگوں کو سلام کر کے کار اسٹارٹ کر دی۔ اس پر بیلا سنگھ کی موت اور اجیت

کی بے چارۂ اتنا گہرا اثر تھا کہ اس نے راستے میں کسی سے بات نہ کی۔ امرتسر سے آگے عبدالعزیز نے کہا۔"یوسف بیٹا، میرا خیال ہے کہ بلقیس اپنی زندگی میں اتنی دیر خاموش نہیں رہی ہوگی یہ تھک گئی ہوگی۔ مجھے بھی تھکاوٹ محسوس ہو رہی ہے۔ تم اگر گھر پہنچ کر آرام کی ضرورت محسوس کرو تو سیدھے عبدالکریم صاحب کے گھر جاؤ۔ ہم شام کو وہاں آ جائیں گے۔ لیکن یہ بہتر ہوگا کہ تم اس سے پہلے تمام حالات سے انہیں خبردار کرو۔"

"بہت اچھا، چچا جان، میں منظور کو ملنے کے بعد فوراً وہاں جاؤں گا۔ اور مجھے امید ہے کہ عبدالکریم صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ چچی جان کو ضرور لائیے، غم دور کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ ایسے واقعات جو انہوں نے دیکھے ہیں اور جن سے انہیں تکلیف پہنچ   دوسروں کو سنا دیں۔"

———————

اردو فنز ڈاٹ کام

امینہ کی شادی

سات بجے کے قریب یوسف عبدالکریم کی کوٹھی میں داخل ہوا۔ تو امینہ نے برآمدے سے نکل کر اس کا خیر مقدم کیا اور اس کے ساتھ ڈرائینگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا:

"بھائی جان! آپ کے چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی پبلشر نے آپ کو تسلی بخش جواب نہیں دیا۔"

"ہاں بات تو کچھ اسی قسم کی ہے، لیکن میں مایوس نہیں ہوں۔"

میاں عبدالکریم اور رشیدہ کمرے میں داخل ہوئے۔ اور میاں عبدالکریم نے یوسف سے مصافحہ کرنے کے بعد اسے گلے لگا لیا۔

دو منٹ بعد وہ ساتھ والے کمرے میں چائے کی میز پر بیٹھ گئے تو علی اکبر آنکھیں ملتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا کہ بھائی جان آگئے ہیں۔"

یوسف نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے کہا۔ "بھئی غلطی میری ہے کہ میں نے آتے ہی تمہیں آواز نہیں دی۔"

علی اکبر مسکرایا۔ "بھائی جان! میں بہت غصے میں تھا، لیکن آپ کو دیکھ کر ہمیشہ میرا غصہ دُور ہو جاتا ہے۔"

"بھائی اس کے لئے تو میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ اب تم یہاں بیٹھ کر دودھ کا ایک گلاس پیو۔ کچھ کھاؤ اور پھر اپنے کمرے میں کتاب لے کر بیٹھ جاؤ۔ تمہارے ابو اور امی

سے ضروری باتیں کرنے کے بعد اگر مجھے وقت ملا تو تمہیں کوئی نئی کہانی سناؤں گا۔ لیکن تھوڑی دیر تک شاید دوسرے مہمان آجائیں اس لئے کہانی کی بات کل پر چھوڑ دیں۔"

علی اکبر نے جواب دیا۔ "لیکن کل والی کہانی بہت لمبی ہونی چاہیئے اور میں آپ کو کوئی اور کام نہیں کرنے دوں گا۔"

"بھائی، میں یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ میں تمہیں ناراض نہیں کروں گا۔"

تھوڑی دیر بعد علی اکبر ٹھنڈے دودھ کا ایک گلاس پینے اور دو تین بسکٹ کھانے کے بعد "السلام علیکم" کہہ کر چلا گیا۔ اور وہ چائے سے فارغ ہو کر باتوں میں مصروف ہوگئے۔

یوسف نے سفر کے واقعات سنانے شروع کئے۔ اور کچھ دیر وہ ہنستے اور مسکراتے رہے۔ پھر اس نے عبدالعزیز اور بلقیس کے ساتھ صبح کی سیر اور پردیسی درختوں کا ذکر کیا۔ تو بھی وہ مسکرا رہے تھے، لیکن جب اس نے عبدالکریم کے گاؤں اور اس کے گھر کا ذکر کیا تو ان کے چہروں سے مسکراہٹیں غائب ہوگئیں۔

یوسف کہہ رہا تھا: "چراغ بی بی کی مل وہاں تھی اور پیر کوکے شاہ بھی حویلی کے ایک کونے میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھا۔ دو خوفناک آدمی جن کے متعلق ہمیں یہ ثبوت مل چکا ہے کہ وہ سیٹھ دینا ناتھ سے ملا کرتے ہیں، نہ معلوم کب سے آپ کی حویلی میں رہتے ہیں۔ یہ حالات دیکھتے ہی مجھے شک ہوا تھا کہ علاقے میں کوئی بڑی واردات ہونے والی ہے۔ اور میں نے گاؤں کے کئی آدمیوں کو خبردار کر دیا تھا۔

سردار بیلا سنگھ، انسپکٹر صاحب کے وہاں جانے پر اتنا خوش تھا کہ سڑک سے آگے وہ علاقے کے آدمی جمع کر کے ہمارے گاؤں تک کا راستہ ٹھیک کروانے میں مدد دے چکا تھا۔ پہلے دن ہی اس نے ہماری دعوت کے لئے بٹیروں کا ایک ٹوکرا بھر کر ہمارے گھر بھیج دیا تھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ "میری زندگی میں اتنا بٹیر اس علاقے میں کبھی نہیں آیا۔ جب تک آپ یوسف کے گھر مہمان ہیں، آپ کو دونوں وقت بٹیر ملتے رہیں گے۔"

اردو فنز ڈاٹ کام

چچا جی نے کہا: "سردار جی! ہم نے آپ کی ایک معافی قبول کی ہے۔ دوسری قبول نہیں کریں گے۔"

وہ بولا: "آپ کی مرضی، لیکن میں ایک درخواست ضرور کروں گا اور وہ یہ ہے کہ واپسی پر آپ کے عزیزوں اور دوستوں کے لئے ایک ٹوکرا آپ کی کار میں رکھوا دیا جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ کم از کم بھابھی جی یہ سوغات لے جانے سے انکار نہیں کریں گی۔"

چچا جی نے کہا بھائی! میں تمہاری دل شکنی نہیں کروں گا۔ وہ ٹوکرا ہم اپنی کار پہ لے جانے کی بجائے میاں صاحب کے کسی نوکر کے ہاتھ لاہور بھیج دیں گے۔"

یوسف نے کچھ سوچ کر دوبارہ گفتگو شروع کی: "چچا جی! آپ بہادر سنگھ کو بھول تو نہیں گئے؟ وہ مسکرانے کے بعد اپنا ہونٹ اپنے ہاتھ سے اپنے دانتوں کے نیچے کیا کرتا تھا۔"

"یار، میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں۔"

"تو پھر آپ بیلا سنگھ کی لڑکی اجیت کور کو بھی جانتے ہوں گے۔"

امینہ بولی: "بھائی جان! میں نے اسے آپ کے گھر دیکھا تھا۔ ڈاکے کے بعد جب ہم آپ کے گھر آئے تو وہ اکثر وہاں آیا کرتی تھی۔ اور آپ کے گھر کی تمام عورتیں اسے پیار کرتی تھیں۔ وہ خوب صورت بھی تھی اور بارعب بھی۔ آپ اس کے متعلق کوئی بُری خبر تو نہیں لائے، بھائی جان!"

"امینہ! میں ایک خبر لے کر نہیں آیا۔ بہادر سنگھ اور اجیت کور کے رشتے کی بات چل رہی تھی۔ یہ رشتہ دونوں کے باپ پسند کرتے تھے، لیکن ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ جب ہم گاؤں پہنچے تو تیسرے دن چند میل دور بہادر سنگھ کے گاؤں میں اس کی بہن کی شادی تھی۔ وہ آیا اور اصرار کر کے چچا، چچی اور مجھ سے وعدہ لے لیا۔ چچا عبدالعزیز سے وہ پہلے وعدہ لے چکا تھا۔ ہم کار پہ بہادر سنگھ کے گاؤں پہنچ گئے۔ کیوں کہ وہ نہر کے کنارے تھا۔ سردار بیلا سنگھ اور اس کی بیٹی بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ میں نے موقع دیکھ کر سردار بیلا سنگھ اور بہادر سنگھ کے باپ دونوں سے بات کی اور بہادر سنگھ کی بہن کی ڈولی روانہ ہونے کے چند منٹ بعد بہادر سنگھ اور اجیت کور کے رشتے کا فیصلہ ہو گیا۔ اجیت کور، اپنے باپ کی طرح گھوڑے پر سوار ہو کر شادی پہ آئی تھی، اس لئے ہم نے اسے اپنے ساتھ کار میں بٹھا لیا اور چچا سے کہا کہ آپ اس کی سواری پہ سردار بیلا سنگھ کے ساتھ آجائیں۔

راستے میں شہر سے چچی جان نے ایک دوکان سے اس کے لئے شادی کے کپڑے، جوتے اور کچھ اور تحائف خریدے اور ہم راستے میں اسے اس کے گھر چھوڑ کر گاؤں آ گئے۔ کافی رات گزرنے کے بعد ہم سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ بیلا سنگھ کے گاؤں سے شور سنائی دیا۔ میں چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ بیلا سنگھ، اس کی بیوی اور اس کا ایک نوکر قتل ہو چکے ہیں۔ اجیت کور نے ہماری آوازیں سنیں تو وہ پرالی کے ڈھیر سے نکل کر باہر آ گئی۔"

وہ دم بخود ہو کر یہ واقعہ سن رہے تھے۔ رشیدہ آنسو بہا رہی تھی اور امینہ بڑی مشکل سے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی۔

جب یوسف نے تمام واقعات سنا دیئے تو عبدالکریم نے بڑی مشکل سے اپنا غم و غصہ ضبط کرتے ہوئے رشیدہ سے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا اب تم کیوں رو رہی ہو؟ —— —— عالم بی بی مجھے شروع سے ہی قابل نفرت نظر آتی تھی۔ اس کا باپ بھی جرائم پیشہ معلوم ہوتا تھا۔ تم کہتی تھیں کہ قائم دین ایک سادہ دل آدمی ہے، لیکن میں اسے ہمیشہ ایک بے وقوف سمجھتا رہا۔ خدا جانے اس میں اللہ کا کیا بھید ہے کہ جو مصیبت ہم پر ان کی وجہ سے آئی تھی وہ بیچارے بیلا سنگھ کے گھر پہ آئی ہے۔"

رشیدہ نے سہمی ہوئی آواز میں کہا: "بیلا سنگھ کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے مجھے اس کا بڑا دکھ ہے۔ مجھے اجیت سے بہت ہمدردی ہے۔ اتنی بھولی بھالی اور اتنی خوب صورت لڑکی اور اس کے ساتھ یہ ہوا ہے۔ لیکن چراغ بی بی کی ماں کا اس واقعہ سے کیا تعلق ہے؟"

میاں عبدالکریم نے کہا "یہ تو پولیس کی تفتیش کے بعد ثابت ہوگا۔ پھر جو میری بدنامی ہوگی۔ اس سے تم سب کو خوف آنا چاہیئے۔ میں تو اس وقت کو پچھتا رہا ہوں۔ جب میرے دل میں وہاں زمین خریدنے کا خیال آیا تھا۔ غضب خدا کا کہ وہ جرائم پیشہ بھی اور اس کے ساتھی بھی میرے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ پولیس صاحب اس کے جن دو ساتھیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جب ان پر قتل میں حصہ لینے کا جرم ثابت ہو جائے گا تو میں اس علاقے میں کسی کو منہ نہیں دکھا سکوں گا۔ اس وقت اگر چراغ بی بی کی ماں یہاں ہوتی تو میں اسے باہر کے بڑے کنوئیں میں الٹا لٹکا دیتا۔

——— بیٹا یوسف! تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں بے گناہ پھنس جاؤں گا۔"

"چاچا جی! آپ کی طرف سے ہم جو بات کریں گے۔ وہ زیادہ صحیح سمجھی جائے گی۔ اس لئے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔"

"لیکن میں جو وہاں زمین لے بیٹھا ہوں اس کا کیا کروں؟"

یوسف نے اطمینان سے جواب دیا۔ "آپ کچھ بھی نہ کریں۔ صرف قائم دین کو یہ حکم دیں کہ وہ اپنی بیوی کو فوراً گاؤں میں چھوڑ آئے یا اسے امرتسر کے قریب کسی بھٹے پر بھیج دے ورنہ لاہور میں اسے مصروف رکھنے کے لئے ایک نئے بھٹے کے لئے کام شروع کرا دیں۔ اور فضل دین کو گاؤں بھیج دیں۔"

"بیٹا یہ ٹھیک ہے، لیکن فضل دین کی مجھے ہر وقت اپنے پاس ضرورت ہے۔"

یوسف نے جواب دیا۔ "چچا جی! فضل دین کو مستقل طور پر وہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔ وہ سکھ جو ہم نے آپ کے پاس رکھوایا تھا، کافی قابلِ اعتماد ہے۔ اس کے بیٹے کی ہوشیاری آپ کو معلوم ہی ہے۔ ایک اور ملازم اس سے مشورہ کر کے رکھ لیا جائیگا اور تھوڑی سی تنخواہ بڑھانے پر وہ بہت خوش ہو جائے گا۔"

رشیدہ نے پوچھا "بیٹا! جب تم ہمارے گھر گئے تھے، تو تم نے قائم دین کو وہاں نہیں دیکھا تھا؟"

"جی نہیں۔ جب ہم واپس آ رہے تھے تو وہ ہمیں راستے میں ملا تھا۔ کہتا تھا کہ گاؤں میں ہمارا پتہ کرنے گیا تھا۔ لیکن وہ واقعی اتنا بے وقوف ہے کہ چچا عبدالعزیز اور چچی صاحبہ کو نہیں پہچان سکا۔"

عبدالکریم نے کہا "بیٹا! میں کس زبان سے اللہ کا شکر ادا کروں کہ جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو تم وقت پر پہنچ جاتے ہو۔"

"چچا جی! شکر تو مجھے کرنا چاہیئے کہ مجھے کسی نیکی کا موقع مل جاتا ہے۔"

رشیدہ بولی۔ "بیٹا! اس دفعہ عجیب بات ہوئی ہے کہ امینہ دو تین بار اسی خوف سے کانپتی ہوئی اٹھی ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت آ رہی ہے۔ ایک دن تو اس نے ہوش میں آتے ہی اصرار کیا کہ کسی کو بھائی جان کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجو کہ وہ فوراً پہنچ جائیں۔ میں سمجھا کرتی تھی کہ میری بیٹی کسی بات سے نہیں ڈرتی۔"

امینہ نے کہا "بھائی جان! جب قائم دین کو پولیس نے بلایا تھا تو اس کی بیوی نے گاؤں میں دہائی دی ہوگی، لیکن پولیس کے سامنے ایسی عورتیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ گھر میں اس نے بہت تماشا کیا ہوگا۔ بھائی جان! مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں وہاں نہیں تھی۔ اگر گوکے شاہ کے سامان سے کوئی زہر نکل آیا تو قائم دین اور اس کی بیوی پر بھی مصیبت آئے گی۔"

"ضرور آئے گی۔" عبدالکریم بولا۔ "اور قائم دین کے ساتھ اگر وہ بھی پھنس گئے تو چراغ بی بی کی بھی خیر نہ سمجھو۔ یوسف کے چند الفاظ، اس پر اقدام قتل کا جرم ثابت کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔"

یوسف نے امینہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "دیکھو امینہ، جو تھوڑی بہت بات میں

اردو فینز ڈاٹ کام

نے کہی تھی وہ صرف تمہارے کانوں کے لئے تھی اور آپ کے ابا جی نے وعدہ کیا تھا کہ کسی دوسرے پر یہ بات ظاہر نہیں ہوگی۔"

"بیٹا! ایسے حالات میں کوئی بات کسی کو کیسے یاد رہ سکتی ہے؟ لیکن خدا کا شکر ہے کہ مجھے یاد آگیا۔ بیٹے اور بیٹیاں والدین سے کوئی بات نہیں چھپاتے۔ منظور احمد بھی ہمارا بیٹا ہے اور جو باتیں اسے معلوم تھیں وہ ہمیں بھی معلوم ہو چکی ہیں۔ امینہ نے اگر تم سے کوئی وعدہ کیا ہے تو اس نے پورا کیا ہے۔ اگرچہ ایسا وعدہ پورا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن منظور نے ایک اچھے بیٹے کی طرح ہمیں سب کچھ بتا دیا تھا۔"

"چچا جان! اگر یہ بات ہے تو منظور نے آپ کو یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ میں نے چراغ بی بی کو دل سے معاف کر دیا تھا۔ اور میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔"

"ہاں بیٹا! اس نے یہ بھی کہا تھا۔"

امینہ نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "بھائی جان! آپ اجیت کور کی شادی پر جائیں گے نا؟"

"میں ضرور جاؤں گا اور چچا عبدالعزیز اور چچی بلقیس بھی جائیں گے وہ اپنے تحائف تو پہلے ہی دے آئے ہیں۔"

"کب ہوگی اس کی شادی؟"

"بھئی! میں انہیں یہ کہہ آیا ہوں کہ وہ میری بہن امینہ کی شادی سے دس دن پہلے یا دس دن بعد کی کوئی تاریخ رکھ لیں۔ چچا عبدالعزیز اور آپ کے ڈاک و تار کے ایڈریس دے آیا ہوں۔ عبدالعزیز صاحب کو مقامی تھانے دار بھی ٹیلی فون کر دے گا۔"

"اگر امی اور ابو گئے تو میں بھی جاؤں گی۔ ورنہ اجیت کور کے لئے ہمارا تحفہ آپ لوگ لے جائیں گے۔"

عبدالکریم نے کہا۔ "بیٹی! میں ضرور جاؤں گا اور جو کچھ تم چاہو گی اس لڑکی کو پہنچا دیا جائیگا

لیکن ابھی نہیں۔ تمہارا وہاں جانا مناسب نہیں ہوگا۔ اگر تمہارا بھائی اسے ضروری سمجھے تو اور بات ہے۔"

یوسف نے جواب دیا۔ "یہ ضروری نہیں۔ چچی بلقیس امینہ کی نمائندگی کر سکتی ہیں۔ وہ یہ کہہ دیں گی کہ امینہ شادی کے فوراً بعد گھر سے نہیں نکل سکتی؛ ورنہ وہ یہاں آ کر بہت خوش ہوتی۔"

عبدالکریم بولا۔ "تو اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ قائم دین صبح وہاں پہنچ جاتے گا۔ اور بلا تاخیر اپنی بیوی کو چھوڑ کر یہاں آ جائے گا۔ اسے ہمارا گاؤں چھوڑنے کے لئے پولیس کی اجازت کی ضرورت تو نہیں ہوگی؟"

"جی نہیں! پولیس اسے صرف کوڑے شاہ کے ٹھکانوں کا پتہ معلوم کرنے کے لئے بلاتی رہی ہے۔ لیکن اس بے وقوف کو کچھ معلوم نہیں۔ اس کی بیوی کوڑے شاہ کے گاؤں جایا کرتی تھی لیکن اسے بھی شاید یہ معلوم نہیں کہ وہ کن مقامات پر چھپ جاتا ہے؟ اس تھوڑی سی پوچھ گچھ کا اتنا فائدہ ضرور ہوا ہے کہ وہ اور شاید اس کی بیوی بھی کوڑے شاہ کے ساتھ کوئی تعلق رکھنے میں خطرہ محسوس کرتے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد میاں عبدالعزیز اور بلقیس پہنچ گئے اور یوسف نے ڈرائینگ روم میں ان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کسی تمہید کے بغیر عبدالکریم کے ساتھ اپنی گفتگو کا خلاصہ سنا دیا۔ چند منٹ بعد کھانے کی میز پر بیٹھتے ہوئے عبدالعزیز نے کہا:

"میاں صاحب! مجھے پہلے ہی یہ یقین تھا کہ آپ یہی قدم اٹھائیں گے۔"

عبدالکریم نے کہا۔ "جناب! مجھے یوسف نے تسلی دی ہے کہ گاؤں کا کام آسانی سے چل سکتا ہے۔ ورنہ میں تو یہ واقعہ سنتے ہی اتنا پریشان ہو گیا تھا کہ اس جائیداد سے نجات حاصل کرنے کا سوچ رہا تھا۔"

یوسف نے کہا "چچا جی! اس سلسلے میں آپا جی سے بھی میری بات ہوئی تھی کہ میں بھی ہر دوسرے تیسرے دن آپ کی زمین میں گھوم آیا کروں گا اور آپ کے کارندوں سے میرا رابطہ رہے گا۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "دیکھو بیٹا! مجھے اس جرائم پیشہ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق بڑی پریشانی ہے۔ مجھے اس وقت چین آئے گا جب وہ گرفتار ہو جائیں گے۔"

امینہ بولی "چچا جان! آپ ان کی طرف سے بھائی یوسف کے لئے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہیں؟"

"یوسف کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی۔ یوسف کو تو میں اسی لئے ساتھ لے آیا ہوں کہ اس کا وہاں رہنا ٹھیک نہ تھا۔"

"چچا جان! آپ نے بہت اچھا کیا۔ مجھے بڑے بڑے خواب آ رہے تھے۔"

"بیٹی! تم دعا کرو۔ میاں صاحب! آپ ہمیں یہ بتائیں کہ بیٹی کی شادی میں ہمارے حصے کا کیا کام ہے؟"

"جی، آپ پہلے تو دعا کریں۔ پھر اپنے ان تمام عزیزوں اور دوستوں کے ایڈریس لکھوا دیں۔ جن کو دعوت نامہ بھیجا جائے۔ لاہور میں آپ کے جتنے رشتہ دار ہیں ان کو آپ ضرور بلائیں۔"

نوکر نے آکر پوچھا "جناب، کھانا لگا دیا جائے۔"

"ہاں بھئی، جلدی کرو۔" عبدالکریم نے جواب دیا۔

نوکر واپس چلا گیا اور امینہ اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ چند منٹ بعد جب وہ کھانے کے کمرے میں پہنچے تو امینہ نے واپس آکر بلقیس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے دبی زبان میں کہا "چچی جان! میں نے جالندھر کال بک کرادی ہے۔ آپ فہمیدہ کے ابو اور امی پر زور دیں کہ وہ ضرور آئیں۔"

بلقیس نے جواب دیا: "اتوار کی صبح کو میرا پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ انہیں ٹیلی فون کیا کرتی ہوں اور ہر بار انہیں تاکید کیا کرتی ہوں۔"

"شکریہ چچی جان! کال بک کرنے سے میرا مقصد یہ بھی تھا کہ بھائی جان کو ان سے گفتگو کرنے کا موقع مل جائے گا۔"

"بیٹی! یہ تم نے اچھا کیا، ورنہ یہاں سے واپس جا کر میرا پہلا کام یہی ہوتا کہ میں فہمیدہ کو ٹیلی فون پر بلا کر یہ کہتی کہ پہلے تم یوسف کا حال پوچھ لو پھر میں تم سے بات کروں گی۔"

امینہ نے سرگوشی کے انداز میں کہا "چچی جان! آپ یہی کہیں۔"

علی اکبر بولا۔ "آپا جی! آپا کوئی شرارت کرنا چاہتی ہے۔"

"بھئی، کیا شرارت کرنا چاہتی ہے وہ تمہارے ساتھ؟"

"آپا جی! چچی جی کو معلوم ہے۔ یہ آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی تھی، لیکن میں نے بھائی جان یوسف اور آپا فہمیدہ کا نام سن لیا تھا۔"

رشیدہ بولی: "بہت بے وقوف ہو تم، اب آرام سے کھانا کھاؤ۔"

یوسف نے کہا، "بھائی اکبر! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں تم سے پیار نہیں کرتا؟"

"آپ کرتے تو ہیں، بھائی جان۔"

"تو پھر میں تمہارے خلاف شرارت کیسے کر سکتا ہوں۔"

"میرے خلاف نہیں بھائی جان اور میں نے یہ بھی نہیں کہا کہ آپ شرارت کر رہے ہیں۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا ——"

"اچھا بھائی! اب کھانا کھاؤ۔" رشیدہ نے کہا۔

علی اکبر کچھ دیر خاموشی سے کھانا کھاتا رہا۔ بالآخر اس نے کہا: "آپا جی! آپ کو مجھ پر غصہ آ رہا ہے نا۔"

امینہ نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں بولتی تم سے اور میرے

اردو فنز ڈاٹ کام

بھائی جان اور میری آپا فہمیدہ اور نسرین بھی تم سے بات نہیں کرے گی۔ اور ان کی امی بھی نہیں دیکھ کر یہ کہیں گی کہ یہ گنوار اس گھر میں کہاں سے آگیا ہے۔"

اکبر نے چمچ پلیٹ میں رکھتے ہوئے کہا۔ "بس میں نہیں کھاتا۔"

یوسف نے کہا۔ "دیکھو اکبر! غصہ آدمی کو کمزور کر دیتا ہے اور اگر کوئی غصے میں آ کر کھانا چھوڑ دے تو بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ اب اطمینان سے کھانا کھاؤ ورنہ ہم سب کھانا چھوڑ دیں گے۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی سنائی دی تو علی اکبر نے کہا۔ "چچی جان! یہ آپ کا ٹیلی فون ہے۔ بھائی جان! آپ بھی جائیں۔"

امینہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "علی اکبر! میں بھی بات کروں گی ٹیلی فون پر اور اگر تم اطمینان سے کھانا کھاؤ گے تو تمہیں بڑی اچھی خبر سناؤں گی۔"

علی اکبر نے مسکراتے ہوئے چمچ اٹھا لیا اور امینہ نے دوسرے کمرے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ "چچی جان! بھائی جان! علی اکبر سچ کہتا تھا۔ آپ اطمینان سے کھانا ختم کریں میں ٹیلی فون کو مصروف رکھتی ہوں۔"

امینہ نے فون اٹھا لیا اور بولی۔ "ہاں جی! یہاں سب خیریت ہے۔ میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ وہ گاؤں سے آ گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ خیریت سے ہیں — یوسف بھائی ٹیلی فون کا سنتے ہی کھانا چھوڑ کر آ گئے ہیں۔ پہلے آپ ان سے بات کر لیجیے۔"

یوسف نے ریسیور پکڑتے ہوئے کہا۔ "السلام علیکم! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اپنے کام کے متعلق میں کوئی بات وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میں قطعاً مایوس نہیں ہوں۔ اللہ کی طرف سے ہر کام کا وقت معین ہوتا ہے۔ گاؤں میں ہمیں اپنی توقع سے زیادہ دن لگ گئے۔ میں نے اپنی تحریر میں جس سردار بیلا سنگھ کا ذکر کیا تھا۔ وہ اور اس کی بیوی

قتل ہو گئے تھے۔ اس افسوسناک سانحہ کی پوری تفصیل اپنے خط میں لکھوں گا۔ دیکھیئے! آپ نے اور خالہ جی نے امینہ کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا وہ ضرور پورا کیجیے۔ اور اپنے اباجی کو میری طرف سے کہیئے کہ وہ ضرور آئیں۔ نسرین کو یہاں سب یاد کرتے ہیں اسے ساتھ ضرور لائیے۔ شاید کوئی ایسا پروگرام بن جائے کہ آپ ہمارا گاؤں اور پردیسی درخت بھی دیکھ آئیں۔ اس کے بعد میں قیام پاکستان تک اتنا مصروف ہو جاؤں گا کہ شاید مجھے اپنی تصنیف بھی یاد نہ رہے۔ بہت سی باتیں میں خط میں لکھوں گا۔ اپنے اباجی اور امی جی کو بہت سلام کہیئے۔ نسرین سے کہیئے کہ میں اس کے لئے بہت دعائیں کیا کرتا ہوں۔ چچی جان تشریف لا رہی ہیں آپ ان سے بات کیجیے۔"

بلقیس نے ریسیور پکڑتے ہوئے کہا۔ "صفیہ بہن! آپ بھائی جان اور بچوں کے ساتھ امینہ کی شادی پر ضرور تشریف لائیں اور بھائی جان کو ساتھ ضرور لائیں۔ ان سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ اگر بھائی جان قریب ہیں تو انہیں بلا لو۔ فہمیدہ کے چچا ان سے کوئی ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس وقت بات کرنا مناسب نہ سمجھیں کیونکہ ایسے معاملات کے متعلق ملاقات پر ہی کوئی بات ہو سکتی ہے۔" "اچھا تم انہیں بلاؤ۔ میں نسرین کے ابا کے ہاتھ میں ریسیور دے رہی ہوں۔"

چند ثانیے بعد عبدالعزیز اور نصیرالدین کی گفتگو ہو رہی تھی۔

عبدالعزیز کہہ رہا تھا۔ "بھائی صاحب! آپ نے عبدالکریم کی بچی کی شادی پر آنا ہے اور یہ زیادہ مناسب ہو گا کہ ہم یہاں اطمینان سے بیٹھ کر مشورہ کریں۔ نہیں جی! کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس سے آپ کو الجھن ہو۔ جی ہاں! ہم آج یوسف کے گاؤں سے واپس آتے ہیں۔ وہ سب بخیریت ہیں — جی ہاں! امید تو یہی ہے کہ وہ شادی پر ضرور آئیں گے۔ اگر یوسف نے انہیں یہ لکھ دیا کہ آپ سب آ رہے ہیں۔ تو ان کا آنا یقینی ہو جائیگا۔ بہت اچھا! میں یہ اطلاع بھجوا دوں گا کہ آپ آ رہے ہیں۔"

ٹیلی فون سے فارغ ہو کر وہ دیر تک کشادہ برآمدے میں باتیں کرتے رہے۔

اچانک عبدالکریم نے فضل دین کو بلا کر کہا۔ "فضل دین! تم پچھلے پہر بس پر روانہ ہو جاؤ اور گاؤں پہنچ کر قائم دین سے کہو کہ وہ اپنی بیوی کو گاؤں چھوڑ کر فوراً یہاں پہنچ جائے۔ میں قائم دین کے نام ایک رقعہ لکھ کر باورچی کو دے دوں گا وہ اس سے لے لینا۔ گاؤں میں تم نے اس بات کا خاص خیال رکھنا ہے کہ پیرو کے شاہ یا اس کا کوئی ساتھی وہاں دیکھو تو اسے فوراً پولیس کے حوالے کر دو وہ بہت خطرناک آدمی ہیں اور قائم دین اتنا بے وقوف آدمی تھا کہ اسے ہماری حویلی میں ٹھہرایا ہوا تھا۔ وہاں ہردیال سنگھ کو یہ سمجھا دینا کہ ہم نے قائم دین کے سارے اختیارات اس کو منتقل کر دیئے ہیں۔ اس لئے اس کو پوری ذمہ داری سے کام کرنا چاہیئے۔ امینہ کی شادی سے فارغ ہو کر میں وہاں آؤں گا اور اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ تم تین چار دن وہاں ٹھہر کر واپس آ جاؤ۔ کیونکہ یہاں تمہاری زیادہ ضرورت ہو گی۔ اب تم جاؤ۔"

فضل دین چلا گیا۔ رشیدہ نے عبدالعزیز سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ "بھائی جی، جب پولیس نے قائم دین کو بلا لیا تھا تو مجھے یقین ہے کہ عالم بی بی نے چراغ بی بی کے پاس جا کر دہائی دی ہو گی۔ چراغ بی بی نے کچھ نہیں کہا آپ سے؟"

بلقیس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ ہمارے قیام کے دوران چراغ بی بی کی ماں وہاں نہیں آئی تھی۔"

امینہ بولی۔ "چچی جان، وہ وہاں نہیں جا سکتی اور بھائی یوسف اس کی وجہ جانتے ہیں۔ بھائی جان بہت رحم دل ہیں۔ میں ڈرتی ہوں کہ یہ کسی دن عالم بی بی کو بھی معاف کر دیں گے۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ اس کا جرم ناقابل معافی ہے۔ کہ وہ قاتلوں سے گہرا تعلق رکھتی ہے؟"

عبدالعزیز نے کہا۔ "بیٹی! میرا تجربہ ہے کہ دنیا میں برائی کرنے والوں کو سزا ضرور ملتی ہے

تمہیں عالم بی بی کے متعلق فکر مند نہیں ہونا چاہیئے۔"

"چچا جی! میں چراغ بی بی کے متعلق بھی بہت فکر مند ہوں۔ کاش! مجھے یہ اطمینان ہوتا کہ بھائی یوسف کی نیکیاں چراغ بی بی کے خون سے وہ زہر نکال سکتی ہیں جو اسے اپنی ماں سے ورثے میں ملا ہے۔ بھائی یوسف جب فوج میں بھرتی ہونے کے لئے دو دن جار ہے تھے تو انہیں ہمارے گھر کی سلامتی کے متعلق بھی پریشانی تھی۔"

عبدالعزیز نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی! تم بہت اچھی لڑکی ہو۔ لیکن ایسے معاملات میں تم دعا سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتیں۔"

"لیکن چچا جان! میں یہ تو کر سکتی ہوں کہ میں ایسے لوگوں کو اپنے گھر کے دروازے کے قریب نہ پھٹکنے دوں۔"

عبدالکریم نے کہا۔ "لیکن بیٹی! اگر تمہاری شادی پر میاں عبدالرحیم کے ساتھ چراغ بی بی بھی آ گئی تو تم ایسے حالات پیدا نہیں کرو گی۔ کہ میاں صاحب مجھ سے ناراض ہو جائیں۔"

یوسف نے کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔ وہ یہاں نہیں آئیں گے۔ میں اسے سمجھا دوں گا کہ جب تم لاہور جاؤ گی تو تمہیں بیلا سنگھ کے قتل کے سلسلہ میں کئی لوگوں کے سوالوں کا جواب دینا پڑے گا۔ کہ جس مفرور زبیر اور اس کے دو ساتھیوں کو پولیس تلاش کر رہی ہے۔ ان کا تمہارے والدین سے کیا تعلق ہے؟ اس لئے لاہور جا کر اس قسم کے سوالات پوچھنے والے لوگوں کا سامنا کرنے کی بجائے تمہارے لئے کسی بیماری کے بہانے گھر میں آرام کرنا بہتر ہو گا۔"

رشیدہ نے کہا۔ "بیٹی! اب تمہاری تسلی ہو جانی چاہیئے۔"

عبدالعزیز نے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "میرا خیال ہے اب ہمیں اجازت لینی چاہیئے۔"

بلقیس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں جی! ہمیں بہت دیر ہو گئی ہے۔"

وہ مکان سے باہر نکلے تو عبدالکریم نے عبدالعزیز سے کہا "بھائی صاحب! آپ اپنے جن دوستوں اور رشتہ داروں کو بلانا ضروری سمجھتے ہیں۔ ان کے نام اور پتے یوسف کو لکھوا دیں اور شادی کی تاریخ سے ایک دو دن پہلے ضرور پہنچیں میں ضلع ہوشیار پور میں ناصر صاحب کے داماد کو بیوی اور بچوں کے ساتھ یہاں بلانے کی کوشش کروں گا۔ آپ بھی انہیں لکھ دیں۔"

بلقیس نے کہا "بھائی صاحب! وہ دو چار دنوں تک خود ہی ہمارے پاس آ رہے ہیں اور میں کوشش کروں گی کہ وہ شادی تک یہاں ٹھہر جائیں۔"

امینہ نے کہا "چچی جان! میں خالدہ آپا کی آمد کی اطلاع ملتے ہی سلام کرنے آؤں گی۔"

ڈرائیور نے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ بلقیس اور عبدالعزیز پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ اور یوسف ڈرائیور کے ساتھ اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

پانچ دن بعد شام کے وقت یوسف پلیٹ فارم پر بھاگتے ہوئے سیکنڈ اور انٹر کے ڈبوں میں جھانک رہا تھا۔ انٹر کلاس کے ایک ڈبے سے اسے محمد عمر اور اس کا باپ حسن علی اترتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور اس نے السلام علیکم کے بعد کہا "جی، میرا نام یوسف ہے۔ آپا خالدہ آپ کے ساتھ نہیں آئیں؟"

باپ اور بیٹے نے یکے بعد دیگرے اس سے مصافحہ کیا اور عمر بولا "بھائی جان! آپ اس قدر بدل گئے ہیں کہ میں آپ کو پہچان ہی نہیں سکا۔"

حسن علی نے کہا "عمر! تم جلدی سے سامان اتروا کر اپنی امی کو ساتھ لے آؤ۔ اتنی دیر میں ان کے ساتھ باتیں کرتا ہوں۔"

وہ بھاگتا ہوا زنانہ ڈبے کی طرف بڑھا اور تھوڑی دیر بعد وہ قلیوں سے سامان اٹھوا کر اسٹیشن سے باہر نکل رہے تھے۔

خالدہ کہہ رہی تھی "یوسف بھائی! آپ کو اچانک دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہم اس گاڑی سے آ رہے ہیں؟"

"آپا جان! مجھے چچی بلقیس نے بھیجا ہے۔"

"ان کا ڈرائیور آیا ہے؟"

"جی، اس وقت میں آپ کا ڈرائیور ہوں۔ چچی جان خود بھی آنا چاہتی تھیں، لیکن پھر انہوں نے کہا۔ اگر میں اسٹیشن پر گئی تو کھانے میں دیر ہو جائے گی۔ ڈرائیور کو انہوں نے اس لئے نہیں بھیجا کہ سواریاں زیادہ ہو جائیں گی اور آپ کو تکلیف ہوگی۔"

یوسف نے گاڑی کے دروازے کھولے تو خالدہ نے اپنے میاں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ "اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اپنے بھائی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کروں۔"

"ضرور بیٹھ جائیں، لیکن اتنی باتیں نہ کریں کہ کار چلانے سے ان کی توجہ ہٹ جائے اور کسی تانگے کے ساتھ ہماری ٹکر ہو جائے۔"

خالدہ نے ہنستے ہوئے کہا: "دیکھو بھائی یوسف! کار بڑی احتیاط سے چلایئے، اگر آپ سے ذرا غلطی ہو گئی تو میرا بہت مذاق اڑایا جائے گا۔ دیکھئے، اگر میں کوئی بات کروں تو توجہ تو نہیں ہٹ جائے گی کار چلانے سے؟"

"نہیں آپا جی! مجھے اس بات کا پورا احساس ہے کہ مجھے نہایت قیمتی جانوں کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ آپ بلا جھجک باتیں کریں۔ انشاء اللہ! مجھ سے کوئی غلطی نہیں ہوگی۔"

وہ گھر پہنچے، تو بلقیس دروازے پر کھڑی تھی۔

ایک ہفتہ بعد یوسف پھر اسٹیشن پر صبح کے وقت جالندھر سے آنے والی گاڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ گاڑی کا انجن دھواں اڑاتا ہوا دکھائی دیا تو اسے اچانک محسوس ہوا کہ

اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی ہیں۔ انجن اور چند ڈبے سامنے سے گزر گئے۔ پھر اُسے ایک ڈبے سے چند مانوس چہروں کی جھلک دکھائی دی۔ وہ بھاگ کر آگے بڑھا۔ اسے نسرین کی آواز سنائی دی۔

"بھائی جان! السلام علیکم"

وہ آگے بڑھا۔ ایک کھڑکی سے فہمیدہ اور اس کی ماں باہر جھانک رہی تھیں۔ اس نے ان کے قریب رُک کر کہا۔ "السلام علیکم۔ خالہ جان! کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں فہمیدہ کو بھی سب کے سامنے سلام کہہ سکوں"

حیا میں ڈوبی ہوئی مسکراہٹ فہمیدہ کے چہرے پر پھیل گئی۔ کسی نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور ایک مانوس آواز سنائی دی۔

"بیٹا! یہ اجازت تو تم مسوری میں حاصل کر چکے ہو"

یوسف نے مڑ کر دیکھا اور نصیرالدین کے ساتھ لپٹ گیا۔

نسرین نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔ "دیکھئے، ابا جان! میں نے سب سے پہلے انہیں آواز دی تھی۔ لیکن انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ آئی ہُوں"

یوسف نے جُھک کر اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"شہزادی صاحبہ! ہر وقت شکایت کے لئے موزوں نہیں ہوتا۔ چلئے، پلیٹ فارم سے باہر آپ کا انتظار ہو رہا ہے"

وہ اسٹیشن سے باہر نکلے تو امینہ ایک کار سے نمودار ہوئی اور اس نے آگے بڑھ کر فہمیدہ کے والدین کو سلام کیا۔ پھر فہمیدہ کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"آپ حیران ضرور ہوں گی۔ لیکن میں یہاں آ کر یوسف صاحب کی بہن کا فرض پورا کرنا چاہتی تھی۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ یہاں کتنے لوگ آپ اور شہزادی نسرین کو دیکھنے کے لئے بے چین ہیں"

"بھائی جان" اس نے یوسف سے مخاطب ہو کر کہا "اگر آپ کی اجازت ہو تو میں انہیں اپنی کار میں بٹھا لیتی ہوں۔ آپ ان کی امی، ابو اور بھائی کے ساتھ آئیں"

تھوڑی دیر بعد وہ بلقیس کے گھر کا رخ کر رہے تھے۔ فہمیدہ جو امینہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہہ رہی تھی "بہن! تم نے ہمارے لئے بڑی تکلیف کی۔ آپ کو چچی جان نے یہاں آنے کو کہا تھا یا اتفاقاً آ گئی ہیں؟"

"جی، مجھے آپ کا انتظار تھا اور میں ہر روز چچی جان کو ٹیلی فون کیا کرتی تھی۔ کل انہوں نے بتایا کہ صبح آپ لوگ تشریف لا رہے ہیں۔ میں چچی جان کے پاس یہ درخواست لے کر گئی تھی کہ آج دوپہر کا کھانا آپ سب ہمارے ہاں کھائیں گے۔ لیکن فیصلہ یہ ہوا کہ دوپہر کا کھانا میں آپ کے ساتھ چچی کے ہاں کھاؤں گی اور شام کو آپ سب ہمارے مہمان ہوں گے۔ چائے کے لئے بھی او کھانے کے لئے بھی۔ بہت باتیں کرنی ہیں میں نے آپ سے"

"بھئی، اچھی باتیں ہیں نا" فہمیدہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"آپ کو معلوم نہیں کہ جس جگہ آپ ہوتی ہیں وہاں ہر چیز اچھی ہو جاتی ہے"

"امینہ میرے لئے دعا کیا کرو" امینہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میری شہزادی بہن! بعض لوگ اس دنیا میں دعائیں لینے کے لئے پیدا ہوتے ہیں اور آپ ان میں سے ایک ہیں۔ خدا معلوم میرے علاوہ اور کتنے لوگ آپ کے لئے اور بھائی یوسف کے لئے دعائیں کرتے ہیں"

گھر پہنچ کر انہیں کھانے سے پہلے باتیں کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا۔ یوسف کی کتاب کے متعلق نہ کسی نے پوچھا اور نہ اسے جواب دینا پڑا۔ یوسف کے گاؤں کے سفر کے بارے میں بلقیس نے گفتگو کی اور صفیہ کے کئی سوالات کے جواب میں یوسف کو تمام تفصیلات بیان کرنا پڑیں۔

انہوں نے دم بخود ہو کر ایک طویل داستان سنی۔ بالآخر میاں نصیر الدین نے کہا۔ "بیٹا! جب تم یہ واقعہ سنا رہے تھے تو مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ یہ باتیں میری آنکھوں کے سامنے گذر رہی ہیں اور آپ کی یہی خوبی آہستہ آہستہ ہماری نسرین میں بھی پیدا ہو گئی ہے۔"

فہمیدہ نے کہا۔ "ابا جی! وہ لڑکی جس کے والدین قتل ہوئے ہیں، ہمیں گاڑی میں ملی تھی۔ وہ دھاریوال اسٹیشن سے سوار ہوئی تھی اور اگلے اسٹیشن پر اتر گئی۔ وہ بڑے فخر سے یوسف کو دیکھتی تھی اور ان کے سارے خاندان سے واقف تھی۔ اس نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ واپسی پر ہم یوسف صاحب کے گاؤں میں رکے تو اس کا پتہ کریں گے۔ ابا جی! بہت اچھی تھی وہ میں سوچتی ہوں کہ ایسے لوگوں پر کیوں مصیبتیں آتی ہیں؟"

بلقیس نے کہا۔ "بیٹی! موجودہ حالات میں ہم اس بچی کے لئے دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔"

کھانا کھانے کے بعد انہوں نے دو گھنٹے آرام کیا۔ یوسف اس عرصہ میں بیٹھک کے اندر چلا گیا۔ اس نے وہاں ظہر کی نماز ادا کی اور کچھ دیر سونے کے بعد ایک بڑی الماری کھول کر اس میں سے ایک کتاب نکالی۔

کچھ دیر بعد وہ عصر کی نماز کے لئے باہر نکلا، تو فہمیدہ برآمدے میں کھڑی تھی۔ وہ تذبذب کی حالت میں آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھا اور قریب پہنچ کر بولا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ یہاں کھڑی ہیں تو میں چند منٹ ایک بے معنی سی کتاب پر ضائع نہ کرتا۔"

فہمیدہ مسکرائی۔ "میں ابھی باہر نکلی تھی اور نسرین کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ غسل خانے میں گئی ہے، آ رہی ہو گی۔"

"آپ کہیں جا رہی ہیں؟"

"ہم نے یہ دیکھنے کا پروگرام بنایا تھا کہ آپ نیند سے بیدار ہوتے ہیں یا نہیں اس سے پہلے نسرین آپ کا کمرہ دیکھ گئی تھی آپ گہری نیند سو رہے تھے۔"

یوسف نے کہا۔ "نیند تو مجھے ضرور آتی ہے، اگر آپ کا سیر کو جی چاہتا ہے تو امینہ کو اٹھا لیں، میں اتنی دیر میں نماز پڑھ لیتا ہوں۔"

فہمیدہ نے کہا۔ "جی، امینہ کی آنکھوں میں نیند کہاں، اس نے تو مجھے بھی نہیں سونے دیا۔ نسرین نے اس کے ساتھ پروگرام بنایا ہے کہ ہم سب چڑیا گھر سے ہوتے ہوئے امینہ کے گھر جائیں گے۔ اب وہ چچی جان کو جگانے کی ترکیب سوچ رہی ہے۔"

یوسف نے کہا۔ "آپ کی آمد سے پہلے میرے ذہن میں کئی باتیں تھیں، لیکن آپ کو دیکھ کر کوئی بات یاد نہیں رہی۔"

فہمیدہ بولی۔ "جی، میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کرتی ہوں، لیکن اب ایک بات کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ کو اپنی کتاب کے بارے میں قطعاً پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ میرے اس اطمینان میں کوئی فرق نہیں آئے گا کہ وقت پر آپ کے سارے کام ہو جائیں گے۔"

یوسف نے کہا۔ "میں ایک بات سے ڈرتا ہوں۔ بڑی امیدیں بسا اوقات بڑی دیر سے پوری ہوتی ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی دن تم بھی یہ محسوس کرو کہ میں سراب کے پیچھے دوڑ رہا ہوں۔"

فہمیدہ مسکرائی۔ "آپ کے ساتھ کسی سراب کے پیچھے دوڑتے ہوئے میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھوں گی۔"

نسرین نے کمرے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔ "سراب کیا ہوتا ہے۔ بھائی جان؟"

فہمیدہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یہ لفظ اسے کبھی نہیں بھولے گا۔"

یوسف نے کہا۔ "شہزادی بہن، سراب دیکھنے اور سمجھنے کے لئے کسی دن تمہیں کوئی

صحرا دیکھنا پڑے گا۔ وہاں سامنے کچھ فاصلے سے لے کر حدِ نگاہ تک زمین، سطحِ آب دکھائی دیتی ہے۔ اتنی شفاف کہ اس میں جھاڑیوں یا چلتے پھرتے جانوروں کے سائے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اب تم یہ بتاؤ کہ تم چڑیا گھر جا رہی ہو یا نہیں ؟"

"بالکل تیار ہوں بھائی جان، امی جان اور چچی بھی تیار ہیں۔ میں تو یہ سوچ رہی تھی کہ آپ ابھی سو رہے ہیں۔ باجی امینہ تو کافی دیر سے تیار بیٹھی ہیں، ابا جی کے نماز سے فارغ ہوتے ہی ہم یہاں سے چل پڑیں گے۔"

امینہ کمرے سے نمودار ہوئی اور اس نے کہا "میرا خیال ہے کہ ہمیں نکلتے نکلتے کافی دیر ہو جائے گی اور نسرین کو چڑیا گھر دیکھنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ملے گا۔"

"کوئی بات نہیں" نسرین بولی۔ "آج تھوڑا سا دیکھ لیں گے پھر کسی دن صبح ہوتے ہی وہاں جائیں گے اور خوب سیر کریں گے۔"

ایک گھنٹہ بعد وہ دو موٹروں میں سوار ہو کر چڑیا گھر کا رخ کر رہے تھے۔ امینہ کے ساتھ فہمیدہ، نسرین، صفیہ، خالدہ اور بلقیس سوار تھیں اور یوسف کے ساتھ نصیر الدین، ظہیر، عمر اور حسن علی سوار تھے۔ چڑیا گھر میں تھوڑی دیر گھومنے کے بعد وہ دوبارہ کاروں میں بیٹھ گئے اور اب وہ عبدالکریم کی کوٹھی کا رخ کر رہے تھے۔

امینہ کی شادی سے دو دن قبل مہمانوں کا تانتا بندھ گیا تھا۔ میاں عبدالکریم نے آس پاس دو اور کشادہ کوٹھیاں چند دن کے لئے لے لی تھیں۔ زائد مہمانوں کے لئے پاس ہی ایک کھلے میدان میں چند خیمے لگوا لئے تھے۔ اسے عبدالرحیم کے گھر سے بہت سے آدمیوں کے آنے کی توقع تھی۔ پروگرام کے مطابق انہوں نے شادی سے دو دن پہلے پہنچنا تھا اور ان کا صبح ہوتے ہی انتظار شروع ہو گیا تھا۔ یوسف کا خیال تھا کہ وہ صبح ہوتے ہی گاؤں سے چل پڑیں گے اور آٹھ بجے کے قریب شہر سے بس پر سوار ہو کر بڑے اطمینان سے دوپہر

کے کھانے سے قبل لاہور پہنچ جائیں گے۔ لیکن وہ نہ آئے تو رات کے وقت یوسف نے کہا: "ہو سکتا ہے۔ کہ ابا جی نے دو دن کی بجائے ایک دن پہلے پہنچنا مناسب سمجھا ہو۔ اس لئے وہ کل آئیں گے۔" اگلے دن زیادہ شدت سے انتظار ہونے لگا۔ جب دوپہر ہونے لگی تو سب یوسف سے پوچھنے لگے کہ ان کے نہ آنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ ظہر کی نماز تک یوسف یہی کہتا رہا کہ "وہ آ ہی رہے ہوں گے۔ اگر ابا جی کسی وجہ سے نہ آ سکتے تو پیغام ضرور بھیجتے۔" ظہر کی نماز کے بعد وہ عبدالکریم کی کوٹھی کی بالائی منزل کے کمرے میں فہمیدہ، نسرین ان کے والدین، عبدالعزیز اور بلقیس کے ساتھ پریشانی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔

عبدالعزیز نے پیار سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بیٹا! تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو وہ کسی کو اطلاع دینے کے لئے بھیج دیتے۔ مقصد شادی میں شریک ہونا ہے اور اگر وہ کل صبح بھی پہنچ جائیں تو مجھے تعجب نہیں ہو گا۔"

"چچا جی! اس کی کوئی وجہ میرے ذہن میں آ سکتی تو میں قطعاً پریشان نہ ہوتا۔ لیکن پروگرام تبدیل کرنا ابا جی کی عادت نہیں ہے۔"

نصیر الدین نے کہا۔ "بیٹا، یہ بھی تو ہو سکتا ہے انہوں نے کوئی خط یا تار بھیجا ہو اور وہ ہمیں نہ ملا ہو۔"

"نہیں جی۔" یوسف نے جواب دیا ـــــ "ایسے معاملات میں وہ خط یا تار بھیجنے کی بجائے گھر سے کسی معتبر آدمی کو بھیجتے ہیں۔ اب مجھے کچھ وہم سا ہو رہا ہے کہ ابا جی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اور انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ یہاں اطلاع بھیج کر کسی کو پریشان کیا جائے۔"

فہمیدہ یوسف کی طرف دیکھ کر مغموم لہجے میں بولی۔ "اللہ ان پر فضل کرے۔" اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ نسرین اس کے ساتھ لپٹ کر بولی۔ "آپا جی! انشاء اللہ! وہ بالکل بخیریت ہوں گے۔"

فضل دین ہانپتا ہوا آیا اور اس نے کمرے کے اندر جھانکتے ہوئے یوسف سے کہا۔

"میاں جی! چوہدری معین آتے ہیں۔"

"کہاں ہیں وہ؟" یوسف چونک کر اُٹھا۔

"جی' وہ نیچے میاں صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے صرف اتنا سنا تھا کہ بڑے چوہدری صاحب نہیں آسکیں گے۔"

یوسف بولا۔ "میں اس سے پوچھ کر آتا ہوں۔"

"جناب' ان کے ساتھ ایک نوکر سامان کی گٹھڑی اٹھائے ہوئے تھا۔ شاید شادی کے تحائف تھے۔ اور میاں صاحب گٹھڑی پکڑ کر انہیں اندر لے گئے تھے۔ وہاں شاید دوسرے لوگوں کے سامنے پوچھنا ٹھیک نہ ہو' میں پانچ منٹ میں چوہدری معین الدین صاحب کو لے کر یہاں آتا ہوں۔"

فضل دین کوئی جواب سنے بغیر واپس بھاگ گیا۔

بلقیس بولی۔ "بیٹا یوسف! اب تمہاری پریشانی دور ہو جانی چاہیئے۔"

"چچی جان! میری پریشانی کچھ کم ہوئی ہے دور نہیں ہوئی۔ مجھے ڈر ہے کہ چچا معین الدین مجھے شادی سے پہلے پوری خبر نہیں سنائیں گے۔ اگر اباجی علیل ہیں تو یہ علالت عام نوعیت کی نہیں ہوگی۔ اگر کوئی معمولی بات [illegible] ہوتی تو یہاں ان کی نمائندگی کے لئے چچا غلام نبی آتے۔ کبھی کبھی انہیں دائیں کندھے سے لے کر گردن تک شدید درد ہوا کرتا ہے۔ جب میں سکول میں تھا تو ایک مرتبہ یہ درد اتنا شدید تھا کہ انہیں چند دن ہسپتال میں رہنا پڑا تھا۔"

پانچ منٹ بعد فضل دین، معین الدین اور عبدالکریم کو لے کر پہنچ گیا۔ اور یوسف نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "چچا جی! میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ اباجی کیوں نہیں آتے۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ گھر پر ہیں یا ہسپتال میں۔"

معین الدین نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔ "بیٹا! انہیں جو تکلیف ہوئی تھی وہ اللہ کے فضل سے دور ہو گئی ہے۔ لیکن ڈاکٹر کا یہی مشورہ تھا کہ یہ چار پانچ دن اور ہسپتال میں

آرام کریں۔"

"چچا! یہ وہی پٹھوں کا درد ہے جو پہلے ہو چکا ہے؟"

"ہاں بیٹا! لیکن ہسپتال میں جو نیا امریکی ڈاکٹر آیا ہے اس کے علاج سے بہت جلد آرام آگیا تھا۔"

"انہوں نے کسی سے یہ نہیں کہا تھا کہ مجھے اطلاع دی جائے؟"

"بیٹا! وہ یہ کہتے تھے کہ شادی کے موقع پر لوگوں کو پریشان نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ جب بچی کی بارات رخصت ہو جائے تو یوسف کو الگ کر کے یوں بتا دینا اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا کہ میری بہو اور اس کے والدین پریشان نہ ہوں۔ دیکھو بیٹا! اب اگر تم اسی وقت چل پڑے تو میری بڑی مسرت ہوگی۔ کل اطمینان سے چلے جانا۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ بھائی جان کی طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔"

عبدالکریم نے کہا۔ "آئیے بھائی صاحب! آپ پہلے نیچے جا کر کچھ کھا پی لیں انشاءاللہ شادی سے فارغ ہونے کے بعد میں اور یہ سب لوگ چوہدری صاحب کی تیمارداری کے لئے جائیں گے۔"

"جی، آپ سب کو دیکھ کر تو انہیں آرام کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوگی۔" اور معین الدین یہ کہہ کر عبدالکریم کے ساتھ چل دیا۔

عبدالعزیز نے کہا۔ "بھائی نصیر! اب ہم میں سے کسی کے لئے بھی انہیں دیکھے بغیر واپس جانا ممکن نہیں رہا اور میں سمجھتا ہوں کہ جب وہ سنیں گے کہ ان کی لاڈلی بہو ان کی عیادت کے لئے آرہی ہے۔ تو ہسپتال کے بستر سے بھاگتے ہوئے گھر پہنچ جائیں گے۔ یہ بات جس قدر عجیب معلوم ہوتی ہے اُسی قدر اہم ہے۔"

اردو فینز ڈاٹ کام

بلقیس نے کہا۔ "یہ مسئلہ براہِ راست میری ذہین بھتیجی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے ہمیں اس کی رائے لینی چاہیئے۔"

فہمیدہ نے سر جھکا کر قدرے توقف کے بعد کہا۔ "چچی جان! اس مسئلہ پر آپ کو پہلے یوسف صاحب سے پوچھنا چاہیئے۔"

"چڑیل! تمہارا مطلب ہے کہ یوسف تمہیں اپنے ابا کی تیمارداری سے منع کریگا۔"

"بالکل نہیں۔" فہمیدہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اگر آپ مجھے اپنے ساتھ ان کی تیمارداری کے لئے لے جائیں تو میں آپ کا شکریہ ادا کرونگی۔"

عبدالعزیز نے پوچھا۔ "بیٹی! اگر ہم نہ لے جائیں تو؟"

"چچا جان! پھر میں ٹھنڈے سانس لینے کے سوا اور کیا کر سکتی ہوں؟"

"بیٹی! تم ضرور جاؤ گی اور تمہاری وجہ سے ہم سب جائیں گے۔"

نسرین نے فہمیدہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپا جی، میں بھی جاؤں گی نا آپ کے ساتھ۔"

"ضرور جاؤ گی۔ جب پردیسی درخت یہ پوچھیں گے کہ ہماری چھوٹی شہزادی کہاں ہے تو میں کیا جواب دوں گی۔"

یوسف نے صفیہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "خالہ جان! اس وقت میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں خواب میں یہ باتیں سُن رہا ہوں۔ جب آپ ہمارے گاؤں میں قدم رکھیں گی تو آپ کو یہ محسوس ہو گا کہ وہاں زمین کے ایک ایک ذرے کو آپ کا انتظار تھا۔ اور آپ کو دیکھ کر پردیسی درخت اچانک کسی اور سمت چل پڑے تو مجھے تعجب نہیں ہو گا۔"

نصیر الدین نے کہا۔ "تو پھر یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ہم وہاں جا رہے ہیں۔ چودھری معین الدین ہم سے پہلے روانہ ہو جائیں گے اور وہاں یہ اطلاع دیں گے کہ ہم آ رہے ہیں۔ بھائی عبدالعزیز صاحب! شہر کے کسی ذمہ دار آدمی کو خط لکھ کر اس کے ہاتھ بھیج دیں کہ

وہ بنات خود ہسپتال جا کر ان کی صحت کا پتہ کریں اور ہمیں بذریعہ تار یا ٹیلی فون خبر دیں تاکہ اگر ان کی حالت تسلی بخش ہو تو ہم یہاں سے اطمینان کے ساتھ روانہ ہوں۔"

یوسف نے کہا۔ "میں یہ کوشش کروں گا کہ شہر کی پکی سڑک سے آگے ہمارے گاؤں اور پردیسی درختوں کے درمیان موٹروں کا راستہ تیار ہو اور اگر آپ پسند کریں تو آپ پردیسی درختوں کی طرف سے چکر لگا کر گاؤں کی طرف جائیں۔"

صفیہ نے کہا۔ "بیٹا! سب سے پہلے ہسپتال جا کر تمہارے ابا جان کا پتہ کریں گے اور اس کے بعد کوئی اور پروگرام بنائیں گے۔"

"خالہ جی! ہسپتال اسٹیشن سے بالکل قریب ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جب ابا جی کو یہ پیغام ملے گا کہ آپ لوگ تشریف لا رہے ہیں تو وہ ایک منٹ بھی ہسپتال میں رکنا پسند نہیں کریں گے۔"

بلقیس نے کہا۔ "بیٹا! وہ تو میں سمجھ سکتی ہوں کہ وہ بہت خوش ہوں گے، لیکن تمہیں یقین ہے کہ گاؤں کے دوسرے لوگ ہمیں دیکھ کر پریشان نہیں ہوں گے۔"

"چچی جان! میں گاؤں کے کسی آدمی کی دماغی حالت پر اتنا شبہ نہیں کر سکتا کہ وہ آپ کو دیکھ کر خوش نہیں ہو گا۔ اور یہ بات تو شاید نسرین بھی جانتی ہے۔"

نسرین کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور وہ بولی۔ "بھائی جان! میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ آپ کے گاؤں کے سب لوگ آپ کی طرح پیار کرتے ہوں گے۔"

معین الدین کمرے میں داخل ہوا اور یوسف نے اس سے سوال کیا۔ "چاچا جی! یہ سب پوچھتے ہیں کہ اگر یہ اچانک ابا جی کی بیمار پرسی کے لئے ہسپتال یا ہمارے گاؤں پہنچ جائیں تو گھر کے لوگ بُرا تو نہیں مانیں گے؟"

معین الدین نے پریشان سا ہو کر جواب دیا۔ "یار! تم اپنے سوا سب کو بے وقوف سمجھتے ہو؟"

"نہیں چچا! میرا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو یہ سب شادی سے فارغ ہو کر اباجی کا حال پوچھ آئیں گے۔"

معین الدین نے غصے سے یوسف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یار! میں تمہیں گدھا نظر آتا ہوں؟"

یوسف نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "چچا جی! میرا یہ مطلب نہیں تھا، لیکن ایسی باتوں میں خاندان کے بڑوں سے مشورہ تو لیا جاتا ہے۔"

"پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ فہمیدہ بیٹی بھی ساتھ آ رہی ہے؟"

"آپ کو معلوم تھا کہ وہ یہاں آئی ہوئی ہے؟"

"بھئی، مجھے سب معلوم ہے۔ لیکن بھائی جان کو یہی تو پریشانی تھی کہ وہ بہو رانی کو دیکھنے کے لئے لاہور نہیں جا سکتے۔"

معین الدین نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ فہمیدہ کے سر پہ رکھتے ہوئے کہا۔ "بیٹی جب تم وہاں جاؤ گی تو تم بھائی جان کو دیکھتے ہی یہ محسوس کرو گی کہ انہیں تمہارا انتظار تھا۔"

یوسف نے کہا۔ "چچا جی! میرا خیال ہے کہ یہاں تحائف پہنچا دینے کے بعد آپ کا کام ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کو صبح بارات کی آمد و روانگی کے لئے رکنے کی ضرورت نہیں۔ ان حالات میں میاں عبدالکریم صاحب خوشی سے آپ کو اجازت دے دیں گے تاکہ آپ جلد از جلد واپس جا کر اباجی کو یہ خوش خبری سنا سکیں کہ یہ سب ان کی تیمارداری کے لئے آ رہے ہیں۔ آپ کو یہاں بارات کی آمد و رخصت کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ بلکہ آپ علی الصباح روانہ ہو جائیں گے۔ اگر اباجی کی حالت بہتر ہوئی تو ہم منظور صاحب کی دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر آئیں گے۔ ورنہ ان سے معذرت کر لیں گے۔ آپ اباجان کو دیکھتے ہی ان کی خیریت کے متعلق تار لکھوا کر اسی وقت ہمیں بھیج دیں تاکہ ہمیں یہاں سے روانگی کا فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔"

"بیٹا! یہ تو میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جب وہ یہ سنیں گے کہ آپ سب آ رہے ہیں تو کسی کو یہ شک بھی نہیں ہوگا کہ وہ بیمار ہیں۔ وہ سیدھے گھر پہنچیں گے اور مہمانوں کے استقبال کی تیاریاں شروع ہو جائیں گی۔"

"بہر حال آپ جاتے ہی تار یہاں ضرور بھیج دیں۔ ہسپتال کے اکثر ڈاکٹر مجھے جانتے ہیں ان میں سے کوئی آپ کو تار لکھ دے گا۔ میں آپ کو ایک خط سردار منگل سنگھ کے نام لکھ دوں گا وہ موٹروں کا راستہ ٹھیک کروانے کے لئے اپنے گاؤں سے آدمی بھیج دے گا۔ اگر ہمارے گاؤں سے پردیسی درختوں تک راستہ بھی ٹھیک ہو جائے تو اور بھی اچھا ہو گا۔ دیکھیں، منگل سنگھ کے کان میں کہہ دیں کہ پردیسی درخت جس نامعلوم ملک سے آئے تھے اس کی دو شہزادیاں ان دنوں ان علاقوں کی سیر کر رہی ہیں۔ کسی دن اچانک ہمارے گھر آئیں گی اور ان درختوں کو دیکھنے جائیں گی۔ اس لئے اگر سردار منگل سنگھ کسی کو یہ بات بتائے بغیر وہاں صفائی کروا چھوڑے تو یہ بڑی اچھی بات ہو گی۔ دیکھیں چچا جی! جس قدر آپ اسے یہ کہیں گے کہ یہ بات کسی پر ظاہر نہیں ہونی چاہیئے اسی قدر اسے یقین ہو جائے گا کہ کوئی اَن ہونی بات ہونے والی ہے۔"

معین الدین نے کہا۔ "یوسف! تم ہمیشہ دور کی سوچتے ہو۔ اس کام کے لئے سردار منگل سنگھ سے بہتر کوئی آدمی نہ تھا۔ وہ ایک منٹ کے لئے بھی چین سے نہیں بیٹھے گا۔ شاید وہ اس بات کی بھی کوشش کرے کہ اس کے اپنے گاؤں کے علاوہ دور دور کی عورتیں بھی شہزادیوں کے استقبال کے لئے پردیسی درختوں کے پاس پہنچ جائیں پھر وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھیں گی اور ہماری بیٹیوں کو نظر لگ جائے۔"

"چچا جی! اس کا علاج تو بہت آسان ہے۔ آپ اسے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو شہزادیاں ہوتی ہیں وہ یہ پسند نہیں کرتیں کہ کوئی ان کی طرف گھور کر دیکھے۔ یا ان کے قریب آ کر بات کرے، لیکن اسے تو یہ بتانا ہے کہ شاید وہ کسی وقت اپنے ملک کے درختوں

کو دیکھنے آئیں۔"

بلقیس نے کہا۔ "بیٹا، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اپنے دوست کو پردیسی درختوں والے پروگرام میں شامل نہ کرو۔"

معین الدین نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "بہن جی! یہ بالکل ٹھیک ہے۔ راستے کا کیا ہے وہ ہم خود بنا سکتے ہیں۔ اور آپ سب ہر وقت گاؤں سے وہاں جا سکتے ہیں۔ کیوں بیٹی فہمیدہ! میں ٹھیک کہتا ہوں نا۔"

"جی ہاں، چچا جان، ہم پہلے ابا جی کے پاس جائیں گے اور پھر کہیں اور جائیں گے۔"

عبدالعزیز نے کہا، "بیٹا! تم ابھی نیچے جا کر ٹیلی فون والا کمرہ خالی کروا دو میں ابھی کسی سے کہتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر سے مل کر میاں صاحب کی صحت کا پتہ کریں۔"

یوسف نے کہا۔ "چچا جی! ٹیلی فون اوپر بھی آ سکتا ہے۔ میں ابھی لاتا ہوں۔"

ایک گھنٹہ بعد ٹیلی فون پر عبدالعزیز اور بہادر سنگھ کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔

"بہادر سنگھ! شکر ہے کہ تم مل گئے۔ میں عبدالعزیز بول رہا ہوں۔"

"چچا جی، یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں یہاں موجود تھا اور تھانے دار صاحب مجھے ایک تفتیش پر ساتھ نہیں لے گئے تھے۔"

"بہادر سنگھ! تم ایک کام کرو اسی وقت ہسپتال جا کر میاں عبدالرحیم کی صحت کا پتہ کرو اور ڈاکٹر سے بھی ملو اور ان سے پوچھو وہ کب تک گھر جانے کے قابل ہو جائیں گے؟"

"چاچا جی، میں ابھی ان سے مل کر آ رہا ہوں۔ بھگوان کی کرپا سے میاں صاحب اب بالکل ٹھیک ہیں۔ جب میں ان سے باتیں کر رہا تھا تو ڈاکٹر صاحب بھی وہاں آ گئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ میاں صاحب کل تک جب چاہیں گھر جا سکتے ہیں۔"

"اچھا تو بہادر سنگھ! میاں صاحب سے پھر ملو اور ان سے یہ کہو کہ تین دن تک جالندھر کے رشتہ دار آپ کا حال پوچھنے آ رہے ہیں۔ اور فہمیدہ بی بی اور نسرین بی بی بھی ان کے

ساتھ ہوں گی۔"

"جناب! بیبیوں کے نام مجھے پھر بتا دیجئے۔ نسرین بی بی تو مجھے یاد رہے گا۔ دوسری بی بی کا نام کوشش کے باوجود میرے ذہن سے نکل جائے گا۔"

"بھئی، تم یہ کہہ دینا کہ آپ کی تیمارداری کے لئے نسرین اور اس کی بڑی بہن کو ہمارے ساتھ آنے کے لئے آپ کی اجازت کی ضرورت ہے۔"

"چاچا جی، اگر کوئی بیمار ہو اور اس کا کوئی عزیز اس کا حال پوچھنے آئے تو وہ اسے کیسے منع کر سکتا ہے؟"

"یار، یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تم جا کر میاں صاحب سے ملو میں تمہیں دوبارہ پانچ بجے کے قریب ٹیلی فون کروں گا۔ ان سے اجازت کے متعلق ضرور پوچھ لینا کیوں کہ نسرین بی بی کے ساتھ اس کی بڑی بہن بھی آ رہی ہے۔ اور بعض رشتوں میں کسی جگہ آنے جانے کی بزرگوں سے اجازت لینا پڑتی ہے۔ نسرین بی بی کی بڑی بہن آپ کی تیمارداری ضروری سمجھتی ہیں، لیکن ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم اسے ساتھ لے آئے تو کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں۔"

"چاچا جی! اب یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آتی۔ اگر یوسف صاحب لاہور میں ہیں تو یہ بات آپ ان سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ ان سے زیادہ اس دنیا میں اور کوئی نہیں جانتا کہ میاں جی کس بات پر خوش اور کس بات پر ناراض ہوتے ہیں۔"

"تم یوسف سے بات کرو گے؟"

"چچا جی! اگر ان سے بات ہو جائے تو یہ آپ کی بڑی کرپا ہو گی۔"

یوسف نے اٹھ کر ریسیور پکڑتے ہوئے کہا، "ہیلو! بہادر سنگھ! اس وقت تمہیں چچا جی کی باتیں سمجھنے کی ضرورت نہیں جیسا وہ کہتے ہیں اسی طرح کرو۔ ابا جی فوراً سمجھ جائیں گے۔ ہم پانچ بجے تک تمہیں دوبارہ ٹیلی فون کریں گے۔"

"بہت اچھا! بھائی صاحب' میں ابھی جا رہا ہوں۔"

"ہم نے ٹیلی فون اس لیئے کیا ہے کہ اگر اباجی کی حالت بالکل تسلی بخش ہو تو ہم سب منظور کی دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر آئیں گے۔ ورنہ ہم پانچ بجے تمہیں ٹیلی فون کرتے ہی چل پڑیں گے۔ بہت اچھا میں سب کو تمہارا سلام پہنچا دوں گا۔"

شام کے سوا پانچ بجے ٹیلی فون پر بہادر سنگھ عبدالعزیز کو یہ بتا رہا تھا۔ "جناب! میاں صاحب میری باتیں سن کر بہت خوش ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے میں اپنے گھر کی روشنی کے لیئے روشن دان کھڑکیاں اور دروازے کیسے بند کر سکتا ہوں۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ میں بالکل ٹھیک ہوں اور کل کی بجائے اسی وقت گھر جا رہا ہوں تاکہ جب مہمان آئیں تو گاؤں سے باہر نکل کر ان کا استقبال کروں۔ میرے سامنے انہوں نے تانگہ منگوا کر نوکر کو سامان رکھنے کا حکم دیا تھا اور یوسف صاحب کو بڑی تاکید کی تھی کہ وہ منظور کے ولیمہ کی دعوت سے فارغ ہو کر آئیں۔ چاچاجی! میں انہیں تانگے پر سوار کرا کے آیا ہوں انہیں دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ ہسپتال کے بستر سے اٹھ کر آئے ہیں۔"

کشادہ کوٹھی کے صحن میں سائبانوں کے نیچے عبدالکریم کے مہمان جن میں کاروباری لوگوں کے علاوہ حکومت کے بعض عہدے دار بھی شامل تھے۔ بارات کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک کشادہ سائبان کی پچھلی طرف سٹیج بنی ہوئی تھی۔ صوفوں کی قطاریں باراتیوں کے لئے خالی چھوڑ دی گئی تھیں۔

یوسف اٹھ کر اسٹیج پر پہنچا اور اس نے چند ثانیے اہل مجلس کی طرف دیکھنے کے بعد تقریر شروع کی:

"آج ہم جن حالات سے گذر رہے ہیں ان سے کوئی سلیم العقل آدمی آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ موجودہ دور کے ہر باپ کی طرح میاں عبدالکریم صاحب کی بھی یہی خواہش تھی کہ اپنی

صاحبزادی کی شادی بڑی دھوم دھام سے کریں، لیکن یہ دھوم دھام کا لفظ ایسے حالات میں بہت عجیب معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم چاروں طرف مہیب آندھیوں اور طوفانوں کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ اس ملک میں ایک مسلمان کا کسی کاروباری شعبے میں کامیاب ہونا ایک معجزہ سمجھا جاتا تھا اور میاں صاحب وہ خوش قسمت انسان ہیں جو اپنے راستے سے قدم قدم پر ہندوؤں کی آہنی دیواریں توڑ کر آگے بڑھے ہیں اور انہوں نے معاشرے میں ایک قابل رشک مقام پیدا کیا ہے۔ اس کے باوجود جب وہ اپنی طویل اور صبر آزما جدوجہد کا ذکر کرتے ہیں تو انہیں بات بات پر ہندو کی مسلم دشمنی اور تنگ نظری کا ذکر کرنا پڑتا ہے۔ موجودہ دور کی سیاسی فضا میں جب انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ کانگرس کی سیاست کا اولین مقصد ملک کی ہندو اکثریت کو برطانوی سامراج کی جانشین بنانا ہے تو ان کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے تاریخ کا وہ دور کتنا تاریک ہوگا جب کہ ملک کے مال و دولت کے ساتھ حکومت بھی تنگ نظر ہندوؤں کے ہاتھ میں آجائے گی۔ اس لئے میاں صاحب اور ان کی صاحبزادی قیام پاکستان کو مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ سمجھتے ہیں اور یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ میاں صاحب کے داماد منظور احمد صاحب اور ان کے خاندان کے کئی بزرگ بھی قیام پاکستان کو مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ظاہری دھوم دھام کی بجائے زیادہ سے زیادہ رقم بچا کر تحریک پاکستان پر صرف کی جائے۔ قبلہ میاں صاحب اور منظور احمد کے والد بزرگوار کی طرف سے قائد اعظم کو پہلے بھی چیک بھیجے جا چکے ہیں ایک بڑی رقم اس کام کیلئے مخصوص کر دی گئی ہے کہ میں اور منظور احمد صاحب کالج کے نوجوانوں کے ایک وفد کے ساتھ ملک کا دورہ کریں اور مسلمانوں کو یہ احساس دلائیں کہ ان کی بقاء کے لئے پاکستان کس قدر اہم ہے۔ مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان بزرگوں نے کتنی رقم قائد اعظم کو بھیجی ہے اور مزید کتنی رقم بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ شاید یہ کہہ دینا کافی ہو کہ دونوں طرف سے تمام نمائشی اخراجات جن میں قیمتی زیورات بھی شامل ہیں وہ تحریک پاکستان کو منتقل کر دیئے جائیں گے۔

اس کارِ خیر میں میاں صاحب کی صاحبزادی جنہیں میں اپنی سگی بہن سے کم نہیں سمجھتا، کی رضامندی شامل ہے۔ میں آپ سب کی طرف سے میاں صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تھوڑی دیر میں آپ دولہا میاں اور ان کے والد کو دیکھیں گے تو مجھے یقین ہے کہ پوری فراخدلی سے ان کا خیر مقدم کریں گے۔

اس سادہ دعوت نے جس میں انشاء اللہ کھانے کا معیار وہی ہوگا۔ جو میاں صاحب کا ہونا چاہیے۔ آپ یہ سبق لے کر جائیں گے کہ قوم کی زندگی بہر حال ایک فرد یا چند افراد کی نمائشی خوشیوں سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔"

دس منٹ بعد وہ برات کا استقبال کر رہے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد جب منظور احمد کو اندر بلایا گیا تو اس نے ایک ہاتھ سے علی اکبر کا ہاتھ پکڑنے کے بعد دوسرے ہاتھ سے یوسف کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "بھائی جان! آپ میرے ساتھ جائیں گے۔"

یوسف نے کچھ ہچکچاہٹ ظاہر کی تو منظور احمد نے کہا۔ "بھائی جان! علی اکبر سے پوچھ لیجئے آپ کو خاص طور پر اندر بلایا گیا ہے۔"

"جی ہاں! بھائی جان! میں نے بھائی منظور احمد کے بعد آپ کو لینے آنا تھا۔ بہت تاکید کی تھی آپا جان نے۔"

یوسف منظور احمد کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر بعد دولہا دلہن عورتوں کے ہجوم کے سامنے دیوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یوسف چند منٹ ان کے پاس کرسی پر بیٹھا رہا پھر اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بہن امینہ اور بھائی منظور! میں یہاں ایک چھوٹا سا فرض پورا کرنے کے بعد رخصت ہوتا ہوں۔" یوسف نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا لئے۔ اور وہاں تمام عورتوں اور بچوں نے اس کی تقلید کی۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے دل میں کیا کہہ رہا ہے لیکن جب اسکی آنکھیں نمناک ہوگئیں تو کئی لڑکیاں ہولے ہولے رو رہی تھیں۔ وہ دعا ختم کرنے کے بعد اٹھا اور آگے بڑھ کر دونوں ہاتھ امینہ کے سر پر رکھ دیئے۔

امینہ بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کر رہی تھی۔

یوسف منظور احمد کی طرف متوجہ ہوا اور وہ جلدی سے اٹھ کر اس کے گلے لپٹ گیا۔

یوسف نے اسے کہا "میرے بھائی! میرے دوست! اللہ تم دونوں پر انعامات کی بارش کرے اور مجھے زندگی میں یہ اطمینان ہو کہ میں تم دونوں کے لیے جو دعائیں کیا کرتا تھا وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوئی ہیں۔ منظور تمہیں میری کسی نصیحت کی ضرورت نہیں، تم بہت اچھے ہو۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ امینہ تمہاری وہ اچھائیاں بھی دیکھے جو دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے۔"

اردو فنز ڈاٹ کام

مہکتی خاک

چار دن بعد پانچ کاروں کا قافلہ کشادہ سڑک سے ایک موڑ کے قریب رکا۔ یوسف کے گاؤں کا ایک سوار جو سڑک کے کنارے سے چند قدم دور کھڑا تھا۔ اگلی کار کے قریب پہنچا اور اس نے دو منٹ باتیں کرنے کے بعد گھوڑا دائیں طرف موڑ کر ایڑ لگا دی۔ اگلی کار کے ڈرائیور نے ہاتھ بلند کر کے پیچھے آنے والوں کو اشارہ کیا اور اپنی کار اسٹارٹ کر کے گھوڑے کے پیچھے لگا دی۔ تھوڑی دُور آگے ان لوگوں نے ایک چھوٹی سی خشک نہر کا پل عبور کرنے کے بعد کچھ فاصلے پر ریلوے پھاٹک کراس کیا اور کاریں کچے راستے پر دوڑنے لگیں۔ موسم کے لحاظ سے بہت گرد اڑنے کا اندیشہ تھا، لیکن تھوڑی دیر قبل معمولی سی بارش سے گرد بیٹھ چکی تھی۔ اور مٹی سے بھینی بھینی مہک اٹھ رہی تھی۔ کار کی پچھلی سیٹ سے فہمیدہ نے نسرین کے کان میں کہا۔ "نسرین! سچ بتاؤ تمہیں بھی زمین کی مہک محسوس ہو رہی ہے؟"

"آپا جی! میں نے تو یہ مہک پکی سڑک سے اترتے ہی محسوس کرنا شروع کر دی تھی۔ امی جان! آپ بھی محسوس کر رہی ہیں نا؟"

"ہاں بیٹی! میں بھی محسوس کر رہی ہوں۔"

نصیر الدین بولا۔ "بیٹا! گرمیوں کی پہلی بارش میں تو یہ مٹی بہت مہکتی ہو گی۔"

"جی ہاں! اگر چند دن موسم خشک رہے تو بارش کے پہلے چھینٹے کے ساتھ ہی یہ مٹی مہک اٹھتی ہے۔"

"اور میرا خیال ہے جو زمین زرخیز ہو وہاں ہر جگہ ایسا ہوتا ہے۔"

مرد کاروں سے اترتے ہی عبدالعزیز کی طرح آگے بڑھ کر لوگوں سے بغل گیر ہونے لگے اور خواتین کو گاؤں کی عورتوں نے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ یوسف نے چند آدمیوں سے کاروں سے اتارا جانے والا سامان اٹھوایا اور حویلی کی طرف چل دیا۔ گھر کے صحن میں پاؤں رکھتے ہی اس نے اپنے دل میں دھچکا سا محسوس کیا۔ انگور کی وہ بیل جو پورے صحن کے لئے سائبان کا کام دیتی تھی وہ وہاں سے غائب تھی۔

"صدیق! صدیق!!" وہ چلایا۔ دوسرے مکان سے اس کے چچا کی لڑکی عابدہ نے آکر سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"کیا ہے، بھائی جان؟"

"یہاں جو انگور کی بیل تھی وہ کہاں گئی؟"

"بھائی جان! وہ کاٹ دی گئی تھی۔" عابدہ نے جواب دیا۔

"کس نے کٹوائی تھی؟"

"بھائی جان، تائی جی نے کٹوائی ہو گی۔"

یوسف نے صدیق سے مخاطب ہو کہا۔ "تم اسی وقت مالی کو تلاش کر کے لاؤ۔"

"بھائی جان، مالی کو میں ابھی بلا لاتا ہوں، لیکن اس کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ مجھ سے ایک پھل دار درخت کٹوانے کا پاپ کروایا گیا ہے۔ چودھری غلام نبی نے بہت کوشش کی تھی کہ اس کی چند شاخیں زمین میں دبا دی جائیں، لیکن موسم ایسا تھا کہ باغ میں کوئی شاخ پھوٹ نہ سکی۔"

"چچا نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

غلام نبی کی بیوی مہمان خواتین کے ساتھ اندر داخل ہوئی اور یوسف کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ "بیٹا! تمہیں اس لئے اطلاع نہ دی گئی کہ تمہیں صدمہ ہوگا۔ اب اپنے مہمانوں کو پریشان نہ کرو۔"

"میں پریشان نہیں ہوں، چچی جان! میرے مہمان وہ ہیں۔ جو میری ہر پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ لیا کرتے ہیں۔ یہ انگور کی بیل جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ جسے پانی دینے کے لئے میری ماں اس کی جڑوں کے پاس وضو کیا کرتی تھیں! اور جس کے لئے چچا شیر علی نے وسیع چھپر تعمیر کیا تھا۔ میری غیر حاضری میں کاٹ دی گئی ہے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں اپنے مہمانوں کے سامنے تھوڑی دیر کے لئے بچہ بن گیا تھا ——— چچی جان! ان کو بٹھایئے نا!"

تھوڑی دیر میں مہمان خواتین ایک کشادہ کمرے میں پہنچ چکی تھیں اور خاندان کی عورتیں ان سے باری باری گلے مل رہی تھیں۔

جب چراغ بی بی نے امینہ کے گلے لگ کر اسے مبارک باد دینے کی کوشش کی تو امینہ نے اسے چند قدم ایک طرف کرتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔

"یہ انگور کی بیل کا قصہ تو میں بعد میں پوچھوں گی اور میرا خیال ہے کہ مجھے پوچھنے کی ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ بھائی یوسف اگر تمہیں ہزار کنویں سے نکالے تو بھی تمہارا دل ان کی طرف سے صاف نہیں ہوگا۔ اس وقت تم مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں اس سنکھیا فروش پیرا اور اس کے مریدوں کا کوئی پتہ چلا ہے یا نہیں؟"

اور جب وہ زخم خوردہ سی ہو کر پیچھے ہٹنے لگی۔ تو امینہ نے کہا، "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ اپنے جرائم کے نشان مٹانے کے لئے تمہاری ماں کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں چراغ بی بی۔ اگر تمہاری ماں وعدہ معاف گواہ بن کر کوکے شاہ کے تمام جرائم پولیس پر ظاہر کر دے تو وہ سزا سے بچ جائے گی۔ ورنہ آئندہ کوئی واردات ہوئی تو پولیس کئی لوگوں سے کوکے شاہ کے متعلق بہت کچھ اگلوا سکے گی۔ اور تمہاری ماں جو آج اپنی مرضی سے نہیں بتاتی وہ مجبوری کی حالت میں سب کچھ بتائے گی۔ پھر شاید کوکے شاہ کے ساتھ دور کا واسطہ رکھنے والوں کے بھید بھی کھل جائیں۔ دیکھو! تمہارے پاس اس دوائی کی کوئی اور پڑیا موجود ہے جو تم نے بھائی یوسف کو کھلائی تھی اسے فوراً جا کر جوہڑ میں پھینک دو۔ یوسف بھائی نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ لیکن بہنیں ایسی باتیں معاف نہیں کیا کرتیں۔ اور میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتی ہوں کہ جو لوگ بھائی یوسف کی وجہ سے یہاں آتے ہیں۔ وہ سب میرے اپنے ہیں۔"

بلقیس نے آواز دی "لڑکیو! تمہاری باتیں کب ختم ہوں گی۔ جلدی سے پانی پی لو۔ میرا خیال تھا کہ یوسف کے ابا جان کہیں گئے ہوئے ہیں۔ لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ وہ ہمارا انتظار کرتے کرتے اوپر جا کر سو گئے ہیں۔ امینہ بیٹی! تم جلدی سے پانی پی لو دبے پاؤں اوپر جا کر یہ دیکھ آؤ کہ ہمیں اس وقت اوپر جانا چاہیئے یا نہیں۔"

یوسف نے کہا۔ "چچی جان! یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ جب ابا جی کو بہت زیادہ انتظار ہوتا ہے اور وہ ٹہلتے ٹہلتے تھک جاتے ہیں تو سو جاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی انہیں آکر اچانک جگائے تو انہیں بے حد خوشی ہوتی ہے۔"

"ہاں بیٹا!" چچی نے کہا۔ "آج انہوں نے لیٹنے سے پہلے اپنے بستر کے گرد بہت سی کرسیاں رکھوا دی تھیں۔"

بلقیس نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اپنی بہن فہمیدہ اور امینہ بیٹی کو لے کر اوپر چلی جاؤ وہ آنکھ کھولتے ہی تمہیں دیکھیں گے تو باغ باغ ہو جائیں گے۔"

فہمیدہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "امی جان! آپ بھی چلیں اور چچی جان آپ بھی۔"
امینہ نے اٹھ کر کہا۔ "میں آگے آگے چلتی ہوں۔ آپ دبے پاؤں میرے پیچھے پیچھے آئیں۔"

وہ اوپر کے کشادہ کمرے میں عبدالرحیم کے پلنگ کے گرد کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ چند منٹ تو کمرے میں کوئی آواز نہ آئی، پھر عبدالرحیم نے کروٹ بدلی۔ آنکھیں کھولیں۔ ایک ثانیہ خوشی اور حیرت کے عالم میں دیکھتا رہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور بولا۔
"فہمیدہ بیٹی! اگر یہ خواب نہیں تو اپنی کرسی ذرا قریب لے آؤ۔"
فہمیدہ نے کرسی کھینچ کر آگے کر لی اور عبدالرحیم نے ہاتھ بڑھا کر اس کے سر پر رکھ دیا۔

نسرین بولی۔ "ابا جی! ہم سب فہمیدہ باجی کے ساتھ آئے ہیں۔ میں بھی، امی جان بھی اور باجی امینہ بھی اور یہ خالدہ باجی ہیں۔ ہماری سب سے بڑی آپا۔ باقی مہمان بھائی یوسف صاحب کے ساتھ باہر رک گئے ہیں۔"
عبدالرحیم نے آواز دی "صدیق بیٹا! تم نے مہمانوں کو پانی پلایا ہے یا نہیں؟"
نسرین نے جواب دیا۔ "جی، ہم نے پی لیا ہے۔"
"بیٹی فہمیدہ، جب میرا درد ناقابلِ برداشت ہو جاتا تھا تو میں یہ دعا مانگتا تھا "یا اللہ! میں اس وقت کے لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ جب میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں کہ میری دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور یوسف اور فہمیدہ کے لئے تیری رحمتوں کے دروازے کھل رہے ہیں۔"

فہمیدہ نے بڑی مشکل سے آنسو ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "ابا جی! آپ کا سایہ اس وقت تک ہمارے سر پر رہنا چاہیئے۔ جب تک کہ ہم بہت بوڑھے نہیں ہو جاتے۔"
"نہیں بیٹی! میں ایسی بے کار عمر سے بہت ڈرتا ہوں جو کسی کے کام نہ آسکے۔ اور بیٹی خالدہ تمہارے آنے کی بہت خوشی ہوئی ہے۔ تم تو اتنی قریب ہو کہ ہم تمہیں ہر ہفتے مل سکتے ہیں۔ ملازمت کے ابتدائی زمانے میں میں تمہارے علاقے میں بہت پھر چکا ہوں۔ میں گاڑی پر لمبا سفر کرنے کی بجائے سیدھا یہاں سے بیاس عبور کیا کرتا تھا اور وہاں سے تانگے پر سوار ہونے سے پہلے تمہارے علاقے میں خوب شکار کھیلا کرتا تھا کبھی کبھی میں اپنا گھوڑا بھی ساتھ لے جایا کرتا تھا اور راستے میں شفاف نالوں کے نیم گرم پانی سے نہانے سے میری ساری تھکاوٹ دور ہو جایا کرتی تھی۔ بیٹی! مجھے یقین ہے کہ تمہارے گاؤں سے میں کئی بار گزرا ہوں گا۔ اور یوسف کو تو اس علاقے میں شکار کھیلنے کا جنون ہے وہ علاقہ ہی ایسا ہے کہ اگر وہاں کوئی جائے تو وہ بے کار بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔"
"میاں جی! جب آپ کی صحت ٹھیک ہو جائے گی تو عمر آپ کو آ کر لے جائیگا۔"
"بیٹی! وہ کون ہے؟"
"جی، وہ میرا بیٹا ہے۔ اُسے بھی شکار کا بہت شوق ہے۔"
عبدالرحیم نے غلام نبی کی بیوی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیوں جی! کھانا ابھی تیار نہیں ہُوا؟"
وہ بولی۔ "جی! کھانا تیار ہے۔"
"اچھا! تم دالان میں کھانا لگاؤ میں مہمانوں کو لے کر آتا ہوں۔ میں حیران ہوں کہ یوسف انہیں سیدھا یہاں کیوں نہیں لے آیا؟"
عبدالرحیم نے اٹھ کر جوتا پہنا۔ چھڑی اٹھائی پھر کچھ سوچ کر رکا۔ اپنی جیب سے پرس نکال کر سو روپے کا ایک نوٹ نکالا اور خالدہ کو پیش کرتے ہُوئے کہا۔ "بیٹی! یہ لو۔"
"کس لئے، میاں جی؟"
"بیٹی! ایسے سوالات کا صحیح جواب صرف قدسیہ دے سکتی تھی۔ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ فہمیدہ کی بڑی بہن پہلی بار ہمارے گھر آئی ہے۔ کاش! مجھے وہ یہ بتا کر جاتی

اردو فنڈز ڈاٹ کام

کہ جب یوسف کی چاند سی دلہن کی بڑی بہن ہمارے گھر میں پہلی بار پاؤں رکھے تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ بہرحال، یہ رکھ لو اور اس مبارک دن کے لئے دعا کیا کرو جب ایسے تمام کام فہمیدہ کے مشورے سے ہوا کریں گے۔"

چراغ بی بی خاموشی سے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اس کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔ مہمانوں کے ساتھ گفتگو کے دوران بھی اس کی یہ حالت تھی کہ کوئی اس سے بات کرتا تو وہ مختصر سا جواب دے کر خاموش ہو جاتی تھی۔

———

چند منٹ بعد مہمان دالان میں دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے اور عبدالرحیم کہہ رہا تھا۔ "یوسف بیٹا! تم نے یہ کیا کیا کہ انہیں باہر بٹھا دیا۔ میں نے تو صبح نماز کے بعد کچھ دیر باہر کی سیر کی۔ آکر ناشتہ کیا۔ اخبار پڑھنے بیٹھ گیا۔ تمہارے متعلق یہ مضمون پڑھ کر میں خوش بھی ہو رہا تھا اور پریشان بھی کہ تم اور منظور صاحب کالج کے چند نوجوانوں کے ساتھ پاکستان کے بارے میں تقریریں کرنے کے لئے ایک لمبے دورے پر جا رہے ہو۔"

منظور نے پوچھا۔ "چچا جی! پریشان کس لئے؟"

عبدالرحیم نے جواب دیا۔ "بیٹا! میں نے کوئی اور پروگرام بنایا تھا۔ اس وقت بتاؤں گا تو بحث شروع ہو جائے گی۔ اور میں نے جب سے یوسف کے چند مضامین پڑھے ہیں۔ میں نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا ہے کہ میں اُسے نہیں سمجھ سکا۔ اس لئے مجھے اس کے ساتھ کسی بحث میں نہیں الجھنا چاہیئے۔ میں اب یوسف کو یہ بھی نہیں کہوں گا، کہ اسے ناول لکھنے چاہئیں یا کچھ اور کرنا چاہیئے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کا دادا اس کا چچا شیر علی اور اس کی ماں اسے مجھ سے زیادہ سمجھتے تھے۔"

یوسف نے کہا۔ "ابا جی، آپ کی ڈانٹ ڈپٹ کے بغیر یہ زندگی بہت بے لطف

ہو جائے گی۔"

عبدالرحیم نے کہا۔ "بیٹا! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں بلا وجہ تمہیں ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہا ہوں۔"

"ابا جی! میری زندگی کے بہترین دن وہ تھے۔ جب آپ مجھے ہلکی سی چپت مارنے کے بعد گود میں بٹھا لیا کرتے تھے اور مجھ سے بہت پیار کیا کرتے تھے۔ ابا جی! آپ مجھے ہمیشہ وہی بچہ پائیں گے جو غصے کی حالت میں دروازے کے پیچھے چھپ کر آپ کا انتظار کیا کرتا تھا۔"

عبدالرحیم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یوسف بیٹا! میں تم سے جن خوشیوں کی توقع رکھتا تھا تم نے مجھے ان سے بہت زیادہ دی ہیں۔ اب اطمینان سے کھانا کھاؤ اور اپنے مہمانوں کو پریشان نہ کرو۔"

———

وہ کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے اور اختتام پر عبدالرحیم نے مہمانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "میرا اور یوسف کا ایک اور بات پر بڑی مدت سے اختلاف چلا آ رہا تھا۔ یہ کہا کرتا تھا۔ ہمارے پرانے مکانات ہماری ضرورت کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے ہمیں اپنا گھر مہمان خانے کے ساتھ باہر بنا لینا چاہیئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ سکول میں پڑھتا تھا۔ اپنی ماں اور دادا کو ایسی باتیں سنا کر خوش کیا کرتا تھا کہ گاؤں سے باہر ہمارا گھر بہت کشادہ ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ جب میں کتابیں لکھا کروں گا تو دوسرے ملکوں سے بڑے بڑے لوگ مجھے ملنے آیا کریں گے۔ میں سواری کے لئے بہت اچھے گھوڑے رکھا کروں گا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس کی ماں ہر بات پر یقین کر لیتی تھی۔ اور اب میں محسوس کر رہا ہوں کہ میں بھی یوسف کی ماں کی طرح سوچنے لگ گیا ہوں۔ جب میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میری دعائیں قبول ہو رہی ہیں۔

مکان کا وہ نقشہ تو میرے ذہن میں نہیں آ سکتا۔ جو میرے بیٹے کے ذہن میں ہے، لیکن میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مکان بناتے وقت جس قدر فہمیدہ بیٹی کی خوشی کا خیال اُس کے ذہن میں رہے گا اسی قدر یہ خوب صورت ہو گا۔ اگر میری صحت نے اجازت دی تو میں فوری ضرورت کے لئے مہمان خانے کے ساتھ چند کمرے بنوا دوں گا۔ اور دو ایکڑ زمین جو اس کے ساتھ ملحق ہے۔ وہ اس کی توسیع کے لئے چھوڑ دی جائے گی۔ آج میں یہاں اعلان کرتا ہوں کہ میں یوسف کی ناول نگاری میں دخل اندازی نہیں کروں گا۔ میں پچھلے دنوں اخبارات میں اس کے مضامین سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ اب یہ گھر کسی تاخیر کے بغیر آباد ہو جانا چاہیئے۔ لیکن جب میں نے یہ خبر پڑھی کہ یوسف اور منظور صاحب چند دوسرے طلباء کے ساتھ پاکستان کے حق میں تقریریں کرنے کے لئے ایک لمبے سفر پر جا رہے ہیں تو میں نے یہی سوچا کہ یہ کام قبل از وقت ہے۔ بہر حال، آپ سب کو دعا کرنی چاہیئے کہ یہ اپنی مہم سے فارغ ہو کر جلد واپس آئیں۔ ایک بات میں آپ کو آج ہی بتانا چاہتا ہوں اور شاید آپ کو معلوم بھی ہو گئی ہو گی کہ اتوار کو سردار بیلا سنگھ کی لڑکی کی شادی ہے۔ اور آپ کو اس یتیم لڑکی کی خوشی کے لئے یہاں رکنا پڑے گا۔ مجھے یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔"

ایک لڑکی نے ادھر جھانکتے ہوئے کہا۔ "جی وہ پرسوں یہاں آئی تھی اور کہتی تھی کہ بابا جگت سنگھ جی مجھے راوی کے کنارے اپنے پرانے گاؤں میں وہ مکان دکھانے لے جا رہے ہیں۔ جو انہوں نے ابھی بنایا ہے۔ وہ کہتی تھی کہ بابا جی کی خوشی کے لئے مجھے وہاں جانا پڑے گا، لیکن میں کل نہ آ سکی تو پرسوں ضرور آ جاؤں گی۔"

غلام نبی نے کہا، "بھائی صاحب! یہ بابا جگت سنگھ بڑا عجیب آدمی ہے اس کے دو بیٹے باہر ملازمت کرتے ہیں۔ وہ ننکانہ کے قریب اپنے نئے گاؤں میں رہنا پسند کرتے

ہیں، لیکن بابا جی نے اپنی مستقل رہائش کے لئے پرانے گاؤں میں ایک بڑا کشادہ مکان بنایا ہے۔ اور مجھے کئی بار وہاں آنے کی دعوت دے چکا ہے۔ اس کا ایک لڑکا بچن سنگھ وہاں زمینداری کرتا ہے اور دونوں کو مرغابیاں شکار کرنے کا بڑا شوق ہے۔"

یوسف نے کہا۔ "ابا جی! وہ مرغابیاں مارنے کی مجھے بھی دعوت دے چکے ہیں، لیکن میں دریائے راوی کے آس پاس دلدلی علاقے سے بہت گھبراتا ہوں، مجھے بیاس زیادہ پسند ہے۔"

عبدالرحیم نے کہا، "بیٹا! اس طرف ندی نالوں کے پاس سانپ بھی بہت زہریلے ہوتے ہیں۔"

غلام نبی نے کہا، "لیکن جگت سنگھ کہتا تھا کہ مرغابیوں کے شکار کے لئے ہمارے پاس کشتی کا انتظام ہے۔"

عبدالرحیم نے یوسف سے مخاطب ہو کر پوچھا "بیٹا! میں نے سنا ہے کہ پاکستان کے مسئلے پر تمہاری اور جگت سنگھ کی بہت باتیں ہوتی رہتی ہیں۔"

"ابا جی! میں نے شاید پہلی ملاقات میں ہی کوئی ایسی بات کہہ دی تھی جس سے وہ متاثر ہوا تھا اور اب ہر ملاقات میں کہا کرتا ہے کہ سکھوں کے مستقبل کے متعلق تمہارے اندازے بالکل صحیح تھے۔ ہندوؤں کی سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ اگر ہم انتہائی مجبوری کی حالت میں ہندوستان کی تقسیم قبول کرنے پر تیار ہو گئے تو کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جائے کہ پنجاب کی سکھ ریاستیں ایک طاقتور فریق کی حیثیت سے ابھریں اور مسلمانوں کی اخلاقی مدد سے خالصتان کا سنگِ بنیاد بن جائیں۔ یہ خوف ایک عام ہندو کے سر پر ہی نہیں بلکہ گاندھی، پٹیل اور نہرو کے سر پر بھی سوار ہے۔ چنانچہ سکھوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا زہر بھرنے کی بھرپور کوشش کی جائے گی۔ جگت سنگھ ان پنڈتوں کے نام جانتا ہے۔ جو سکھوں کے گردواروں میں جا کر ان کے خلاف مسلمانوں کے مظالم کی

فرضی کہانیاں سناتے ہیں۔ اس بات کی پوری کوشش ہو رہی ہے کہ تقسیم سے پہلے پہلے ملک میں خون خرابہ شروع ہو جائے۔ سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات اس قدر بگڑ جائیں کہ ان میں کسی مسئلے پر تعاون کا کوئی امکان نہ رہے۔ بعض سکھ راجے ایسے تھے جن کے باپ دادا مسلمانوں سے کافی اچھے تعلقات رکھتے تھے، لیکن نئی نسل پر ہندو پراپیگنڈہ کے اثرات آہستہ آہستہ ظاہر ہو رہے ہیں۔ بابا جگت سنگھ کہتے تھے کہ میرے اپنے کئی دور کے رشتہ دار ریاستوں میں ملازم ہیں اور ان کے ذریعے سکھوں میں اسلحہ تقسیم ہو رہا ہے۔

اس صورتِ حال کا انتہائی پریشان کن پہلو یہ ہے کہ مسلمان بالکل غیر مسلح ہیں اور ابھی تک ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ انتہائی خطرناک حالات میں اسلحہ کہاں سے مل سکتا ہے؟۔ جو ذمہ داریاں میں گزشتہ سال سوچ سکتا تھا آج بہت بڑھ گئی ہیں۔"

اگلے روز چار بجے کے قریب یوسف اور اس کے مہمان کوئی ڈیڑھ میل چلنے کے بعد پردیسی درختوں کے نیچے پہنچ چکے تھے۔ چند منٹ ادھر ادھر گھومنے کے بعد یوسف نے فہمیدہ سے کہا:

"میرا خیال ہے لوگ بڑی دلچسپی سے یہاں آتے ہیں، لیکن دس پندرہ منٹ ان درختوں کی طرف غور سے دیکھنے کے بعد انہیں اکتاہٹ محسوس ہونے لگتی ہے آپ کیا محسوس کرتی ہیں؟"

فہمیدہ نے جواب دیا: "میں آپ سے مختلف نہیں ہوں، لیکن میں یہاں نہ آتی تو مجھے بہت افسوس ہوتا۔"

"یہ بات تو آپ درست کہہ رہی ہیں آپ، ان درختوں کو دس برس بعد بھی دیکھیں گی تو ایسے ہی نظر آئیں گے۔ اب اگر ہم آہستہ آہستہ یہاں سے چل پڑیں تو تھوڑی دور جا کر میں آپ کو وہ مناظر دکھاؤں گا، جنہیں دیکھتے ہوئے وقت گزرتا محسوس نہیں ہوتا۔"

وہ سب وہاں سے چل پڑے۔ چند قدم دور جا کر فہمیدہ نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا "شاید آپ کی یہ بات بھی درست ہو کہ یہ درخت گنے نہیں جاتے؟"

یوسف بولا "میں نے کبھی گنے نہیں اور میرے نزدیک ان کے گنے نہ جانے کی اہمیت اتنی نہیں کہ میں ان پر اپنا وقت ضائع کروں۔ شاید کسی بے وقوف کے پاس فالتو وقت ہو جو اس کام پر لگ جاتے۔"

وہ شیشم کے درختوں کے جھنڈ سے گزرنے کے بعد اور جھیل کے کنارے چلتے چلتے ایک بلند جگہ کھڑے ہو گئے اور پاس ہی کھیت میں پرالی کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ یوسف نے پرالی کے چند گٹھے اٹھا کر بچھاتے ہوئے کہا: "آپ یہاں تشریف رکھیں۔ آپ اس پرالی کو قالین سے زیادہ آرام دہ پائیں گے۔ جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو تو آپ شمال مشرق کی ان برفانی چوٹیوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیں۔ ان کا سنہری عکس آپ کو اس جھیل کے پانی میں بھی نظر آئے گا۔ اگر برسات کے دن ہوتے اور پانی بہہ رہا ہوتا تو آپ یہ محسوس کرتیں کہ حدِ نگاہ تک سونا پانی بن کر بہہ رہا ہے۔"

چند منٹ بعد شفق کی سرخی نے کانگڑہ کی برفانی پہاڑیوں کو سنہری بنا دیا تھا۔

نسرین چلا رہی تھی: "اباجی! امی جی! اِدھر دیکھو! اس گندی سی جھیل کا پانی بھی سنہری ہو رہا ہے۔"

چند منٹ بعد منظور احمد نے ایک طرف ہو کر اذان دی۔ یوسف نے اور پرالی بچھا دی اور وہ نمازِ مغرب میں مشغول ہو گئے

نماز کے دوران انہیں گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی۔ گھوڑا چند قدم دور رکا اور وہ نماز سے فارغ ہو کر سوار کی طرف دیکھنے لگے۔

یوسف نے چند قدم آگے بڑھ کر کہا: "آجاؤ۔ اجیت بہن! تم رک کیوں گئی؟ ہم

سب تمہارا انتظار کر رہے تھے۔"

اجیت گھوڑے سے اُتر کر آگے بڑھی اور یوسف نے اس کے ہاتھ سے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔

وہ بولی۔ "ویر جی! مجھے اپنے گاؤں پہنچتے ہی آپ کا معلوم ہوا تو آپ کے گھر کی طرف بھاگی۔ وہاں سے پردیسی درختوں کی طرف جا رہی تھی تو دور سے آپ نظر آ گئے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ کے مہمان آ رہے ہیں تو میں ایک دن کے لئے بھی گھر سے باہر نہ نکلتی۔ بابا جگت سنگھ بھی میرے ساتھ آنا چاہتے تھے، لیکن وہ بہت تھکے ہوئے تھے۔"

پھر اُس نے آگے بڑھ کر باری باری بلقیس، صفیہ، عبدالعزیز، نصیرالدین کو سر جھکا کر سلام کیا امینہ اور خالدہ سے گلے ملی۔ نسرین کو غور سے دیکھا اور اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ چند ثانیے فہمیدہ کی طرف دیکھتی رہی پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر چومنے کے بعد بے اختیار اُس کے ساتھ چمٹ گئی۔ اور بولی۔ "شہزادی جی! میں سوچا کرتی تھی کہ آپ بہت ہی خوب صورت ہوں گی لیکن اب میں سوچتی ہوں کہ دنیا میں کسی شہزادی کا چہرہ آپ کے ہاتھوں جیسا بھی نہیں ہو گا۔"

فہمیدہ نے شرما کر کہا۔ "بہن! میرا خیال ہے کہ یوسف صاحب کی بہن کی آنکھیں خوبصورت ہوں گی۔"

اجیت کور نے کچھ سوچ کر کہا۔ "اچھے لوگوں کے منہ سے ہمیشہ اچھی باتیں نکلتی ہیں۔ اگر آپ منگل سنگھ کی بیوی کو ایک دفعہ کہہ دیں اس کی شکل بہت اچھی ہے اور آنکھیں بھی خوب صورت ہیں تو ساری عمر آپ کا یہ احسان نہیں بھولے گی۔ میں کل پیغام بھیجوں گی وہ فوراً آ جائے گی۔ اور آج اگر ویر جی! اجازت دیں تو میں آپ سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ یہاں تک کہ آپ تھک جائیں۔"

"نہیں بہن اجیت، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اپنے بھائی سے پوچھو، مجھے تم سے

ملنے کا کتنا شوق تھا۔"

اجیت نے یوسف کی طرف متوجہ ہو کر کہا، "ویر جی! میں گھر کہہ کر آئی ہوں کہ میں رات بچی جی کے پاس رہوں گی۔ میں نے بابا جگت سنگھ کو بھی کہہ دیا تھا کہ میری شہزادی بہنیں آئی ہوئی ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ میں بھی تمہارے ویر جی کو دیکھنے آؤں گا۔ اب میں گھوڑی گھر پہنچا کر آپ سے پہلے آپ کے گاؤں پہنچ جاؤں گی۔"

اجیت کور گھوڑی کی لگام پکڑ کر اُس پر سوار ہونے لگی، تو یوسف نے کہا، "اجیت اتنے لمبے سفر کے بعد تمہیں اس بات کا یقین ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اس گھوڑی کو چھوڑ دو گی تو یہ سیدھی گھر جائے گی؟"

اجیت کور نے جواب دیا۔ "ویر جی! یہ گھوڑی ابھی تک ہمارے گھر سے اچھی طرح واقف نہیں ہوئی۔ اس دن میں بابا جی کے ساتھ جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ سردار منگل سنگھ اور اس کی بیوی آ گئی۔ وہ آپ کی وجہ سے ہم پر بہت مہربان ہیں اور میرا حال پوچھتے رہتے ہیں اور جب بھی آتے ہیں کوئی نہ کوئی تحفہ لے کر آتے ہیں۔ اس مرتبہ جب انہیں معلوم ہوا کہ میں بابا جی کے ساتھ جا رہی ہوں تو سردار جی نے میری گھوڑی دیکھ کر کہا، بہن! لمبے سفر پر تم اس کمزور گھوڑی پر تھک جاؤ گی۔ اس لئے میری گھوڑی لے جاؤ۔ اس پر آپ کو یہ سفر محسوس بھی نہیں ہو گا۔ میں نے بابا جگت سنگھ کی طرف دیکھا۔ ان کی مسکراہٹ دیکھ کر سردار منگل سنگھ کی گھوڑی لے جانے پر رضامند ہو گئی۔ اب اگر میں اسے یہاں چھوڑ دوں تو سیدھی اس کے گاؤں میں جائے گی اور وہاں سے سارا گاؤں میری تلاش میں چل پڑے گا۔"

"اچھا جاؤ لیکن ذرا احتیاط سے چلنا۔"

اجیت کور نے گھوڑی کو ایڑ لگا دی اور گھوڑی ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔

عبدالعزیز نے کہا۔ "بیٹا! تم نے یہ کیوں کہا تھا کہ ذرا احتیاط سے چلنا۔ اس

اثر ہوا ہے وہ بے وقوف زیادہ شوخی میں آگئی ہے۔"

"چچا جی! یہ تو اس کی عام رفتار ہے۔ آج تو وہ احتیاط سے جا رہی ہے۔ ورنہ تاریکی میں بھی وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑایا کرتی ہے۔"

"بھائی جان اسے ڈر نہیں لگتا؟" نسرین نے پوچھا۔

امینہ بولی۔ "وہ شہزادی نسرین کے بھائی کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی۔"

بلقیس بولی۔ "بیٹی! آپ غلط کہتی ہیں۔ میں نہیں سمجھتی کہ یوسف کو کسی لڑکی پر غصہ آتا ہوگا۔"

"چچی جی! انہیں غصے میں آنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی لڑکیاں انہیں دیکھ کر ویسے ہی سہم جاتی ہیں۔"

"آپا امینہ! آپ بھی کبھی سہم جایا کرتی تھیں؟" فہمیدہ نے دبی زبان سے پوچھا۔

امینہ نے جواب دیا۔ "کیوں نہیں۔ جب وہ ہنستے ہنستے اچانک خاموش ہو جاتے یا باتیں کرتے کرتے منہ پھیر لیا کرتے تھے تو میں سمجھ لیتی تھی کہ مجھ سے کوئی غلط بات ہو گئی ہوگی۔"

فہمیدہ نے کھانا کھایا، نماز پڑھی اور کتاب اٹھا کر بالائی منزل کے ایک کمرہ میں لیمپ کی روشنی کے سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔ اچانک اسے نسرین اور اجیت کی آوازیں سنائی دیں۔

نسرین کہہ رہی تھی۔ "بھائی جان بہت فکرمند تھے اگر آپ نہ آتیں تو وہ آپ کا پتہ کرنے کے لئے کسی کو آپ کے گاؤں بھیجنے والے تھے۔"

"بہن فہمیدہ سو تو نہیں گئی؟" اجیت نے پوچھا۔

"نہیں جی، جب تک کوئی آپ کے گاؤں جا کر آپ کی خیریت کی خبر نہ لاتا، وہ

کیسے سو سکتی تھی؟ جب وہ پریشان ہوتی ہے تو تنہائی میں بیٹھ کر دعا کیا کرتی ہے۔"

فہمیدہ نے کتاب میز پر رکھ کر آواز دی۔ "بہن اجیت! آجاؤ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔"

اجیت آگے بڑھی اور فہمیدہ کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور نسرین سے مخاطب ہو کر بولی۔

"شہزادی نسرین جی! میں تمہاری آپا جی سے بہت سی ضروری باتیں کرنا چاہتی ہوں دوسروں کے سامنے میری زبان نہیں کھلا کرتی۔ تم مجھ پر مہربانی کرو اور نیچے سے اوپر کسی کو نہ آنے دو۔ کیونکہ صبح میں گاؤں چلی جاؤں گی اور اس کے بعد مجھے گھر سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں ملے گا۔"

نسرین نے کہا۔ "آپ اطمینان سے باتیں کریں، نیچے بہت سی عورتیں جمع ہیں اور وہ کافی دیر تک باتیں کریں گی۔ میں کسی کو اوپر نہیں آنے دوں گی پھر بھی یہ اچھا ہوگا کہ آپ اس طرف کنڈی لگائیں۔ تاکہ جو اوپر آئے وہ واپس چلا جائے۔"

اجیت کور بولی۔ "مجھے اب پتہ چلا ہے کہ بھائی جان بلاوجہ ننھی شہزادی کی تعریف نہیں کرتے۔ میں جو باتیں کروں گی وہ آپا جی آپ کو بتا دیں گی۔"

"جی، یہ تو آپ نہ کہتیں تو بھی وہ مجھے بتا دیتیں۔"

نسرین باہر نکل گئی۔ اجیت نے اٹھ کر دروازے کی کنڈی لگا لی اور خاموشی سے فہمیدہ کی طرف دیکھنے لگی۔

فہمیدہ بولی۔ "اچھا بہن، شروع کرو کونسی باتیں ہیں۔"

اجیت کور نے کہا۔ "بہن! مجھے ڈر ہے کہ آپ کو غصہ نہ آجائے۔ کیونکہ میرا پہلا سوال ایسا ہے۔ جس پر آپ خوش بھی ہو سکتی ہیں اور آپ کو بہت غصہ بھی آسکتا ہے اگر غصہ آجائے تو بھگوان کے لئے دل میں نہ رکھیں، ایک ہاتھ سے میرے سر کے بال پکڑ

لیں اور دوسرے ہاتھ سے میرے منہ پر زور زور سے تھپڑ لگائیں، پھر میں اف تک نہیں کروں گی۔"

فہمیدہ نے پیار سے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "میں ان ہاتھوں سے یوسف کی منہ بولی بہن کے منہ پر کیسے تھپڑ مار سکتی ہوں۔"

اجیت کور نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "بہن! میں ویرجی کو ایک دیوتا سمجھتی ہوں، اس لئے ایک ایسی دیوی کا خیال ہمیشہ میرے دل میں رہا ہے جسے دیکھ کر اس کے پاؤں چومنے کو جی چاہے۔ جب سے میں نے یہ سنا تھا کہ کوئی شہزادی یہاں آئی ہوئی ہے تو میں دعا کیا کرتی تھی کہ ایسی شہزادی تو میری بھابی ہونی چاہیئے۔ اگر آپ مجھے یہ بتا سکیں کہ آپ وہی بھابی ہیں جس کا مجھے انتظار تھا تو یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

اجیت نے ایک بار پھر فہمیدہ کا چہرہ غور سے دیکھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگا لیا اور دوبارہ سر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

فہمیدہ نے مسکراتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کی گردن میں ڈال دیا۔

اجیت بولی۔ "میری پیاری بھابی میرا دل چاہتا ہے کہ آسمان کے تارے توڑ کر آپ کے قدموں میں ڈھیر کردوں۔"

فہمیدہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو! تمہاری بھابی کوئی بھی ہوتی تم اس سے ضرور پیار کرتیں۔"

"نہیں بھابی، کسی اور کو میں پسند نہ کرتی، میں اس لئے پسند نہ کرتی کہ میں نے یوسف کی ماں کو دیکھا تھا۔ ان جیسا کوئی نہیں تھا۔ اس علاقے میں۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھیں۔ جب ان کی موت کی خبر آئی تھی تو میں کئی دن روتی رہی تھی۔ بھابی، اگر آپ نے یوسف کی ماں کو دیکھا ہوتا تو آپ کو یہ کہنا پڑتا کہ آپ کے سوا کسی اور کو ان کی بہو نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اور نہ وہ آپ کے سوا کسی کو پسند کرتیں۔"

فہمیدہ نے کہا۔ "میں نے انہیں دیکھا تھا اور ایک مختصر سے عرصے میں وہ مجھے عمر بھر کے لئے پیار دے گئی ہیں۔"

"پھر آپ یہ کیسے سوچ سکتی ہیں کہ آپ کے سوا کوئی اور بھابی مجھے پسند آجاتی۔ بچپن میں میں جب اس گھر میں آیا کرتی تھی تو وہ بھائی کو آواز دیا کرتی تھیں۔ یوسف تمہاری بہن آئی ہے۔ اور بھائی مجھے اٹھا کر جھولے پر بٹھا دیا کرتے تھے۔ ذرا بڑی ہوکر جب مجھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر شہر کی طرف گئے ہیں۔ تو میں ان کی راہ دیکھا کرتی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر گھوڑا روک لیتے اور پوچھتے، اجیتو چڑیل! تم گھوڑے پر سواری کرنا چاہتی ہو نا۔ میں ہنس پڑتی۔ پھر وہ گھوڑے سے کود کر مجھے اس کے اوپر بٹھا دیتے اور باگ میرے ہاتھ میں دے کر آگے آگے چل پڑتے۔ وہ تیز چلتے تو گھوڑا تیز ہوتا اور رک جاتے تو گھوڑا رک جاتا۔ باپو جی، یہ دیکھ کر ڈرا کرتے تھے۔ لیکن میں نہیں ڈرتی تھی۔ اس لئے نہیں ڈرتی تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ گھوڑا ویرجی کو چھوڑ کر بھاگ نہیں جائے گا۔ میں سوچا کرتی ہوں اگر اس دنیا میں یوسف نہ ہوتا تو مجھے یہ معلوم بھی نہ ہوتا، کہ بھائی کیا ہوتا ہے؟"

فہمیدہ نے کہا۔ "اچھا، میری بہن، جو تم چاہتی تھیں، وہ ہو چکا ہے، لیکن ابھی یہ بات سب پر ظاہر کرنے کا وقت نہیں ہے۔ یہ بات اس وقت مشہور کی جائے گی جب ہم اپنا گھر بسانے کا فیصلہ کریں گے۔ ابھی میری تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی اور تمہارے بھائی نے بھی بہت کچھ کرنا ہے۔ ہمارا نکاح اچانک اس لئے ہوا کہ خاندان میں مجھ سے پیار کرنے والوں کو میرے ایک اور امیدوار کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔"

"بھابی جی! جسے آپ نکاح کہتی ہیں اسے ہم بیاہ کہتے ہیں۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ آج کل پڑھی لکھی لڑکیاں ڈولیوں میں بیٹھ کر نہیں آتیں۔ اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا کہ بیاہ آج ہو جائے اور ڈولی چند مہینے بعد آجائے۔ آپ کا مطلب یہی ہے نا کہ ابھی آپ

نے خاوند اور بیوی کی طرح گھر بسانے کا فیصلہ نہیں کیا؟"

فہمیدہ نے کہا۔ "ہاں بہن! تم سب کچھ سمجھ گئی ہو۔ تمہارا بھائی اس دنیا میں بڑے کام کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ جب گھر کی ذمہ داریاں سر پر آپڑیں گی، تو کچھ نہیں کر سکے گا۔"

"بھابی جی، وہ بہت جلد سمجھ جائے گا۔ اور آپ کے ساتھ وہ زیادہ بڑے کام کر سکے گا اور گھر کی ذمہ داریاں اٹھاتے ہوئے اسے آرام ملے گا۔"

"لیکن میری بہن مجھے کم از کم بی۔ اے ضرور کر لینا چاہیئے۔"

"بھابی جی، اگر بھائی صاحب پسند کریں تو ضرور کرو۔ اب نیچے چلتے ہیں۔ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

علی الصباح فہمیدہ نماز کے لئے اٹھنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ اسے اپنی چارپائی میں ہلکی سی جنبش محسوس ہوئی۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اجیت کور کھاٹ کے ساتھ فرش پر گھٹنوں کے بل ہو کر غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے"؟ اس نے حیران سی ہو کر پوچھا۔

"بہن، میں یہ دیکھ رہی تھی کہ دیویاں اور پریاں صبح کی دھندلی روشنی میں کتنی خوب صورت نظر آتی ہیں ۔ میں تمہیں جگائے بغیر جانا چاہتی تھی۔ ویر جی کا نوکر میرے لئے گھوڑا لئے کھڑا ہے۔"

"بہن آپ نیچے کیوں بیٹھی ہیں؟"

اجیت نے جھک کر اپنا منہ اس کے کان کے قریب کرتے ہوئے کہا۔ "میں اپنی پریوں جیسی بھابی کو جگائے بغیر بہت قریب سے دیکھنا چاہتی تھی۔ اور مجھے ایسے محسوس ہوتا تھا کہ میں کسی دیوی کی پوجا کر رہی ہوں۔"

فہمیدہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میری بہن انسان صرف انسان ہوتے ہیں دیویاں یا دیوتا نہیں ہوتے۔"

"دیوی نہ سہی، پری سہی۔"

"پری بھی نہیں، صرف ایک لڑکی ہوں۔"

اجیت کور ادھر ادھر دیکھ کر اٹھی اور سرگوشی کے انداز میں کہا، "اچھا بھابی جی، میں جو کچھ کہنا چاہوں گی وہ اپنے دل میں کہہ لیا کروں گی۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"ٹھہریئے! میں دروازے تک آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

فہمیدہ سلیپر پہن کر اس کے ساتھ باہر نکلی۔ ڈیوڑھی سے باہر ایک نوکر گھوڑے کی لگام تھامے یوسف سے باتیں کر رہا تھا اور بھلو ہاتھ میں نیزہ لئے کھڑا تھا۔

فہمیدہ ڈیوڑھی میں پہنچ کر جھجکی۔ بھلو نے جھک کر سلام کیا اور یوسف نے کہا۔ "یہ بھلو ہے اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے اجیت کور کے ساتھ جا رہا ہے۔ آؤ اجیت اب جلدی کرو۔ بہادر سنگھ رات کے وقت میرے پاس آیا تھا میں نے وہ خوب صورت پستول اور لائسنس جس کا وعدہ چچی بلقیس نے کیا تھا اس کے سپرد کر دیا ہے۔ چچا عبدالعزیز اس کے ساتھ پانچ سو گولیاں بھی لے آئے تھے۔ تاکہ تم نشانہ بازی کی اچھی طرح مشق کر سکو۔ اسے تاکید کی گئی ہے کہ شادی سے فارغ ہونے کے بعد وہ تمہیں نشانہ بازی کی خوب مشق کروائے۔ لیکن ان دنوں تمہیں اسے ہاتھ نہیں لگانا چاہیئے۔"

اجیت کور نے گھوڑے پر سوار ہو کر کہا۔ "ویر جی، جو بات آپ نے مجھے نہیں بتائی تھی وہ میں نے ان سے پوچھ لی ہے۔ اور مجھے ساری رات خوشی سے نیند نہیں آئی۔"

یوسف نے مسکراتے ہوئے نوکر سے کہا: "دیکھو! جب تک اجیت بی بی گھوڑے پر سوار ہے تم نے گھوڑے کی باگ نہیں چھوڑنا اور انہیں حویلی میں جا کر اتارنا۔ کہیں ایسا

اردو فینز ڈاٹ کام

نہ ہو کہ خوشی میں یہ گھوڑا بھگانا شروع کر دے۔"

اجیت بولی۔ "ویرجی! آپ کو مجھ پر دوسروں سے زیادہ اعتبار کرنا چاہیئے۔"

لیکن پھر اچانک یوسف کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے بولی، "ویرجی، ذرا ٹھہرنا! میں آپ کو دیکھ کر بہت سی باتیں بھول جایا کرتی ہوں۔ آج تین چار بجے کے قریب بابا جگت سنگھ آپ سے ملنے آئیں گے۔ وہ کہتے تھے میں کسی جگہ علیحدہ بیٹھ کر تمہارے ویرجی سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے انہیں بتایا کہ آپ اپنے دوست منظور صاحب کے ساتھ ایک بہت لمبے دورے پر جا رہے ہیں تو انہوں نے کہا تھا اپنے ویرجی سے کہہ دینا کہ منظور کو بھی لے آئے۔"

"دیکھو بہن! اسے کہنا کہ وہ تکلیف نہ کرے ہم خود آجائیں گے اور وہاں کسی جگہ بیٹھ کر باتیں کر لیں گے۔ اپنے گاؤں میں جہاں بھی ہم بیٹھیں گے لوگ ضرور اکٹھے ہو جائیں گے۔ وہاں ہم پرانی نہر کے کنارے کسی جگہ بیٹھ جائیں گے۔"

سہ پہر کے وقت پرانی نہر کے کنارے یوسف اور منظور پرالی کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ جگت سنگھ کہہ رہا تھا۔ "یوسف صاحب، مجھے آپ کو کاکا جی کہنے کی عادت ہو گئی ہے۔ لیکن اب مجھے یہ عادت تبدیل کرنی پڑے گی۔ آپ نے گاڑی میں سفر کے دوران جو باتیں کہی تھیں وہ میرے دل میں اتر گئی تھیں اور میں آپ سے بار بار ملنے کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔

جب میں گاڑی پر سفر کے بعد آپ سے جدا ہوا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا رہا کہ آپ کوئی ایسی بات کہہ گئے ہیں۔ جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی، ہو سکتا ہے کہ یہ خیال پہلے بھی مجھے کبھی آیا ہو، لیکن آپ نے جو چند لفظ کہے تھے۔ وہ میرے دل میں اتر گئے تھے۔ اور جب بھی میں ملک کے بدلتے ہوئے حالات کے متعلق سوچتا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ نے میرے سکھ بھائیوں کے متعلق جو خدشہ ظاہر کیا تھا۔ وہ ایک حقیقت بن

کر سامنے آ رہا ہے۔ ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہندو جب مسلمان کے ساتھ تھوڑی سی دشمنی ظاہر کرتا ہے تو ہم ان کے پورے دشمن بن کر آگے نکل آتے ہیں۔ بنیا کہتا ہے کہ ہم ہندوستان تقسیم نہیں ہونے دیں گے۔ اور پاکستان نہیں بننے دیں گے۔ اور جب ہمارے سکھ لیڈروں کے کان میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہارے خالصتان کے حامی ہیں۔ لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم ہمارے ساتھ مل کر پاکستان کی مخالفت کرو۔ تو ہم بھی ملک کی تقسیم کے خلاف ویسے ہی نعرے لگاتے ہیں، جو کانگرس کے پلیٹ فارم سے سننے جاتے ہیں۔ یوسف صاحب ہندو ایک تیر سے دو شکار مارنا چاہتا ہے۔ وہ پاکستان کا راستہ روکنے کے لیے سکھوں کی کرپانیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اسے یہ نظر آتا ہے کہ اگر وسیع پیمانے پر خون خرابے سے وہ قیام پاکستان کو روک نہ سکیں تو بھی مسلمانوں کے لئے اتنے مسائل پیدا کر دیں گے کہ ان کے لئے سنبھلنا مشکل ہو جائے گا۔ اور ایک بہت بڑا فائدہ ہندوؤں کو اس سے یہ ہوگا کہ سکھ مسلمانوں سے دائمی دشمنی مول لینے کے بعد ان کے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں رہیں گے۔

کاکا جی! میں آپ کو ایک نئی بات بتا رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک پنجاب کا ایک بہت بڑا مسئلہ وہ سکھ ریاستیں ہیں۔ جو مسلمانوں کے معمولی تعاون سے ایک بہت بڑی قوت بن سکتی ہیں۔ پٹیالہ کا حکمران ان ریاستوں کا قدرتی لیڈر تھا۔ اور مسلمانوں سے اس کے خاندان سے تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ باقی سکھ ریاستوں کی پالیسی بھی ایسی ہی تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کا توازن ٹھیک رکھا جائے۔ لیکن پٹیالہ کے موجودہ ولی عہد یادوندر سنگھ پر اکالیوں کے اثرات ہیں۔ اور یہ ماسٹر تارا سنگھ جس نے پٹیالہ کے ولی عہد اور پنجاب کے عام سکھوں کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ در اصل راولپنڈی کے قریب رہنے والا ایک ہندو جاسوس ہے اور اس کا اصل نام تارا چند تھا۔ اور پٹیالہ کا ولی عہد تو بنیوں کا آلۂ کار بنتا جا رہا ہے۔

کاکاجی! میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جو آگ ہندو کے دل میں مسلمانوں کے خلاف لگی ہوئی ہے وہ کسی دن اس سے زیادہ خوفناک صورت میں سکھوں کے خلاف بھڑک اٹھے گی کیونکہ ہندو کو ہمیشہ دوسروں کی موت میں اپنی زندگی نظر آتی ہے۔ اگر آپ طاقتور ہیں تو وہ آپ کو دیوتا کہہ کر پوجا کرنے لگ جاتا ہے اور اگر آپ کمزور ہیں تو وہ شودر ملیچھ اور چنڈال کہہ کر آپ کو فنا کرنے کی تدبیریں سوچتا ہے۔ ہماری اس سے بڑی بدقسمتی کیا ہے کہ ہم مسلمانوں کی طرح صرف ایک خدا کو مانتے ہیں۔ لیکن بعض تاریخی حادثات نے ہمیں ہندو دھرم کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ جس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ جب اس ملک پر مغلوں کا غلبہ تھا تو ہندو اکبر کو ایک دیوتا بنا کر اس کی پوجا کرتے تھے مغلوں کے ساتھ لڑکیوں کی شادی بھی کر دیتے تھے۔ پھر جب مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے ہمارے تعاون کی ضرورت محسوس کی تو ہمارے ساتھ شادی بیاہ کے رشتے جوڑ لئے۔ یہاں تک ہم ہر لحاظ سے ایک جدا قوم ہونے کے باوجود ہندو قوم کا ایک حصہ بن کر رہ گئے۔

ہماری اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہماری قیادت بعض ہندو جاسوسوں کے ہاتھ میں ہے۔ جو اپنے مندروں سے نکل کر ہمارے گردواروں میں گھس گئے ہیں۔ وہ سکھوں کو مسلمانوں کے مظالم کی ایسی کہانیاں سناتے ہیں۔ جو آج تک سکھوں میں سے مسلمانوں کے کسی بدترین دشمن کے دماغ میں بھی نہیں آئی تھیں۔ جب سننے والے اچھی طرح مشتعل ہو جاتے ہیں تو ان سے قسمیں لی جاتی ہیں کہ وہ ہندو مسلم فساد میں ہندو کا ساتھ دیں گے۔ میں نے کئی موقعوں پر ایسے فسادی لوگوں کو ٹوکا ہے۔ اور چند گیانی میری باتوں سے لاجواب بھی ہو گئے تھے۔ لیکن عوام میں اتنا زہر بھر دیا گیا ہے کہ وہ ذرا سی بات سے لڑائی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ میں جانتا ہوں تم ان مسلمانوں سے کتنی نفرت کرتے ہو جو تمہاری قوم کا ساتھ چھوڑ کر ہندو سے مل گئے ہیں۔ لیکن جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا تو مجھے محسوس ہوا تھا کہ مسلمان اس لحاظ سے سکھوں کی نسبت بہت خوش قسمت ہیں کہ

ان کے اندر تمہاری عمر کے لوگ بھی اپنی قوم کے مستقبل کے متعلق سوچنے لگ گئے ہیں اور تم میں سے قوم کا ساتھ چھوڑنے والوں کو رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔

اور کاکاجی! یہاں آتے ہی مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم سردار بیلا سنگھ کی یتیم لڑکی کی شادی کے لئے رُک گئے ہو ورنہ تم میاں صاحب کی صحت کے متعلق اطمینان حاصل کرتے ہی پاکستان کے حق میں تقریریں کرنے کے لئے ایک بہت لمبے دورے کا پروگرام بنا چکے تھے۔"

یوسف بولا۔ "سردار جی! ایک بہادر پڑوسی کی یتیم لڑکی کی دلجوئی میرے نزدیک ایک معمولی فرض نہ تھا۔ اجیت کور کی شادی میں شرکت کے لئے میرے بہت سے عزیز آ چکے ہیں۔ بعض آنے والے ہیں۔"

سردار جگت سنگھ نے کہا۔ "بیٹا! میں تمہیں پہلی بار دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ تم بابا نور محمد کے سوا کسی اور خاندان کے نہیں ہو سکتے۔ اور میں نے سنا ہے کہ وہ شہزادی جو اپنی نانی کے ساتھ کوئٹہ سے تمہارے ساتھ سفر کر رہی تھی، وہ بھی یہاں آئی ہے۔ اور اس کی بڑی بہن اور ماں باپ بھی اس کے ساتھ ہیں۔ میں سوچا کرتا تھا کہ وہ لوگ تمہارے عزیز ہوں گے۔ اور اجیت کور مجھے کہتی تھی بابا جی کسی دن آپ کو دیر جی کے متعلق ایک خبر سن کر بہت ہی خوشی ہو گی۔" جگت سنگھ یوسف کی طرف دیکھے بغیر مسکرا رہا تھا۔

منظور نے یوسف کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں کا اشارہ پا کر کہا "بابا جی! بھائی یوسف آپ کی بڑی عزت کرتے ہیں اور ان کی باتیں سن کر میں بھی غائبانہ طور پر آپ کا مداح ہو چکا ہوں۔ اس لئے جو باتیں ہمیں معلوم ہیں وہ آپ کو بھی معلوم ہونی چاہئیں جس شہزادی کو آپ نے دیکھا تھا۔ اس سے بڑی شہزادی میاں عبدالرحیم کی بہو بننے والی ہے۔ امید ہے کہ آپ شادی کی دعوت پر ضرور آئیں گے۔"

"بٹیا! میں ضرور آؤں گا۔ اور یوسف کی شادی کی دعوت کے لئے مجھے کسی کو خط لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں بہادر سنگھ سے کہہ جاؤں گا کہ مجھے وقت سے پہلے بلا لیا جائے۔ اب بٹیا! میری یہ درخواست ہے کہ میں عمر کا زیادہ حصہ ادھر ادھر بھاگنے کی بجائے راوی کے کنارے اپنے پرانے گاؤں میں گزاروں گا۔ وہاں ایک جگہ پیپل کے تین بڑے درخت ہیں۔ جن کی آپس میں پھنسی ہوئی شاخیں سورج کو ڈھانپ لیتی ہیں۔ گرمیوں کے دن میں وہاں گزارا کرتا ہوں۔ کبھی کبھی دریا تک چلا جاتا ہوں اور وہاں ٹھنڈے پانی میں اشنان کیا کرتا ہوں۔ پیپل کے درختوں کے قریب ہی میں نے ایک کشادہ حویلی میں اپنا نیا مکان بنایا ہے۔ حویلی کے ساتھ ایک چھوٹا سا باغ بھی ہے۔ یہاں بارہ آم اور چار جامن کے درخت ہیں۔ ہماری ضرورت کے لئے لیموں اور سنگترے بھی ہو جاتے ہیں۔ وہاں ہمارے آس پاس مرغابی بہت آتی ہے اور سردیوں کے لئے آپ کبھی آٹھ دس دن آکر وہاں رہیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی۔ ہمارا چوبارہ کافی کھلا ہے وہ آپ کے لئے خالی کر دیا جائے گا۔ ہمارے پاس ہی ماچھیوں کا ایک گھر بھی ہے کوئی اور شکار ملے نہ ملے مچھلی آپ کو ہر وقت ملے گی۔ اور آپ کے لئے کسی اچھے باورچی کا انتظام بھی ہو جائے گا۔"

منظور نے کہا۔ "سردار جی! جس طریقے سے آپ نے دعوت دی ہے اس سے انکار کرنا کسی شریف آدمی کے لئے ممکن نہیں۔ ہم کسی دن ضرور آئیں گے اور آپ کے گاؤں میں ہم پکنک کے موڈ میں ہوں گے۔ ایسے موقعوں پر میں اپنی ضرورت کے لئے اچھا خاصا کھانا تیار کر لیا کرتا ہوں۔"

جگت سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یار! میں تمہاری بہت مدد کیا کروں گا۔"

یوسف نے کہا۔ "چلئے سردار جی! اب آپ ہمارے گاؤں چلیں وہاں آپ کو اچھی سی چائے پلائیں گے اور ہمارے مہمان بھی آپ کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔"

جگت سنگھ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "وہ بزرگ خاتون بھی ان کے ساتھ آئی ہیں، جنہیں تم ماں جی کہتے تھے؟"

"جی نہیں، لیکن ہماری ننھی شہزادی آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔"

اتوار کے روز سہ پہر کے وقت اجیت کور کی برات گاؤں سے رخصت ہو گئی تھی سردار جگت سنگھ نے دلہن اور دولہا کے رشتہ داروں کے سامنے کھانا کھانے سے پہلے ہی یہ اعلان کر دیا تھا۔ "بھائیو! میں تمہیں ایک اچھی خبر سناتا ہوں۔ سردار بہادر سنگھ اور بی بی اجیت کی برادریوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سردار بیلا سنگھ جی کے گھر کو آباد رکھنے کے لئے، بہادر سنگھ اسی گاؤں میں آجائے گا۔ میں اپنے گاؤں سے چند محنتی کاشت کار یہاں بھیج دوں گا۔ اور جالندھر میں میاں عبدالرحیم جی کے رشتہ داروں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کوشش کریں گے کہ کچھ ریٹائرڈ فوجی اس علاقے میں زمین خرید کر آباد ہو جائیں۔ یوسف صاحب کوشش کر رہے ہیں کہ اس گاؤں کے چند آدمیوں کو اسلحہ کے لائسنس بھی مل جائیں۔ ایک اچھا پڑوسی بھی بھگوان کی کرپا سے ملتا ہے۔ آپ کو شکر کرنا چاہیئے کہ آپ میاں عبدالرحیم کے گاؤں کے لوگوں کے پڑوسی ہیں۔"

گھر سے رخصت ہوتے وقت اجیت کور کے وہ آنسو جنہیں وہ بڑی مشکل سے ضبط کر رہی تھی، فہمیدہ کو گلے لگاتے ہوئے بے اختیار بہہ نکلے اور وہ اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہہ رہی تھی۔ "بھابی جی! ویر جی نے مجھے رونے سے منع کیا تھا۔ اس لئے میں نے بڑی مشکل سے آنسو روک رکھے تھے۔ آپ وعدہ کریں کہ میرے واپس آنے تک آپ نہیں جائیں گی۔ میں آپ سے جی بھر کر باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"اجیت بہن! ہم تو کل جانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔"

"نہیں بہن! بھگوان کے لئے نہ جائیے۔ میں پرسوں سورج نکلتے ہی آپکے پاس پہنچ

جاؤں گی۔ اور سورج ڈوبنے تک آپ کو دیکھتی رہوں گی۔ بھابی! اگر کہو تو میں ان سب کے سامنے ہاتھ جوڑ دیتی ہوں۔"

فہمیدہ بولی۔ "یوسف صاحب کی بہن کو ہاتھ جوڑنے کی ضرورت نہیں۔ میں نہیں جاؤں گی۔"

ایک ثانیہ کے لئے اجیت کور کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور وہ بولی۔ "بھابی! کاش یہ سب ویرجی میری آنکھوں سے دیکھ سکتے کہ آپ مسکراتی ہوئی کتنی اچھی لگتی ہیں۔"

"اچھا مجھے چھوڑ دو، یہاں اتنی عورتیں ہمیں دیکھ کر پریشان ہو رہی ہوں گی۔"

اجیت کور جب گھر سے نکل کر ڈولی کی طرف بڑھی تو دائیں طرف اس کی ایک پھوپھی زاد بہن اور بائیں طرف ایک پھوپھی زاد بھائی اسے سہارا دیتے ہوئے تھے۔ ڈولی میں بیٹھتے ہوئے وہ چیخیں مارنے کی بجائے ہولے ہولے سسکیاں لے رہی تھی۔ گاؤں کی حدود سے آگے ایک کار کے گرد چند معززین کھڑے تھے۔ ڈولی کے ساتھ بہادر سنگھ اور اجیت کور کا پھوپھی زاد بھائی پیدل چل رہا تھا۔ یوسف اور جگت سنگھ اگلی سیٹ سے اترے اور انہوں نے پچھلی سیٹ کے دروازے کھول دیئے۔ اجیت کور نے بھرائی ہوئی آواز میں "ویرجی" کہہ کر دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

یوسف نے اطمینان سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ "اجیت بہن! میں نے تم سے ایک وعدہ لیا تھا۔"

اجیت بولی۔ "ویرجی! اپنے دوست سے پوچھ لو کسی نے مجھے روتے ہوئے نہیں سنا لیکن جب میں بہن فہمیدہ سے گلے مل رہی تھی تو میرا دل اس خیال سے بھر آیا تھا کہ یہ جا رہی ہیں اور پھر بھگوان جانتا ہے کہ ہماری ملاقات ہوگی یا نہیں۔ میرے آنسو دیکھ کر انہیں ترس آیا اور انہوں نے یہ عہد کیا ہے کہ وہ میرے واپس آنے تک انتظار کریں گی۔"

یوسف بولا۔ "اگر یہ بات ہے تو مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔" ——— پھر وہ بہادر سنگھ کی طرف متوجہ ہوا۔ "بہادر سنگھ تمہارے ہاتھ صاف ہیں نا؟"

"بالکل صاف ہیں۔ ویرجی، دیکھ لیجیئے!" بہادر سنگھ نے پریشان ہو کر جواب دیا۔

یوسف نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا اور پھر اس پر اجیت کور کا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "بہادر سنگھ! یہ ہاتھ اس طرح پکڑو، جس طرح ایک تازہ اور مہکتا ہوا پھول پکڑا جاتا ہے۔ اور پھر اپنی بیوی کو آرام سے کار میں بٹھادو اور اپنی بہن کو بھی ساتھ بٹھادو۔ سردار جگت سنگھ میرے ساتھ بیٹھ جائیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد جب کار نہر کی پٹڑی پر جا رہی تھی تو بہادر سنگھ نے جھجکتے ہوئے کہا "یوسف جی! آپ کی بہن بڑی بہادر نکلی ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ ڈولی پر بیٹھتے ہوئے بہت دہائی دے گی، لیکن اس نے بہت حوصلہ دکھایا ہے۔ گاؤں کی بعض بے وقوف عورتیں یہ کہتی تھیں کہ اسے کچھ ہو گیا ہے اس لئے اس کے منہ سے چیخیں نہیں نکلتیں اگر کوئی سادھو یا پیر فقیر ایسا دم کر دے جس سے یہ کھل کر رو لے تو یہ بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ ایک عورت کہتی تھی کہ حکیموں اور سنیاسیوں کے پاس ایسی دوائیاں ہوتی ہیں۔"

یوسف نے گاڑی ایک طرف روکتے ہوئے کہا۔ "دیکھو۔ اجیت بہن! میں بابا جگت سنگھ کے سامنے تم سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم اس قسم کے بے وقوفوں کے پاس کبھی نہیں جاؤ گی۔ اور بہادر سنگھ! میں تم سے بھی وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ تم اجیت کو کسی بے وقوف سنیاسی یا نیم حکیم سے دوائی لاکر نہیں دو گے۔ ہمارے علاقے کے دو نامی گرامی جوان ایک جرائم پیشہ حکیم کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں اور ان میں سے ایک میرا چچا تھا۔ جو علاقے میں انتہائی شہ زور اور بے حد خوب صورت تھے۔ میں آپ کو سارا واقعہ سناتا ہوں۔" یوسف نے یہ کہہ کر دوبارہ کار اسٹارٹ کی

اور چچا شیر علی کی موت کے دردناک واقعات سنانے شروع کر دیے۔

اجیت کور، بہادر سنگھ اور اس کے ساتھیوں کو گھر چھوڑ کر ڈیڑھ گھنٹہ بعد وہ اسی راستے اپنے گاؤں کا رخ کر رہا تھا۔

تیسرے روز صبح کی نماز اور قرآن کی تلاوت کے بعد فہمیدہ، نسرین کے ساتھ کچھ دیر مکان کی چھت پر ٹہلتی رہی۔ پھر نیچے آکر اس نے اپنے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا، "نسرین! میرا سامان اکٹھا کر کے سوٹ کیس میں ڈالنا تمہاری ذمہ داری ہے، میں تھوڑی دیر سونا چاہتی ہوں۔ مجھے اجیت کور کا انتظار تھا۔ مگر وہ کیسے آسکتی ہے؟"

"آپا جی! اگر اس نے کہا تھا تو وہ ضرور آئے گی۔"

فہمیدہ نے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔ "وہ اس وقت آئے گی۔ جب ہم لاہور پہنچ چکے ہوں گے۔"

نسرین کرسی گھسیٹ کر قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آپا جی، عمر اور اس کے اباجی کہتے تھے کہ اگر ہم یہاں سے سیدھے دریا عبور کر کے جائیں تو ان کا گاؤں دس پندرہ میل سے زیادہ نہیں۔ ہم یہاں کار میں چھوڑ کر دو تین دن وہاں سیر کر کے واپس آسکتے ہیں۔ یوسف صاحب کہتے تھے کہ یہاں سے سب کے لئے گھوڑوں کا انتظام ہو جائیگا۔"

فہمیدہ نے تلخ ہو کر کہا۔ "نسرین، میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ عمر تمہیں بیوقوف بنانے میں اس قدر کامیاب ہو جاتے گا۔ اس کی پہلے دن سے خواہش تھی کہ ہم شکار کھیلنے کے لئے اس کے گاؤں جائیں۔ یوسف صاحب کے ابا جان کی تیمارداری کے لئے یہاں آنا تو ایک فرض تھا۔ لیکن ایک قافلے کی صورت میں دریا کے آر پار آوارہ گردی کے لئے کون سی مجبوری ہے؟ تم نے یوسف صاحب کو یہ تو نہیں کہہ دیا کہ ہم سب گھوڑوں پر دریا کے پار جانا چاہتی ہیں؟"

نسرین نے احتجاج کیا۔ "آپا جی، میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے بھائی جان ناراض ہو جاتے۔ اگر میں ضد کرتی کہ میں یہاں سے چل کر دریا عبور کروں گی اور وہاں سے آپا خالدہ کے گاؤں کے راستے ہم جالندھر جاتے تو بھی وہ خوش ہوتے۔"

"چڑیل! میں تمہارے بھائی کی بات نہیں کر رہی۔ میں گاؤں کے دوسرے لوگوں کے متعلق کہہ رہی ہوں۔ جنہیں شہر والوں کا مذاق اڑانے کے لئے کسی بہانے کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"آپا جی، بھائی جان کے گاؤں کے لوگ بھی بھائی جان جیسے ہیں۔"

"پھر بھی ہم انہیں تماشا نہیں دکھائیں گے۔ اب چپکے سے بیٹھ جاؤ۔ یا سامان ٹھیک کرو اور مجھے سونے دو۔"

فہمیدہ گہری نیند سے بیدار ہوئی تو اس کے بستر کے قریب دوسری کرسی پر اجیت کور بیٹھی ہوئی اسے پورے انہماک سے دیکھ رہی تھی۔

فہمیدہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم نہیں آؤ گی۔"

"یہ ویرجی کے دوست کا قصور ہے جی۔ ہم نے کل شام سے پہلے وہاں سے چلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن شام تک سردار جی ملنے والوں سے فارغ نہیں ہوئے تھے۔ جب وہ گھر آئے تو نشے میں جھوم رہے تھے اور سارا گھر بدبو سے بھر گیا تھا۔ میں نے کہا میں ویرجی سے کہوں گی، تو ہاتھ جوڑنے لگے کہ بھگوان کے لئے ان سے نہ کہنا۔ دوستوں نے زبردستی پلا دی تھی آئندہ میں کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ پھر انہوں نے بہت سا لیموں کا اچار کھایا۔ نہر کے ٹھنڈے پانی کی بالٹیاں سر پر ڈالیں اور میرے ساتھ آنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جب کوئی تانگہ نہ ملا تو مجھے سائیکل پر بٹھا لیا۔ نہر کی پٹڑی پر ابھی ہم نے نصف فاصلہ طے کیا تھا کہ ٹائر پنکچر ہو گیا۔ پیدل چلتے ہوئے شہر پہنچے تو دکانیں بند تھیں۔ پولیس

نے ایک مستری کو تلاش کرلیا اور پنکچر لگوالیا۔ ہم گھر پہنچے تو گیارہ بجنے والے تھے۔ اگر ویر جی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس وقت بھی یہاں آجاتی۔ اب ذرا دیر سے اٹھی تو سردار جی سے پہلی لڑائی ہوئی۔ میں کہتی تھی: "تمہیں معلوم تھا کہ ویر جی کے مہمان آج جارہے ہیں۔ پھر تم نے مجھے جگایا کیوں نہیں؟"

سردار جی نے کہا، "بھئی! میں نے سوچا تھا کہ تم اچھی طرح سولو۔ جب تمہارے ویر جی کے مہمان اس طرف سے گزریں گے تو میں انہیں روک لوں گا۔"

"بہن جی! جتنی دیر میں، میں تیار ہوئی اتنی دیر میں سردار جی گھوڑے پر زین ڈال چکے تھے میں نے گھوڑا بھگانے کے بعد مڑ کر دیکھا تو وہ سائیکل پر میرے پیچھے آرہے تھے۔ اب وہ باہر آپ کے مہمان خانے میں بیٹھے ہوں گے۔"

"اجیت! زیادہ بے عزتی تو نہیں کی تم نے ان کی؟"

"نہیں جی، وہ بے عزتی کو کب محسوس کرتا ہے؟ میں جس قدر غصے میں آتی ہوں، اسی قدر وہ ہنستا رہتا ہے۔"

"دیکھو اجیت، تمہیں اپنے ویر جی کے دوست کی قدر کرنی چاہیئے۔"

"بہن! اسی لئے تو وہ مجھے اچھا لگتا تھا کہ وہ ویر جی کا دوست ہے ورنہ اس میں کون سی خوبی ہے؟"

فہمیدہ نے کہا، "نسرین! میرے سوٹ کیس سے میری نئی بالیوں والی ڈبیہ نکال لاؤ۔"

نسرین بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

اجیت کور نے کہا، "بہن! میں یہ سوچا کرتی ہوں کہ میرے لئے وہ دن کتنی خوشی کا دن ہوگا جب میں ساری دنیا کے سامنے بلند آواز سے کہہ سکوں گی کہ یہ شہزادی میری بھابی ہے۔"

"اجیت، تم بہت معصوم ہو میرے لئے دعا کیا کرو۔"

"جی، وہ تو میں پہلے بھی کیا کرتی تھی۔ جب میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا اور اب تو ہر سانس کے ساتھ دعا کیا کروں گی۔ آپ کے لئے بھی اور نسرین کے لئے بھی۔

بھابی جی! اگر معصوم ہونا کوئی اچھی بات ہے تو آپ سے، جنہیں ویر جی نے پسند کیا ہے کوئی اور زیادہ معصوم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آپ بھی میرے لئے دعا کیا کریں۔"

"اجیت بہن، میں ضرور کیا کروں گی۔"

نسرین نے ایک ڈبیہ لاکر فہمیدہ کو پیش کردی اور اس نے اٹھ کر اجیت کے سر سے دوپٹہ سرکاتے ہوئے کہا۔ "اجیت! تمہاری ڈنڈیاں بہت بھاری ہیں۔ یہ ہلکی بالیاں پہن لو۔ اس سے تمہارے کان خراب نہیں ہوں گے۔"

"آپا جی، بھائی جان کے خاندان نے مجھے بہت کچھ دیا ہے۔ میاں جی نے چند دن پہلے ایک بھینس بھی ہمارے گھر بھیج دی تھی، لیکن آپ کا کوئی تحفہ میں رد نہیں کرسکتی۔ میں ڈنڈیاں اتار کر رکھ لیتی ہوں آپ اپنے ہاتھوں سے یہ بالیاں پہنادیں۔ پھر میں مرتے دم تک ان کی حفاظت کروں گی۔"

"نہیں بھئی، ایسی باتیں نہیں کرتے۔ اللہ تمہیں لمبی عمر دے تاکہ میں تمہیں بہت سے تحائف دے سکوں۔"

اجیت کور نے ڈنڈیاں اتارنے کے بعد فہمیدہ کے ہاتھوں سے بالیاں پہن لیں۔

نسرین نے آئینہ اٹھا کر اس کے سامنے کردیا تو اجیت بولی، "بھابی جی، خدا کی قسم! یہ بالیاں پہننے سے پہلے مجھے اپنا چہرہ کبھی اتنا خوب صورت نظر نہیں آیا تھا۔"

بلقیس کمرے میں نمودار ہوئی اور کہا۔ "لڑکیو! تم کب تک باتیں کرتی رہو گی۔ وہ جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ نسرین نے تمہارا سامان رکھوا دیا ہے۔ اب تمہیں لباس بدلنے کی بجائے انہی کپڑوں میں سفر کرنا پڑے گا۔"

"چچی جان! میں صبح کی نماز کے بعد سفر کے لئے تیار ہو کر دوبارہ سوئی تھی۔"

فہمیدہ نے اٹھ کر چارپائی کے نیچے سے جوتے نکال کر پہن لئے۔ "چچی جان! اگر سارا سامان چلا گیا ہے تو یہ سلیپر مجھے پریشان کریں گے۔"

بلقیس نے اس کے ہاتھ سے سلیپر پکڑتے ہوئے کہا۔ "بیٹی یہ میں کار میں پہنچا دیتی ہوں تم اطمینان سے نیچے آؤ۔"

پانچ منٹ بعد فہمیدہ غسل خانے میں اپنے منہ پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد اجیت کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے نیچے اتری اور خواتین کے جھرمٹ میں مکان سے باہر نکل آئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ موٹروں پر سوار ہو رہے تھے۔

یوسف مہمان خانے میں اپنے والد سے دعائیں لینے کے بعد باہر نکلنے لگا تو بہادر سنگھ نے بھاگ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "بھائی صاحب، آپ سے جو ضروری بات کہنی ہوتی ہے وہ میں وقت پر ہمیشہ بھول جاتا ہوں۔"

"اچھا، آج کیا بھول گئے تھے؟"

"جی وہ یہ ہے، اوّل تو بابا جگت سنگھ آپ کے راستے میں کھڑے ہوں گے، ورنہ میرے گھر کے قریب ہارن دے کر ایک منٹ کے لئے کار روک لینا۔ وہ بھاگتے ہوئے آئیں گے۔"

"کوئی خاص بات ہے؟"

"جی، وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی تحفہ دینا ہے۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہ تھی ورنہ وہ ہمارے ساتھ آتے۔ یار میں بے وقوف ہوں نا، اس لئے میں نے یہ بات آتے ہی نہیں کی۔"

یوسف نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں یار، اجیت تم کو ٹھیک کرلے

گی۔" اور جب یوسف نے کار سٹارٹ کرنے کے بعد اس کی طرف دیکھا تو اس کے بالائی دانت ہونٹوں سے باہر دکھائی دیتے تھے۔

پیچھے سے نسرین بولی۔ "آپ کا دوست بہت ہنس رہا ہے۔"

"نسرین، اگر کوئی خاص بات نہ ہو تو بھی میرا دوست ہر وقت ہنستا نظر آتا ہے۔ ویسے اس کو اپنی ہنسی چھپانے کے لئے کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔"

"کیسی محنت؟" صفیہ نے پوچھا۔

"جی، جب بالائی ہونٹ زیادہ اوپر چڑھ جاتا ہے تو اسے دوبارہ اپنے دانت چھپانے میں کافی دقت ہوتی ہے۔"

"بھائی جان، یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔"

"یہ بات اس لئے سمجھ میں نہیں آتی کہ عام لوگوں کو ہنسنے کے بعد اپنے دانت چھپانے کے لئے اوپر کا ہونٹ نیچے کھینچنے کے لئے ہاتھ کی ضرورت نہیں پڑتی اور بہادر سنگھ بڑی پھرتی سے اپنے ہاتھ کی انگلی استعمال کرتا ہے۔"

نسرین بولی، "بھائی جان! اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا تو میں ضرور دیکھتی۔ اپنا ہونٹ کھینچ کر دانتوں کو چھپاتا ہوا وہ بڑا عجیب لگتا ہوگا۔"

"بھئی، اس کی کئی اور باتوں کے علاوہ ایک بات یہ بھی تھی جس کی وجہ سے ہم سکول کے زمانے میں دوست بن گئے تھے۔ بڑا دلچسپ تھا وہ۔ جب وہ ہائی سکول میں آیا تھا۔ تو پرائمری میں اس کے برہمن استاد اور اس کی بھچیا کی کہانی، جو اس کے گاؤں کے لڑکوں نے بیان کی تھی، سارے سکول میں مشہور ہو چکی تھی اور اس نے خود اس کی تصدیق کی تھی۔ لیکن، میں سڑک پر پہنچ کر وہ کہانی شروع کروں گا۔"

جب وہ بہادر سنگھ کے گاؤں کے قریب پہنچے تو راستے میں سردار جگت سنگھ کھڑا تھا۔ یوسف نے اپنی کار سے ہاتھ نکال کر پیچھے آنے والی کار کو اشارہ کیا اور جگت سنگھ کے

قریب پہنچ کر یہ قافلہ رک گیا۔ یوسف نے کار سے اتر کر جگت سنگھ سے مصافحہ کیا۔

جگت سنگھ نے پوچھا! "کاکا جی! شہزادیوں کے ماں باپ بھی آپ کے ساتھ ہیں نا؟"

"جی ہاں"۔ یوسف نے مڑ کر کار کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "نسرین، ادھر آؤ۔!"

نسرین کار سے اتر کر جھجکتی ہوئی آگے بڑھی۔

جگت سنگھ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "شہزادی اب بڑی ہو گئی ہے مجھے کیسے پہچانے گی؟"

نسرین بولی: "جی، میں کیسے بھول سکتی ہوں، مجھے کشتی سے لیکر گاڑی تک کے سفر کے تمام واقعات یاد ہیں۔"

جگت سنگھ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریشم کا رومال نکالا اور کہا۔ "بیٹی! خدا نے تمہیں جیسی بنایا ہے ویسی تمہیں قسمت بھی دے گا۔ یہ لو اس رومال میں ایک غریب آدمی کے تین تحفے ہیں۔ یہ تین اشرفیاں ہیں جو میرے بزرگوں کی میراث سے میرے حصے میں سے بچ گئی تھیں۔ پچھلے سال میرے پاس گیارہ تھیں۔ ان میں سے سات میں نے ایک ایک کر کے اپنی نواسیوں اور پوتیوں میں تقسیم کر دی تھیں۔ ایک اجیت کو دی تھی۔ باقی ان تین میں سے ایک تمہارے لئے ہے۔ ایک تمہاری بڑی بہن اور دوسری عبدالکریم کی لڑکی کے لئے ہے۔ شہزادیوں کو کوئی چیز دینے کے لئے کسی شہزادی کو ہی بھیجنا چاہیئے اور میں تمہارے سوا کسی شہزادی کو نہیں جانتا۔ تم ان میں سے ایک اپنے لئے رکھ لو اور دو تقسیم کر دینا۔ مجھے امید ہے کہ کوئی انکار کر کے ایک بوڑھے آدمی کا دل نہیں دکھائے گا۔"

یوسف نے کہا۔ "سردار جی! کوئی آپ کا تحفہ قبول کرنے سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا۔ میں سب کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

جگت سنگھ نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو روکنے کے لئے معافی چاہتا ہوں اگر میری طبیعت ٹھیک ہوتی تو میں خود وہاں آتا۔"

یوسف نے کہا: "سردار جی، اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو ساتھ بٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں۔"

"نہیں جی، میں اپنی دوائی جانتا ہوں، مجھے اب کافی آرام ہے آپ اطمینان رکھیں۔"

یوسف مصافحہ کر کے کار پر سوار ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ پکی سڑک پر لاہور کا رخ کر رہے تھے اور یوسف انہیں بہادر سنگھ کے برہمن استاد کا قصہ سنا رہا تھا۔

منزل اور راستہ

یوسف کے گاؤں سے روانہ ہونے سے قبل، عبدالکریم کے اصرار پر، یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ وہ لاہور میں سیدھے اس کے گھر جائیں گے۔ ڈرائیور ضروری انتظامات کے لئے ایک دن قبل اس کی بیوی کو لاہور پہنچا آیا تھا۔ چنانچہ لاہور پہنچ کر انھوں نے دوپہر کا کھانا عبدالکریم کے گھر کھایا۔ عصر تک آرام کرنے کے بعد جب جالندھر والے مہمان، عبدالعزیز اور بلقیس کے ساتھ جانے کی تیاری کرنے لگے تو امینہ نے بلقیس سے ملتجی ہو کر کہا۔ "چچی جان، شام کے کھانے کا انتظام ہو چکا ہے۔ اس لئے آپ اس کے بعد ہی کوئی پروگرام بنائیں۔ اور اس سے بہتر کیا پروگرام ہو سکتا ہے کہ میں نماز مغرب کے بعد اپنی بہنوں کو سیر کے لئے لے جاؤں اور آپ امی جان کے ساتھ کچھ دیر نہر کے کنارے ٹہل آئیں۔ میرے ابو، نسرین کے ابا جان اور چچا جان کے لئے بھائی جان اور منظور صاحب کوئی دلچسپ سا پروگرام بنا لیں گے۔ پھر رات کو کھانے کے بعد خوب باتیں ہوں گی۔ فہمیدہ بہن! آپ میری سفارش کریں نا۔ زندگی میں ایسے دن بار بار تو نہیں آتے۔"

نسرین بولی: "آپا امینہ، آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں۔ چچی جان نے انکار تو نہیں کیا۔ امی جان کو بھی ایک دن یہاں ٹھہرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بھائی جان نے تو پہلے ہی یہ کہہ دیا تھا۔ کہ وہ پرسوں شام کی گاڑی سے بھائی منظور صاحب کے ساتھ روانہ ہو جائیں گے اور کل وہ سارا دن اپنے دوستوں کے ساتھ مصروف رہیں گے۔ اس لئے یہی فیصلہ ہوا ہے کہ وہ لاہور میں منظور صاحب کے مہمان رہیں۔"

"ہاں نسرین، دیکھو نا، تم سے دُور رہ کر میرا دل نہیں لگے گا۔"

نسرین بولی: "آپا امینہ، آپ کو مبارک ہو مجھے یقین تھا کہ یہاں کوئی آپ کی دعوت رد نہیں کر سکے گا۔"

اگلے روز وہ ناشتے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یوسف نے اچانک کہا۔ "بھئی، ایک نہایت اہم مسئلہ میرے ذہن سے بالکل نکل گیا تھا۔ امینہ بہن! جو مسودہ میں نے تمہاری الماری میں رکھوایا تھا، وہ فہمیدہ کے سوٹ کیس میں رکھوا دو۔ نسرین! تم انہیں یاد دلا دینا اور اپنی آپا کو بھی یاد دلا دینا کہ میری غیر حاضری میں وہ ایک بار پھر سارا مسودہ اچھی طرح پڑھ لیں، کیونکہ اس میں کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ میری کتاب کے فوری طور پر شائع ہونے کا امکان نہیں، لیکن یہ مسودہ کسی غلطی کے بغیر آپ کے پاس موجود رہنا چاہیئے۔"

نسرین بولی "بھائی جان، مجھے یاد دلانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ آپا جان نے رات عشاء کی نماز کے بعد مسودہ نکلوا کر دیکھا تھا اور اپنے سوٹ کیس میں رکھ لیا تھا۔"

اگلے روز یوسف کی قیادت میں شام کے وقت گاڑی پر منظور احمد کے علاوہ تین اور نوجوان مسلم لیگ کی انتخابی مہم پر روانہ ہو چکے تھے۔ اسلامیہ کالج اور دوسرے کالجوں میں اپنے ہم خیال نوجوانوں کے مشورے سے انہوں نے یہ پروگرام بنایا تھا کہ پہلے دورے میں وہ ملتان تک اپنے راستے کے شہروں میں تقریریں کرنے کے بعد وہاں سے لاہور واپس آنے کی بجائے جھنگ کے راستے ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ اور لائل پور کا رخ کریں گے۔ اور وہاں سے شیخوپورہ کے راستے لاہور پہنچ جائیں گے۔ یہ سلسلہ ایک ہفتے کا پروگرام تھا، لیکن یوسف کی پرجوش اور ولولہ انگیز تقریروں کی شہرت اس کے آگے آگے سفر کر رہی تھی۔ اس لئے جب وہ لائل پور (فیصل آباد) پہنچے تو وہاں جھنگ اور سرگودھا سے ان کے چند قدر دان آئے ہوئے تھے اور ان کے اصرار پر یوسف کو اپنا پروگرام تبدیل کرنا پڑا۔

جھنگ سے ایک مسلم لیگی زمیندار کی کشادہ کار مل گئی۔ وہ ایک دن میں وہاں کے جلسہ میں حصہ لینے کے بعد واپس آ گئے اور شام تک یہی کار انہیں سرگودھا پہنچا گئی۔

اگلے دن سرگودھا سے واپسی پر سہ پہر کے وقت وہ ایک گاؤں کے قریب پہنچے تو سڑک پر سینکڑوں آدمی ان کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ یہ منظور احمد کا گاؤں تھا۔ اور منظور نے سرگودھا پہنچتے ہی اپنے والد اور بھائیوں کے نام خط لکھ کر ایک رضا کار کو وہاں بھیج دیا تھا۔ شام کے وقت وہاں منظور اور یوسف نے ایک بہت بڑے اجتماع کے سامنے تقریریں کیں۔ منظور کے خاندان کے لوگ انہیں رات وہاں ٹھہرانے پر مصر تھے لیکن اس نے کہا۔ "مجھے منظور احمد کے گاؤں میں ٹھہر کر بہت خوشی ہوتی۔ لیکن ہم اپنے پروگرام سے دو دن لیٹ ہو گئے ہیں۔ انشاءاللہ! آئندہ الیکشن میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد ہم پاکستان کے راستے کی بہت سی رکاوٹیں دور کر لیں گے۔ اور اس کے بعد جب کبھی میں تھکاوٹ محسوس کیا کروں گا تو آرام کے لئے اس گاؤں کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھا کروں گا۔"

عبدالعزیز کے گھر میں، فہیدہ نے نماز کے بعد کچھ دیر قرآنِ پاک کی تلاوت کی اور پھر کمرے سے نکل کر صحن میں ٹہلنے لگی۔ ڈیوڑھی کی طرف سے سامنے کسی کی آواز سنائی دی۔ "دوست محمد!" فہیدہ کا اداس چہرہ اچانک مسرت سے چمک اٹھا۔ وہ تیزی سے ڈیوڑھی کی طرف بڑھی۔ سامنے یوسف کھڑا تھا۔ اس نے السلام علیکم کہا۔

فہیدہ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ "آپ نے پرسوں آنا تھا۔"

یوسف نے جواب دیا۔ "پروگرام کچھ لمبا ہو گیا تھا۔ اور مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ مجھے ٹیلی فون کرنے کا موقع نہیں ملا۔ بہرحال جب آپ اخبار دیکھیں گی تو آپ کو یہ شکایت نہیں ہو گی کہ میں نے بلاوجہ تاخیر کی ہے۔ مجھ سے ایک غلطی ہوئی ہے کہ ہم نے امینہ کے

ابا جان کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تھا۔ وہ کہتے تھے تم میری بڑی کار لے جاؤ تو تم زیادہ کام کر سکو گے اور وقت بھی بچا سکو گے لیکن میں نے سوچا تھا کہ ہمیں گاڑی پر سہولت رہے گی اب ہم ان کی کار سے پورا فائدہ اٹھائیں گے اور ہفتے میں دو دن کسی علاقے کا دورہ کیا کریں گے۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ ایم اے کے لئے میرے لیکچر پورے ہو جائیں۔"

نسرین کی آواز سنائی دی۔ "بھائی جان! بھائی جان! چچی جان اور امی جان پوچھتی ہیں کہ آپ باہر کیوں رُک گئے ہیں؟"

یوسف نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "بھئی! میں تمہاری آپا کی اجازت کے بغیر اندر کیسے آ سکتا ہوں؟"

نسرین بولی۔ "آپا جان! میں بتا دوں بھائی جان کو وہ بات؟"

"چڑیل! اب کون سی بات تمہارے ذہن میں آئی ہے؟"

"آپا جان! کل آپ نے دوبارہ آپا امینہ کو فون پر ان کے متعلق پوچھا تھا اور آج صبح کی نماز کے وقت ان کے لئے دُعا کر رہی تھیں تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بھی ٹپک رہے تھے! اور جب آپ صحن میں نکل کر ٹہل رہی تھیں تو آپ کا دل گواہی دے رہا تھا کہ بھائی جان آنے والے ہیں۔"

یوسف نے فہیدہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بھئی میری پہلی غلطی یہ ہے کہ جب پروگرام تبدیل ہوا تو میں نے ٹیلی فون پر اطلاع نہیں دی، لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں جس قدر مستقبل کے متعلق سوچتا ہوں اسی شدت کے ساتھ اپنی اور اپنے عزیزوں کی بقاء کے لئے پاکستان کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

میں پاکستان کو اپنی قوم کی بیٹیوں کی عزت اور ناموس کی واحد ضمانت سمجھتا ہوں۔ آنے والے انتخابات میں ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم ہندوستان کے برہمنی سماج کے اچھوت نہیں بلکہ ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ہم اس بے رحم اکثریت کی غلامی قبول نہیں کر سکتے۔ جو

بیسویں صدی کی جنگی مشینوں پر سوار ہو کر اُن تاریک زمانوں کے ظلم و وحشت کی داستانیں زندہ کرنا چاہتی ہے۔ جب آرین فاتحین نے اس ملک کی قدیم اقوام کو مغلوب کرنے کے بعد شودر بنا دیا تھا۔ میں چاروں اطراف مہیب آندھیوں اور طوفانوں کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ مسلمانوں کو ان طوفانوں کا سامنا کرنے کے لئے بیدار اور منظم کرنا میرے نزدیک ایک عبادت ہے۔"

فہمیدہ بولی۔"اندر چلئے، وہاں چچی اور امی جان پریشان ہو رہی ہوں گی۔"

یوسف نے کہا۔"فہمیدہ، میں نے جو باتیں کہی ہیں، وہ سب آپ کے لئے ہیں۔"

فہمیدہ مسکرائی۔"مجھے معلوم ہے۔"

"میں صرف ایک بات کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ نے مستقبل کی زندگی کے تصورات اس قدر حسین اور دلکش بنا دیے ہیں کہ کبھی کبھی مجھے اپنی خوش نصیبی پر شبہ ہونے لگتا ہے۔ آپ میری زندگی کی کٹھن راہوں کے کانٹوں کو بھی پھول بنا سکتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود برصغیر کے برہمنی فاشزم کے ہولناک عزائم کے متعلق سوچتا ہوں تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میں پاکستان کی تعمیر میں ناکامی کے بعد زندگی پر موت کو ترجیح دوں گا۔ خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن اگر ایسا وقت آیا تو موت کے دروازے پر دستک دیتے ہوئے میں نے اس امید پر آپ کا ہاتھ پکڑ رکھا ہو گا کہ آپ مجھے اپنی طرف کھینچ لیں گی۔"

نسرین آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے بولی۔"آپا جان! ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ پاکستان قائم ہو کر رہے گا۔ یہ آج کی بات نہیں، جب میں ناسمجھ تھی اور میں نے پہلی بار پاکستان کے متعلق بھائی جان کی گفتگو سنی تھی تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ ہمارے قائدِ اعظم اس عظیم مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔"

فہمیدہ نے کہا۔"معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ چلیئے، بیٹھک میں آرام کریں اور ناشتہ کر کے سو جائیں۔ لیکن آپ کا سامان کہاں ہے؟"

"وہ میں، میاں عبدالکریم کے گھر چھوڑ آیا ہوں۔ وہاں نماز پڑھ کر پیدل اس طرف چل پڑا تھا، لیکن امینہ نے ڈرائیور کو پیچھے بھگایا اور وہ مجھے یہاں چھوڑ گیا۔ میاں عبدالکریم کے ساتھ فیصلہ ہوا ہے کہ ہم آئندہ لمبے دورے پر جانے کے بجائے ہفتے میں دو تین دن لاہور سے نکل کر کسی علاقے میں گھوم آیا کریں گے اور جوں جوں الیکشن قریب آتا جائے گا ہم اپنے دائرہ کار میں بھی اضافہ کرتے جائیں گے۔ اس طرح امتحان کے لئے ہمارے لیکچر بھی پورے ہو سکیں گے۔ اور قوم کا کام بھی ہوتا رہے گا۔ یہاں آ کر میرا پہلا فرض آپ کی امی، ابا، چچا اور چچی جان کو سلام کرنا ہے۔"

نسرین بولی۔"آپا جان! چچا عبدالکریم بہت اچھی باتیں سوچتے ہیں۔ آپا جان، یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی۔ ہمیں یہاں چند دن اور ٹھہرنے کا موقع مل جائے گا۔ اگر بھائی جان امینہ کو صرف ایک بار کہہ دیں کہ قوم کی بیٹیوں کو بھی پاکستان کی مہم میں حصہ لینا چاہیئے۔ تو وہ ایک دن میں اپنی سہیلیوں کی ٹیم تیار کر لے گی چچی بلقیس ہماری لیڈر ہوں گی۔ اور اس طرح امی اور ابو دونوں واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیں گے۔"

فہمیدہ نے کہا۔"امی تو شاید مان جائیں، لیکن آبا جی یہ کہیں گے کہ تم دونوں اپنے ساتھ ظہیر کو بھی نالائق بنا دو گی۔"

نسرین پریشان سی ہو کر یوسف کی طرف دیکھنے لگی اور اس نے مسکرا کر کہا۔"شہزادی بہن پاکستان کے لئے ہر جگہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن تمہاری پہلی ذمہ داری تعلیم حاصل کرنا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مزید وقت ضائع نہ کرو اور کل ہی جالندھر پہنچ جاؤ۔ قوم کی آزادی اور بقاء کی جنگ کا وہ دَور شاید بہت جلد آ جائے جب قوم کے بیٹوں کی طرح قوم کی بیٹیوں کو بھی میدان میں آنا پڑے لیکن جب تک ایسا وقت نہیں آتا۔ دخترانِ قوم کو اپنی ساری توجہ اپنی تعلیم اور گھر کی ذمہ داریوں پر دینی چاہیئے۔"

نسرین چند ثانیئے فہمیدہ کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔"بھائی جان، کیا یہ نہیں

اردو منزل ڈاٹ کام

ہوسکتا کہ کسی دن لاہور کی بجائے، جالندھر آپ کی سرگرمیوں کا مرکز بن جاتے۔"

یوسف نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میری شہزادی بہن نے یہ کیسے سوچا کہ کوئی اچھی بات جو اس کے دل میں آسکتی ہے۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آئی ہوگی؟"

نسرین کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اس نے کہا۔ "بھائی جان! مجھے یقین ہے کہ ہر اچھی بات مجھ سے پہلے آپ کے ذہن میں آتی ہے۔ پرسوں ابا جان نے یہ کہا تھا کہ بچوں کا وقت ضائع ہو رہا ہے اگر تمہارے بھائی آج آگئے تو ہم کل یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ اور یہ بات آپ ابا جان سے پوچھ لیجئے کہ میں نے کیا کہا تھا؟"

"بھئی، تم نے وہی بات کہی ہوگی جو میں نے ابھی کہی ہے۔"

بلقیس برآمدے سے نمودار ہوئی اور یوسف نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا۔

وہ بولی: "بیٹا! میں کب سے تمہاری آواز سن رہی تھی مجھے یہ امید نہ تھی کہ تم ہمیں اتنا پریشان کرو گے۔"

"چچی جان! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو اپنے پروگرام میں تبدیلی کی اطلاع نہ دے سکا۔"

"یہ بات مجھے امینہ بتا چکی ہے۔ میں نے ابھی اس سے فون پر گفتگو کی ہے۔ اس نے اصرار کیا ہے کہ ہم سب دوپہر کا کھانا وہاں کھائیں گے۔ اب تم ناشتہ کرنے کے بعد جی بھر کر آرام کر لو۔ اس کے بعد ہم اطمینان سے باتیں کریں گے۔ فہمیدہ کی امی نماز کے بعد سو گئی ہیں اور بھائی جان بستر پر لیٹے اخبار پڑھ رہے ہیں۔"

یوسف نے نصیر الدین کے کمرے میں جا کر سلام کیا اور اس نے اٹھ کر اسے گلے لگانے کے بعد اپنے پاس بٹھا لیا۔

وہ بولا "بیٹا! جب میں نے اخبار کھولا تھا تو بلقیس نے ٹیلی فون پر امینہ سے گفتگو شروع

کر دی تھی۔ اس کے بعد مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں۔ اور عجیب بات ہے کہ صفیہ جو صبح ہوتے ہی تمہارا انتظار شروع کر دیتی تھی۔ آج آرام سے سو رہی ہے۔"

صفیہ برابر کے کمرے سے دوپٹہ سنبھالتے ہوئے نمودار ہوئی اور اس نے یوسف کے سر پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، "میں سو نہیں رہی تھی، بلکہ یہ خواب دیکھ رہی تھی کہ بیٹا یوسف ایک طوفانی دریا میں کشتی چلا رہا ہے اور ہم سب اس میں سوار ہیں۔ مجھے خوف آتا ہے، لیکن نسرین ہم سب کو یہ تسلی دے رہی ہے کہ بھائی جان کشتی کو کنارے لے جائیں گے۔ اب ناشتہ تیار ہے۔ آپ باتیں کرنے کی بجائے تشریف لے آئیں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ناشتے کی میز پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ظہیر کمرے میں داخل ہوا اس نے دبے پاؤں یوسف کے پیچھے آکر دونوں ہاتھوں سے اس کی آنکھیں بند کر دیں۔

یوسف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نسرین! ذرا غور سے دیکھنا یہ پہلوان کون ہے؟ جس کے ہاتھوں سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہو رہی ہے۔"

"پہلوان نہیں، بھائی جان، یہ ڈاکٹر ظہیر صاحب ہیں۔"

"بھئی، مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ڈاکٹروں میں خوشبو بھی ہوتی ہے۔"

"بھائی جان، یہ میری نہیں صابن کی خوشبو ہے۔"

نسرین نے کہا: "ظہیر بھائی جان بہت تھکے ہوئے ہیں۔ آپ یہاں آجائیں اور اطمینان سے ناشتہ کریں۔"

ظہیر، نسرین اور فہمیدہ کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

نصیر الدین نے کہا۔ "بیٹا! یہ عجیب بات ہے کہ مجھے اتنے دن گزرتے ہوئے محسوس نہیں ہوئے۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم کل گھر پہنچ جائیں۔ بھائی عبدالعزیز کہتے تھے کہ انہیں ایک مہینہ تک چھٹی نہیں ملے گی۔ اس لئے میں نے ان کی غیر حاضری میں رخصت ہونے کی اجازت لے لی تھی۔"

یوسف نے جواب دیا۔"خالوجی! مجھے اپنی اس کوتاہی کا افسوس ہے کہ نسرین اور ظہیر کی تعلیم کا وقت ضائع ہوا ہے۔"

نسرین بولی۔"ضائع تو نہیں ہوا، بھائی جان ہم جتنا گھر میں پڑھتے تھے اس سے زیادہ یہاں پڑھا کرتے تھے اور آپا جان کو ہماری بہت فکر رہتی تھی۔"

نصیرالدین بولا۔"بیٹی، مجھے معلوم ہے کہ تم یہاں رہ کر زیادہ خوش تھی، لیکن انشاء اللہ کل ہم روانہ ہو جائیں گے۔"

"اباجی! میں آپ کو ایک اچھی خبر سنانا چاہتی ہوں۔"

"وہ کیا ہے؟"

"اباجی! وہ یہ ہے کہ بھائی جان کبھی کبھی لاہور کو چھوڑ کر جالندھر کو اپنا مرکز بنا لیا کریں گے۔"

"ٹھیک ہے بیٹی، لیکن اب تمہیں مزید سیر و سیاحت کا موقع نہیں ملے گا۔ جب میں یہ دیکھوں گا کہ پاکستان کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو تمہیں اپنے بھائی جان کی مہم میں شریک ہونے کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

ناشتہ کرنے کے بعد یوسف بیٹھک میں جا کر سو گیا۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب نسرین نے اسے گہری نیند سے جگایا اور کہا۔"بھائی جان، آپ تیار ہو جائیں۔ امینہ کا ڈرائیور کار لے کر آگیا ہے۔"

دس منٹ بعد وہ ایک کشادہ گاڑی پر میاں عبدالکریم کے گھر کا رخ کر رہے تھے۔

عبدالکریم کے ہاں کھانے پر منظور احمد نے اپنے اور یوسف کے مشترکہ چند احباب کو بھی بلا لیا تھا۔ اس لئے مردوں اور خواتین کا انتظام الگ الگ کمرے میں تھا۔ امینہ نے پندرہ ایسی خواتین بھی بلا لی تھیں۔ جو پاکستان کے لئے تڑپ رکھتی تھیں۔

کھانے کے دوران یوسف کے ساتھی یہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ اپنی عادت کے خلاف اچانک بہت سنجیدہ ہو گئے ہیں۔

عبدالکریم نے چند اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اچانک سوال کیا۔"یوسف صاحب! آپ کس سوچ میں پڑے ہوئے ہیں؛ گاؤں سے کوئی پریشان کرنے والی اطلاع تو نہیں ملی؟"

"میاں صاحب! گھر میں بالکل خیریت ہے اور میں پریشان بھی نہیں ہوں۔ لیکن جب مجھے یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ ہمیں کتنے تھوڑے وقت میں کتنا زیادہ کام کرنے کی ضرورت پڑے گی تو میں سوچ میں پڑ جاتا ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندو، پاکستان کی مخالفت میں اپنے تمام وسائل منظم کر چکا ہے۔ اور انگریز سے اسے یہ شہ مل رہی ہے کہ اگر برصغیر میں جمہوریت کا وہ نظام نافذ کر دیا جائے جس سے ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر برٹش انڈیا کو ہندو انڈیا میں تبدیل کر سکتا ہے تو کانگریس کے مہاجن خوش ہو جائیں گے۔ اور ملک کو چھوڑنے کے بعد بھی ان کے تاجرانہ مفاد محفوظ رہیں گے۔"

عصر کی نماز کے وقت یہ محفل برخاست ہوئی اور تھوڑی دیر بعد یوسف اور اس کے ساتھی کشادہ برآمدے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ اس کے بعد فہمیدہ، نسرین ظہیر اس کے والدین اور بلقیس کار پر سوار ہونے لگے تو یوسف نے نصیرالدین سے مخاطب ہو کر کہا۔"جناب! میں رات دیر تک کچھ لکھتا رہوں گا۔ اس لئے علی الصباح آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔"

بلقیس اور صفیہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگیں، لیکن فہمیدہ نے اپنا سر جھکا کر چہرے کے تاثرات چھپا لئے تھے۔

نسرین بولی۔"بھائی جان! کاغذ، قلم اور سیاہی تو آپ کو چچی کے ہاں بھی مل سکتی ہے نا؟"

اردو فینز ڈاٹ کام

یوسف مسکرایا۔ "شہزادی نسرین! لکھنے کے لئے صرف کاغذ، قلم اور سیاہی کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"بھائی جان! میں شور نہیں مچاؤں گی۔"

"شہزادی صاحبہ، آپ کے شور سے میرا موڈ خراب نہیں ہوتا۔ لیکن آپ کے قریب رہ کر میرا لکھنے کا موڈ، باتیں کرنے کے موڈ میں تبدیل ہو جائے گا۔ اور کئی اہم باتیں میرے ذہن سے نکل جائیں گی۔"

بلقیس بولی۔ "بیٹا! معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی اہم مضمون لکھ رہے ہو۔"

یوسف نے جواب دیا۔ "میں فہمیدہ کے نام ایک خط لکھنا چاہتا ہوں۔ جس میں دخترانِ ملت کے نام اہم پیغام ہوگا۔"

ظہیر بولا۔ "بھائی جان! آپ میرے لئے کچھ نہیں لکھیں گے؟"

"ہاں! تمہارے لئے بھی۔ تمہاری آپا تمہیں بتا سکیں گی کہ میں نے قوم کے ہر بچے بوڑھے اور نوجوان کے نام کوئی نہ کوئی بات ضرور لکھی ہے۔"

نسرین نے اچانک یوسف کا بازو پکڑ لیا اور آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے بولی۔ "بھائی جان! مجھے اس بات سے خوف آتا ہے۔ میں آپ کی ہر بات اپنے کانوں سے سننا چاہتی ہوں۔"

یوسف نے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔ "میری ننھی بہن! کیا یہ اچھا نہیں ہوگا کہ میں اپنے مسودے کے ساتھ ایک چھوٹی سی اور یادگار کا اضافہ کر دوں۔"

فہمیدہ نے گردن اٹھا کر اطمینان سے کہا۔ "آپ کی ہر یادگار بہت اہم سمجھی جائے گی۔"

اگلے روز وہ صبح دس بجے کے قریب بلقیس کے گھر داخل ہوا تو اہل خانہ بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔ نسرین اٹھ کر بھاگتی ہوئی آگے بڑھی۔

"بھائی جان! آپا نے نماز کے بعد آپا امینہ کو ٹیلی فون کیا تھا تو انہوں نے بتایا تھا کہ وہ شاید رات دیر سے سوئے تھے اس لئے نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئے ہیں۔ میں انہیں جگاتی ہوں۔ آپا جان نے انہیں یہ کہہ کر منع کر دیا تھا کہ جب تک آپ کی نیند پوری نہیں ہوتی آپ کو بالکل نہ جگایا جائے۔ پھر کافی دیر بعد ان کا فون آیا تھا کہ بھائی جان چند منٹ میں ناشتہ کر کے یہاں سے چل پڑیں گے۔ یہ فون میں نے سنا تھا۔ اور میں آپ کو یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ آپا جان نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا اس لئے میں نے یہ بات نہیں بتائی تھی کہ آپ ناشتہ کر کے آ رہے ہیں۔ اب آپ کو ان کے ساتھ دوبارہ ناشتے پر بیٹھنا پڑے گا۔"

یوسف کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھا۔ نسرین کے والدین اور بلقیس کو سلام کرنے کے بعد فہمیدہ سے مخاطب ہوا۔

"دیکھئے! آج مجھ سے نادانستہ طور پر ایک بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے۔ اصل میں میں نماز کے بعد سو گیا تھا۔"

فہمیدہ بولی۔ "امینہ نے مجھے بتا دیا تھا اور میں نے اسے کہا تھا کہ آپ کو بیدار نہ کیا جائے۔"

"اس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں لیکن غلط بات یہ ہوئی کہ میں نے دیر سے اٹھ کر ناشتہ کر لیا تھا۔ آپ نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔"

"شہزادی بہن" وہ نسرین کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم اپنی آپا کا ناشتہ رکھوا دو۔ میں جلدی میں دو بسکٹ کھانے اور چائے کی ایک پیالی پینے کے بعد بھاگ آیا ہوں۔ اس لئے ان کے ساتھ شریک ہو سکتا ہوں۔"

فہمیدہ بولی۔ "آپ کی شہزادی بہن نے یہ نہیں بتایا کہ اس نے خود بھی ناشتہ نہیں کیا۔"

اردو فینز ڈاٹ کام

بلقیس بولی "بیٹا! ہم سب تمہارے ساتھ بیٹھیں گے۔ میں نے ناشتہ میز پر رکھوا دیا ہے چائے ابھی آجائے گی۔"

یوسف نے ایک بڑا لفافہ اپنی جیب سے نکال کر فہمیدہ کو پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ اپنے پاس رکھ لیجئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ابھی پڑھنے میں مصروف ہو جائیں اور مجھے بات کرنے کا موقع نہ ملے۔ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ آپ سب کے لئے ہے۔"

بلقیس نے کہا۔ "بیٹی! یہ مجھے دے دو تاکہ آپ کو رخصت کرنے سے پہلے اسے میں اطمینان سے پڑھ لوں اور تم اطمینان سے باتیں کرو۔ گاڑی میں یا گھر پہنچ کر تمہیں پڑھنے کا وقت مل جائے گا۔"

فہمیدہ نے ایک نظر یوسف کی طرف دیکھا اور لفافہ بلقیس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اسی روز چند گھنٹے بعد فہمیدہ گھر پر بیٹھی یوسف کا یہ خط پڑھ رہی تھی۔

فہمیدہ! السلام علیکم۔

آپ سے مخاطب ہونے کے لئے میرے ذہن میں کئی الفاظ آتے ہیں۔ لیکن یہ تمام الفاظ مل کر بھی آپ کے نام کی دلکشی میں اضافہ نہیں کرسکتے۔ پہلے دن جب میں نے یہ نام سنا تھا تو مجھے عجیب سا معلوم ہوتا تھا اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اچانک کسی دن یہ نام اتنا دلچسپ بن جائے گا کہ میں اس کے ساتھ کوئی اور لفظ شامل کرنا بھی گوارا نہیں کروں گا۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ الفاظ لکھتے ہوئے اپنی ننھی بہن نسرین کی دلکش آواز میں آپ کا نام بار بار سن رہا ہوں۔ اگر وقت مجھے مہلت دیتا تو یہ خط کئی صفحات پر پھیل جاتا۔ اس وقت میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ وقت بڑی تیزی سے آرہا ہے جبکہ ہمیں حصول پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانی پڑے گی۔ میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ

جب میں نے ہوش سنبھالا تھا تو میرے لئے ملک کا ایسا تصور ناقابلِ قبول تھا جس میں ہندوؤں کو مسلمانوں پر برتری حاصل ہو۔ ذہنی طور پر میں اس وقت بھی ایک پاکستانی تھا جبکہ میں نے پاکستان کا لفظ نہیں سنا تھا۔ پھر شعور کی پختگی کے ساتھ ساتھ میرے دل پر پاکستان کے خدوخال واضح ہوتے گئے اور ایک دن مجھے پاکستان کے نعرے سنائی دینے لگے۔ لیکن جب آپ اور آپ کے ساتھ بے حد شفقت اور بہت پیار کرنے والے لوگ میری زندگی میں آئے تو میں حصول پاکستان کے لئے اپنے دل میں ناقابلِ شکست حوصلے محسوس کرتا تھا اور اب آپ کا، نسرین کا، آپ کے والدین کا، ظہیر، چچا جان عبدالعزیز اور چچی جان بلقیس اور ان کے تمام عزیزوں اور انہیں جاننے اور پیار کرنے والوں کا پاکستان میرے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکا ہے۔ جس قدر مجھے اس بات کا یقین ہے کہ میں کسی دن کامیاب مصنف بنوں گا اسی قدر میں اپنے لئے ایک آزاد وطن کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ ادیب خواہ کتنا بڑا ہو اگر وہ آزاد وطن سے محروم ہو تو اس کی بڑی سے بڑی تخلیقات زندہ نہیں رہتیں۔ قوموں کی طرح قوموں کے ادیب اور شاعر اور مفکر بھی غلامی کے بوجھ میں دب کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی ذات کے متعلق نہیں سوچتا۔ میں صرف یہ سوچتا ہوں کہ مجھ سے زیادہ میری قوم کی بیٹیوں کو آزاد وطن کی ضرورت ہے۔ میں نے کئی بار عالمِ خواب میں مستقبل کے ہولناک طوفانوں کی جھلک دیکھی ہے۔ کئی بار میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا ہوں اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میری روح ان دور افتادہ بستیوں اور شہروں کا طواف کر رہی ہے۔ جہاں نسرین جیسی ان گنت شہزادیاں گہری نیند سو رہی ہیں۔ پھر مجھے دور سے برہمنی فاشزم کے اژدھوں کی پھنکار سنائی دیتی ہے۔ جو رات کی تاریکی میں ان بستیوں اور شہروں کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ پھر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صبح کے آثار کے ساتھ آسمان کا رنگ سُرخ ہو رہا ہے۔ میری آنکھ اچانک کھل جاتی ہے اور میں جلدی سے وضو کر کے اللہ کی بارگاہ میں سربسجود ہو جاتا ہوں۔ میں ہاتھ پھیلا کر بے شمار فرزندانِ اسلام

اور دخترانِ توحید کی سلامتی کی دعا ئیں مانگتا ہوں۔ میں اپنے دل میں یہ عہد کرتا ہوں کہ میری زندگی اور موت ان لوگوں کے ساتھ ہے جن کے لئے مستقبل کے آلام و مصائب سے بچنے کے لئے پاکستان کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ فہمیدہ! میں بار بار اپنے دل میں یہ عہد دہراتا ہوں کہ اب میری زندگی کا ہر لمحہ اور ہر سانس حصولِ پاکستان کے لئے وقف ہو گا۔ میں غفلت کی نیند سونے والوں کو بیدار کروں گا اور حصولِ پاکستان کے لئے میری چیخ پکار اس ملک کے گوشے گوشے میں سنائی دے گی۔ میں سوچتا ہوں کہ وہ ملک کتنا پیارا اور حسین ہو گا۔ جہاں میری فہمیدہ، میری ننھی بہن نسرین اور میرے دوسرے بہن بھائی اطمینان کا سانس لے رہے ہوں گے۔ کبھی کبھی میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر میں زندگی کا آخری سانس لینے سے پہلے آپ کو یہ پیغام دے سکوں کہ ہم نے پاکستان بنا لیا ہے اور آپ کے لئے وہ دفاعی حصار حاصل کر لیا ہے، جو آپ سب کی عزت و آزادی کا ضامن ہو گا۔ تو میں یہ سمجھوں گا کہ میری زندگی رائیگاں نہیں گئی۔ میں آگ اور خون کے وہ دریا دیکھ سکتا ہوں جو پاکستان کے راستے میں حائل ہیں۔ اس حسین وادی کی تلاش میں ہمیں کئی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ ہمارے راستے میں بکھری ہوئی لاشیں اور جلتی ہوئی بستیاں ہوں گی۔

آج جو قوم عدم تشدد کی تجربہ گاہ میں تیار ہو رہی ہے وہ اس دنیا میں بدترین درندگی کا مظاہرہ کرے گی۔ گاندھی جی کے چیلوں نے انگریز کے رخصت ہوتے ہی اقتدار پر قابض ہونے کی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ اور مسلمانوں کے اندر بعض نام نہاد مفتیانِ دین کو متحدہ قومیت کے مبلغ بنا کر چھوڑ دیا ہے۔ ہمیں بہت جلد ایک کڑے امتحان سے گزرنا پڑے گا۔ ایک مصنف کی حیثیت سے میری اولین ذمہ داری یہ ہے کہ میں انہیں ماضی کی روح پرور داستانیں سناؤں اور ان کے دل سے موت کا خوف دور کرنے کے لئے شہادت کی تمنا پیدا کروں۔ اس لئے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں جہاں ہوں گا، جس حال میں ہوں گا روزانہ چند صفحات ضرور لکھا کروں گا۔ سندھ اور بلوچستان کے دوروں پر جانے کے بعد شاید آپ کو میرے خط باقاعدگی سے نہ مل سکیں، لیکن میرے ساتھی میرے زندہ ہونے کی اطلاع آپ کو باقاعدگی سے دیتے رہیں گے۔ میرے خط سے آپ کو مغموم نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ کو اس بات پر فخر کرنا چاہیئے کہ میری زندگی کا ایک مقصد ہے اور اس مقصد کے لئے میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔ مجھے زندگی کے کسی مرحلہ میں خوف محسوس نہیں ہوا اور نہ میں اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس ہوا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی تاریخ کے نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ اور میں نے اپنے قلم کو پاکستان کے قافلے کا پرچم بنا کر آگے بڑھنا ہے۔ یہ ہماری آزمائش ہو گی۔

فہمیدہ! اپنے لئے اور میرے لئے دعا کیا کرو کہ ہم دونوں اس آزمائش میں پورا اتریں۔ میں جو کچھ لکھوں گا اس کا مسودہ تمہارے پاس پہنچ جایا کرے گا۔ شاید اب آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں اپنی کتابوں کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوا۔ میرے اس یقین میں کوئی کمی نہیں آئی کہ میں جو کچھ لکھوں گا۔ وہ ہر گھر میں پڑھا جائے گا۔ اور کسی دن صرف اردو پڑھنے والے ہی نہیں بلکہ میری کتابیں دوسرے ممالک کی زبانوں میں بھی پڑھی جائیں گی۔ کیونکہ میں اپنے مقصد کی عظمت پر یقین رکھتا ہوں۔ عام حالات میں آپ سے جدائی میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی لیکن ہم غیر معمولی حالات سے گزر رہے ہیں۔ تاہم میں مستقبل کی طرف ہر قدم پر یہ محسوس کروں گا۔ کہ آپ، میری ننھی شہزادی نسرین، آپ کے والدین، ظہیر، چچا اور چچی جان اور آپ کے تمام عزیز میرے ساتھ ہیں۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ دن ضرور آئے گا۔ جب ہماری نگاہوں کے سامنے پاکستان کا پرچم لہرا رہا ہو گا۔ اور میں صبح آزادی کے سورج کی پہلی کرن کے ساتھ تمہارا ہاتھ پکڑ کر یہ کہہ سکوں گا۔ فہمیدہ، ہم زندہ ہیں اور پاکستان ہمارا ہے۔ اور پھر تمہاری خوب صورت آنکھیں مستقبل کی روشنی سے چمک اٹھیں گی۔ میں نے اس خط کے ساتھ اپنی نئی کتاب کے چند صفحات بھی لکھ لئے تھے۔ لیکن آپ کے پاس بھیجنے

سے پہلے مجھے ان پر نظرِ ثانی کرنا پڑے گی۔ آپ سب کے نام مجھے علیحدہ علیحدہ خط لکھنا چاہیئے تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ جو لوگ تمہیں پیار کرتے ہیں ان میں سے کسی کو یہ شکایت نہیں ہوگی کہ ان کے لئے میرے ادب و احترام اور پیار میں کوئی کمی آسکتی ہے۔ چچی جان کے متعلق تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ کسی دن جب میں اپنے متعلق لکھوں گا تو میری ماں کے بعد شاید ان کا ذکر سب سے زیادہ آئے گا۔ والسلام۔ آپ کا یوسف"۔

۱۹۴۵ء کے اختتام تک یوسف سندھ، بلوچستان، یوپی، سی پی، بہار اور بنگال کا دورہ کر چکا تھا۔ پاکستان کے لئے جان کی بازی لگانے والے جوانوں کا ایک گروہ ہر منزل پر اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ اس کے بعد ———— اس نے دوسری بار سندھ کا دورہ کیا۔ کراچی، حیدر آباد، میر پور، سکھر اور جیکب آباد کے اجتماعات میں تقریریں کیں۔ وہاں سے احمد خان اور سندھ کے چند اور نوجوانوں کے ساتھ اس نے بلوچستان کا رخ کیا اور ایک ہفتہ کوئٹہ رہ کر پنجاب اور سرحد کے عام انتخابات میں حصہ لینے کے لئے واپس آگیا۔ جب وہ لاہور پہنچا تو منظور اسے عبدالکریم کے ہاں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ امینہ کا ڈرائیور انہیں لینے کے لئے آیا ہوا تھا، لیکن یوسف نے کہا۔ "دیکھو منظور، میں پہلے چچی جان کو سلام کروں گا، اگر انہوں نے اجازت دی تو میں تمہارے ساتھ آجاؤں گا۔ اور اگر انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ تم یہیں ٹھہرو، تو پھر تم مجھے وہاں چھوڑ کر آجاؤ گے۔ امینہ کا گلہ دور کرنے کے لئے میں انہیں ٹیلی فون کر دوں گا"۔

جب وہ بلقیس کے مکان کے دروازے پر کار سے اترے تو ڈیوڑھی سے نوکر ان کا استقبال کرتے ہی ایک لمحہ توقف کے بغیر یہ آوازیں دیتا ہوا واپس بھاگا۔

"صاحب جی، بی بی جی! یوسف صاحب آگئے ہیں اور منظور صاحب بھی ان کے ساتھ ہیں"۔

عبدالعزیز کی گرجدار آواز سنائی دی۔ "بے وقوف، تم انہیں باہر کھڑا کر کے ادھر

بھاگ آئے ہو؟"

"نہیں جی! میں نے انہیں باہر کھڑا نہیں کیا۔ وہ آرہے ہیں جی"۔

یوسف اور منظور صحن عبور کرنے کے بعد برآمدے میں پہنچے تو عبدالعزیز کے ساتھ دو اور نوجوان کھڑے ہو گئے۔ یوسف عبدالعزیز سے بغل گیر ہوا اور پھر اس کے ساتھ ایک نوجوان کو دیکھتے ہی مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ "جناب اگر میں غلطی نہیں کرتا تو آپ ڈاکٹر محمد جمیل ہیں"۔

محمد جمیل نے اسے گلے لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "نسرین درست کہتی تھی کہ میرا بھائی غلطی نہیں کر سکتا"۔

یوسف نے دوسرے نوجوان سے مصافحہ کیا اور تذبذب کی حالت میں محمد جمیل اور عبدالعزیز کی طرف دیکھنے لگا۔ اجنبی بولا۔

"بھئی مجھے ڈاکٹر کمال الدین کہتے ہیں۔ اور نسرین کے خطوط کے حوالے سے آپ مجھے چوپنچ بھی کہہ سکتے ہیں"۔

کمال الدین قد و قامت میں ذرا چھوٹا، لیکن شکل و صورت کے لحاظ سے اسے خوبصورت آدمیوں میں شمار کیا جا سکتا تھا۔ یوسف نے ایسے بہت کم آدمی دیکھے تھے جن کی عینک ان کے چہرے کی خوشنمائی میں اضافہ کرتی ہو۔ یوسف نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"کمال الدین صاحب مجھے یقین ہے کہ آپ کو دیکھنے کے بعد نسرین کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑیں گے"۔

کمال الدین نے کہا۔ "بھئی، یہ تو کبھی نہیں ہوگا۔ مجھے وہ لفظ بہت پسند ہے"۔

یوسف نے منظور سے ان کا تعارف کروایا اور پھر وہ بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔

یوسف نے بلقیس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "چچی جان، میں اسٹیشن سے سیدھا آپ کو

سلام کرنے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر میں ڈاکٹر صاحبان سے باتیں کروں گا۔ پھر اگر آپ نے اجازت دی تو میں منظور صاحب کے ساتھ چلا جاؤں گا۔"

"بیٹا! تم اطمینان سے باتیں کرو۔ میں امینہ کو فون کر دیتی ہوں کہ آپ دونوں یہاں سے کھانا کھا کر جائیں گے۔"

پھر وہ بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے، عبدالعزیز کے سوالات کے جواب میں یوسف اپنے طویل دورے کے واقعات سنا رہا تھا۔ کھانے پر بیٹھتے ہوئے ڈاکٹر کمال الدین کہہ رہا تھا۔ "بھئی یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ جمیل صاحب تو یہیں رہیں گے لیکن میں کل جالندھر کے فوجی ہسپتال میں پوسٹ ہو کر جا رہا ہوں۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "یوسف بیٹا، جمیل کے لئے اللہ نے بلقیس کی دعائیں سن لی ہیں اور یہ یہیں پوسٹ ہو گئے ہیں۔"

یوسف نے کہا۔ "چچی جان، آپ کو مبارک ہو۔"

"شکریہ بیٹا، لیکن کہیں یہ نہ سمجھ لینا اس گھر کو تمہاری ضرورت نہیں رہی۔"

"چچی جان، میں اس گھر کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

کھانے کے دوران ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور نوکرانی نے آ کر بلقیس سے کہا۔ "بی بی جی، آپ کا فون آیا ہے۔"

بلقیس اٹھ کر کونے کے کمرے میں چلی گئی اور ایک منٹ بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"یوسف بیٹا! ادھر آؤ۔"

یوسف ٹیلی فون والے کمرے میں چلا گیا اور بلقیس نے کہا۔ "بیٹا، مجھے اس بات سے خوشی ہوئی ہے کہ تم نے فہمیدہ کو اپنے پروگرام سے باخبر رکھا ہے۔ لو بات کرو۔"

یوسف نے ریسیور پکڑ کر کان سے لگا لیا اور فہمیدہ کی دلکش آواز سنائی دی۔

"السلام علیکم! آپ ٹھیک ہیں نا۔ میری کال ذرہ دیر سے ملی ہے اور آپ کی گاڑی شاید وقت پر پہنچ گئی ہو؟"

یوسف نے جواب دیا۔ "بھئی میری گاڑی شاید وقت سے پانچ منٹ پہلے پہنچ گئی تھی اور میں سیدھا یہاں آ گیا تھا، منظور بھی میرے ساتھ آیا ہے۔ بالکل ٹھیک ہے۔ میں دو دن تک اپنے گاؤں جاؤں گا اور ایک روز وہاں ٹھہر کر اگلے دن جالندھر پہنچ جاؤں گا۔ ایک دن بعد لاہور سے میرے چند ساتھی بھی وہاں پہنچ جائیں گے اور ہم لدھیانہ اور انبالہ کا رخ کریں گے۔ اس کے بعد ہم ہوشیار پور جائیں گے۔ وہاں سے امرتسر کا دورہ شروع کرنے کے لئے الیکشن کے قریب میں اپنے گاؤں کو مرکز بنا کر ضلع گورداسپور اور کانگڑہ کا دورہ کروں گا اور علی گڑھ کے چار طلبہ میرے ساتھ رہیں گے۔ اور پھر چند دن بعد آپ یہ سنیں گی کہ ہم نے پاکستان کے راستے کی ایک منزل طے کر لی ہے ــــــ

ہاں۔ نسرین کو فون دیجئے۔ شہزادی نسرین! میں بھی تمہیں بہت یاد کرتا رہا ہوں اور سنو! میں نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ بڑے غور سے دیکھا ہے۔ لیکن مجھے چونچ والی کوئی بات نظر نہیں آئی ــــ نہیں بھئی تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں۔ انہیں۔ یہ نام پسند ہے اور وہ ایک شہزادی کا تحفہ رد کرنا پسند نہیں کرتے۔ وہ یہیں ہیں۔ ہم برآمدے میں کھانا کھا رہے تھے۔ بھئی میں بہت آہستہ بول رہا ہوں اور میری آواز ان تک نہیں پہنچے گی۔ اگر پہنچ بھی جائے تو برا نہیں مانیں گے۔ بھئی میں نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ تم انہیں چونچ کہتی ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمیل صاحب کے نام تمہارے خطوط پڑھ چکا ہے۔ اگر کہو تو ان سے یہ خط لکھوا دوں کہ وہ تم سے قطعاً ناراض نہیں ہے۔ اچھا نہیں بتاؤں گا ان کو۔ امی اور ابو اور ظہیر کو میرا سلام کہہ دو۔

اچھا، خدا حافظ۔"

یوسف اور بلقیس دوبارہ دسترخوان پر جا بیٹھے۔ اور عبدالعزیز نے کہا "بھئی بڑی دیر لگائی۔ کہیں اس چڑیل نے چونچ کا قصہ تو نہیں چھیڑ دیا تھا؟"

"جی میں نے اسے بتایا تھا کہ ہماری ملاقات ہو چکی ہے۔ وہ کچھ پریشان ہو گئی تھی لیکن میں نے اس کی تسلی کر دی ہے۔"

کمال الدین نے کہا۔ "یوسف صاحب، جالندھر میں جب آپ کو فرصت ہو تو میں آپ کو دعوت پر بلاؤں گا۔ نسرین بی بی کو ضرور لائیے۔ جمیل صاحب جب اچھے موڈ میں ہوتے تھے تو عام طور پر اُسی کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور میں نے "چونچ" کے گرانقدر تحفہ کے لئے ان کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔"

جمیل نے کہا۔ "یار شکر کرو کہ اس معاملے نے طول نہیں کھینچا۔ ورنہ یوسف صاحب کی شہزادی بہن آپ کے کئی اور نام رکھ چکی ہوتی۔"

کمال الدین نے کہا۔ "بھئی یہ اپنے اپنے مقدر کی بات ہے۔ یوسف صاحب نے نسرین کو دیکھا تو وہ شہزادی بن گئی اور شہزادی نے مجھے دیکھے بغیر چونچ بنا دیا۔"

جمیل نے کہا۔ "بھئی اس نے تصویر بھی تو نہیں دیکھی تھی تمہاری۔ وہ غصے میں کوئی اور نام بھی تمہیں دے سکتی تھی، لیکن اسے چونچ کا نام کیوں پسند آیا۔ پہلے مجھے بہت غصہ آیا تھا اور پھر میں بڑے غور سے تمہارا چہرہ دیکھ کر ہنسا کرتا تھا۔ کہ چونچ کا لفظ اس کے ذہن میں کیسے آ گیا۔"

یوسف نے کہا "ڈاکٹر صاحب، آپ کی بھتیجی اتنی ذہین ہے کہ اس کے ذہن میں بہت کچھ آ سکتا ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ ڈاکٹر کمال الدین صاحب کے بارے میں ذہانت کا صحیح استعمال نہیں ہوا۔"

کمال الدین نے کہا۔ "یوسف صاحب، آپ اس بات پر ہنسیں گے لیکن اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ جب میں چونچ کے لقب سے نوازا گیا تھا تو میں بار بار آئینے میں اپنی

صورت دیکھا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میری ناک طوطے کی چونچ کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ جالندھر میں پوسٹ ہونے کی اطلاع ملنے کے بعد میں بار بار یہ سوچتا ہوں کہ جالندھر کے لوگ مجھے ڈاکٹر چونچ کہنا شروع نہ کر دیں۔ اور اس مشکل سے بچنے کے لئے مجھے یوسف صاحب سے مدد لینی پڑے گی۔"

بلقیس بولی "کمال صاحب آپ پریشان نہ ہوں۔ نسرین کو جن حالات میں غصہ آیا تھا وہ بدل چکے ہیں۔ اور غصہ بھی دراصل انہیں اپنے چچا پر آیا تھا۔ لیکن بیچ میں آپ آ گئے۔ اب صرف اسے اس بات پر غصہ آئے گا کہ اس کا چچا اپنے دوستوں کو گھر کی ہر بات بتا دیتا ہے۔"

جمیل بولا۔ "بھئی کمال صاحب آپ کا تعارف کرواتے ہوئے میں نے شاید یہ لکھ دیا تھا کہ آپ ایک کامیاب سرجن ہیں اور انگلینڈ میں بھی آپ نے آنکھ، ناک اور کان کے کئی ایک کامیاب اپریشن کئے۔ اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نسرین نے ایک کامیاب سرجن کو چونچ کہہ کر اپنا غصہ نکالا تھا۔ میرا خیال ہے کہ جب آپ جالندھر میں ایک سرجن کی حیثیت سے مشہور ہوں گے تو چونچ کا لفظ آپ کے لئے کافی سود مند ہو گا۔ اور کسی دن کوئی ایسی بات مشہور ہو جائے گی کہ جس طرح بعض پرندے درختوں میں چھپے ہوئے کیڑے پکڑ کر نکال لیتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی انسانی جسم کے ناسور اور پھوڑے جڑ سے نکال دیتے ہیں۔"

کمال الدین نے ہنستے ہوئے کہا۔ "یوسف صاحب، ایسی بات صرف ایک ذہین چچا کی بھتیجی کے دماغ میں آ سکتی ہے۔"

عبدالعزیز نے کہا۔ "ڈاکٹر صاحب آپ فکر نہ کریں مجھے یقین ہے کہ اگر یوسف صاحب نے آپ کی تھوڑی سی تعریف کر دی تو وہ لوگوں کو سرجری میں آپ کی مہارت کے ایسے واقعات سنائے گی کہ آپ چند دنوں میں مشہور ہو جائیں گے۔"

قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں شاندار کامیابی کے ساتھ مسلم لیگ پاکستان کے راستے کی ایک اہم منزل طے کر چکی تھی۔ بعد میں اس کے ساتھ ہی آل انڈیا کانگرس کے ایک ادنیٰ کارکن سے لے کر مہاتما گاندھی تک ہر دیس بھگت اپنے چہرے سے مکر و ریا کے تمام لبادے اتار کر سامنے آ چکا تھا اور ان کی حالت ان شکاریوں جیسی تھی۔ جو گھیرا ہوا شکار نکل جانے پر غم و غصہ سے نڈھال ہو گئے ہوں۔

انتخابی مہم کے دوران یوسف پہلے ضلع گورداسپور میں مصروف رہا۔ وہاں اس نے اپنا دورہ تیسری بار مکمل کیا تھا اور یہاں بھی جالندھر اور لدھیانہ۔ انبالہ اور ہوشیار پور کی طرح علی گڑھ یونیورسٹی کے چار رضاکار اس کے ساتھ تھے منظور احمد ایک اچھا خاصا مقرر بن چکا تھا۔ علی گڑھ کے رضاکاروں میں سے ایک رضاکار جس کا نام احسان الحق تھا۔ جو حیدرآباد سے یوسف کی پارٹی میں شامل ہوا تھا۔ ابھی تک ان کا ساتھ دے رہا تھا۔ وہ مسلم اقلیت کے صوبوں میں کانگرس کی وزارتوں کے مظالم سے، سننے والوں کو تڑپا دیا کرتا تھا۔ ضلع امرتسر میں دریائے راوی اور کرن نالے کے آس پاس یوسف کے کئی رشتہ دار رہتے تھے۔ ان کے اصرار پر تحصیل اجنالہ کے قریب ایک دن وہ اجنالہ اور رام داس کے درمیان دیہاتی لوگوں کے ایک بڑے اجتماع میں تقریر کر رہا تھا۔ جلسہ کے اختتام پر جب لوگوں کا ہجوم منتشر ہونے لگا۔ تو کسی نے اچانک اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا: "چن جی! میں کئی دنوں سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ بہادر سنگھ نے اطلاع دی تھی کہ آپ گورداسپور سے فارغ ہو کر امرتسر آئیں گے اور ہمارے علاقے کا دورہ بھی کریں گے اب ایک دو دن آپ کو میرے پاس ٹھہرنا پڑیگا۔"

یوسف نے کہا۔ "سردار جی! آپ کے پاس ٹھہرنے کے لئے فراغت کی ضرورت ہے جب انتخابی مہم ختم ہو جائے گی تو مجھے آپ کے ہاں جا کر بڑی خوشی ہو گی۔"

"کاکا جی! میرا گاؤں یہاں سے زیادہ دور نہیں۔ آپ ابھی چل پڑیں اور میرے گھر چائے

کا انتظام ہو گا۔ رات ہم باتیں کریں گے۔ اور صبح میری برادری کے چند سرکردہ آدمی آپ سے ملاقات کریں گے۔ میں سکھوں کے ایک بڑے اجتماع کا انتظام بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن ایسا وقت ہے کہ جو باتیں آپ چند عقل مند آدمیوں کو سمجھا سکتے ہیں وہ عوام کے سامنے نہیں کر سکیں گے۔"

"اب پروگرام یوں ہو گا کہ میرے باقی ساتھی اجنالہ چلے جائیں گے اور میں منظور صاحب اور احسان الحق صاحب جو علی گڑھ سے آتے ہیں۔ آج آپ کے مہمان ہونگے۔ جب ہم جیپ میں بیٹھیں تو آپ ہمارے ساتھ بیٹھ جائیں۔ یہاں کسی کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ہم کہاں جا رہے ہیں اور کیوں جا رہے ہیں۔"

"یوسف صاحب بعض مرادیں بہت جلد پوری ہوتی ہیں میں اپنے گاؤں کے نائی کو تاکید کر کے آیا تھا کہ تم نے میرے معزز مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرنا ہے۔ دریا پار سے مچھیرا صبح ہوتے ہی ہمارے گھر مچھلی پہنچا گیا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد یوسف اور اس کے دو ساتھی جگت سنگھ کے گاؤں کا رخ کر رہے تھے۔ کماد کے کھیتوں کے درمیان کچا اور ناہموار راستہ عبور کرنے کے بعد وہ جگت سنگھ کی حویلی میں پہنچ گئے۔ جس کے گرد امرود اور آم کے درخت دکھائی دیتے تھے۔ جگت سنگھ نے حویلی میں داخل ہو کر صحن سے آگے مکان کی بالائی منزل کے زینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ اوپر تشریف لے جائیں اور بالا خانے کی چھت سے دریا کا نظارہ کریں۔ ہم چائے وہیں پئیں گے۔"

وہ بالا خانے کی چھت پر پہنچے تو وہاں میز کے گرد چند کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ دریا کی طرف گندم کے کھیتوں سے آگے کنارے تک سرکنڈے دکھائی دیتے تھے۔ جگت سنگھ نے کہا۔ "میں عام طور پر چائے یہیں بیٹھ کر پیا کرتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔"

وہ بیٹھ گئے اور جگت سنگھ نیچے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گرم گرم مچھلی کے ساتھ چائے

کا لطف اٹھا رہے تھے۔ جگت سنگھ نے کہا۔ "یوسف صاحب، رات آپ کو مچھلی کا پلاؤ ملے گا۔ محمد دین ماہی بھی اس کام میں بہت ماہر ہے۔ آپ چاہتے تو ہم شام ہونے تک دریا کے کنارے تک سیر کر سکیں گے۔ وہاں میری ایک چھوٹی سی کشتی بھی ہے اگر وقت ہوتا تو ہم تھوڑی دیر دریا کی سیر بھی کر لیتے۔ اگر آپ چند دن پہلے آتے تو یہاں مرغابی کا بہت شکار مل جاتا۔"

یوسف نے کہا۔ "سردار جی، اگر آپ کے پاس کشتی بھی ہے اور یہاں مرغابی کا شکار بھی ہوتا ہے تو میں ہر سال آپ کے پاس آیا کروں گا۔"

تھوڑی دیر بعد جگت سنگھ اور اس کے مہمان سرکنڈوں سے آگے دریا کے کنارے ریت پر گھوم رہے تھے۔ یوسف اور احسان الحق نے دریا کے پانی سے وضو کیا۔ احسان الحق نے اذان دی اور وہ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد جب وہ واپس آ رہے تھے تو جگت سنگھ نے کہا۔ "یوسف صاحب، میں جن لوگوں کو آپ سے ملوانا چاہتا ہوں۔ وہ نو بجے تک میرے گھر میں جمع ہو جائیں گے۔ جو لوگ اجیت کور اور دوسرے رشتہ داروں کی زبانی آپ کے خاندان کے متعلق سن چکے ہیں وہ آپ کی بات بڑے غور سے سنیں گے انہیں صرف یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ وہ ہندوستان کی نسبت پاکستان میں زیادہ محفوظ ہوں گے۔ جو حقوق انہیں پاکستان میں مل سکتے ہیں۔ وہ ہندو کبھی نہیں دیں گے۔ لیکن ان پر یہ ظاہر نہیں ہونا چاہیئے کہ آپ انہیں پاکستان کی طرف مائل کرنے کی مہم پر یہاں آئے ہیں"

یوسف نے کہا۔ "سردار جی، میں ان کے سامنے بنیئے کے ظاہر اور باطن کے بارے میں بات کروں گا۔ اور مجھے یہ بتانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ کہ جن قوموں نے ہندو سے کسی بھلائی کی امید کی تھی ان کا کیا حشر ہوا تھا۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر میں آپ کے بھائیوں کو یہ سمجھا سکوں کہ ہندوستان کی قدیم اقوام شودر اور اچھوت کیسے بن گئی تھیں اور جنوبی ہندوستان کے دراوڑ اور بھیل کن بستیوں کی طرف دھکیل دیئے گئے تھے تو انتہائی نادان لوگ

بھی مجھ سے اتفاق کریں گے۔"

جب وہ بالا خانے کے کمرے میں کھانا کھا رہے تھے تو نیچے صحن میں وہ لوگ جمع ہو رہے تھے جنہیں سردار جگت سنگھ کا پیغام مل چکا تھا۔ جب وہ کھانا کھا کر نیچے اترے اور کوئی پندرہ آدمیوں کے درمیان دری پر بیٹھ گئے تو جگت سنگھ نے اٹھ کر یوسف کا تعارف کروایا۔ پہلے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کیا اور پھر سردار بیلا سنگھ کے وحشیانہ قتل اور یوسف اور اس کے خاندان کی ہمدردی کے واقعات بیان کر دیئے۔ یوسف نے تقریر شروع کی تو حویلی کی دیوار کے ساتھ گاؤں کی عورتیں بھی اس کی گفتگو سن رہی تھیں اور وہ کانگرسی وزارتوں کے دور کے مظالم بتا رہا تھا۔ پھر وہ ان اقوام کا ذکر کر رہا تھا جو ماضی کے کسی دور میں ہندو سامراج پر اعتماد کرنے کی سزا بھگت رہی تھیں۔ جب اس نے گفتگو ختم کی تو سکھ بوڑھے اور جوان اٹھ اٹھ کر اس سے مصافحہ کر رہے تھے اور ان میں سے بعض یہ اصرار کر رہے تھے کہ آپ دوبارہ ضرور آئیں۔

اگلے دن جب یوسف اور اس کے ساتھی وہاں سے رخصت ہو رہے تھے تو مردوں کے ساتھ معمر عورتیں بھی ان کے راستے میں کھڑی تھیں۔ مکانوں کی چھتوں سے کمسن لڑکیاں ان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ جب وہ موٹر میں بیٹھنے لگے تو جگت سنگھ نے یوسف سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "یوسف جی، ساتھ والے گاؤں اور اس گاؤں کے دو گردہوں سے بھی میں نے ان آدمیوں کو بھی رات یہیں بلایا تھا۔ جن کے رشتہ دار سکھ ریاستوں میں ملازمت کرتے ہیں لیکن اس وقت وہ سب اور ان کی عورتیں بھی آپ کو دیکھنے کے لئے جمع ہو گئی ہیں۔ جو لوگ سردار بیلا سنگھ کے قتل کے بعد اس گاؤں سے ہو آئے ہیں اور جو اجیت کور سے آپ کے متعلق سن چکے ہیں۔ وہ آپ کو دیوتا سمجھتے ہیں۔ اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہمیں کسی تباہی سے بچانے کے لئے آپ جیسے دیوتاؤں کی ضرورت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے

نکلتے ہوئے آپ یہ راستہ اچھی طرح دیکھتے رہیں۔ تاکہ دوبارہ یہاں آنے کے لئے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ کار کا راستہ ذرا لمبا ہو جاتا ہے۔ لیکن آپ اچھے گھوڑے پر اپنے گاؤں سے اس طرف کا رُخ کریں تو تین چار گھنٹوں میں آرام سے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔"

یوسف نے کہا۔ "سردار جی، میں بھی یہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ میں گھوڑے پر اس علاقے کی سیر کروں۔ کبھی کبھی کرن کے کنارے میں اپنے نانا کے گھر آیا کرتا تھا۔ اور مجھے وہ راستہ اب تک یاد ہے۔ وہاں سے پکی سڑک تک جانے کے بعد آپ کے گاؤں پہنچنے کے لئے مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ وہ جو ہر جبن کے کنارے سے آپ کے گاؤں کو جانے والا راستہ نکلتا ہے ایک بہت اچھی نشانی ہے۔ سردار جی! میں آپ سے خط و کتابت جاری رکھوں گا اور کسی دن اچانک یہاں پہنچ جاؤں گا۔"

جگت سنگھ نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹا ضرور آنا۔ مجھے ہمیشہ تمہارا انتظار رہے گا۔ میرے گھر کے تمام لوگ تمہیں پہچانتے ہیں۔ اگر میں کبھی گھر پر نہ ہوا تو میرا ایک بیٹا ضرور موجود ہو گا۔ اس علاقے میں کتنے دن قیام کرو گے؟"

"سردار جی، اس علاقے میں میرا دورہ چار دن تک ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد پولنگ کے قریب میں اپنے گاؤں پہنچ جاؤں گا۔"

الیکشن سے دو دن پہلے یوسف اپنے گاؤں میں پہنچا اور اسی شام وہ پڑوس کے شہر کے ایک بڑے اجتماع میں تقریر کر رہا تھا۔ تقریر کے دوران جب وہ یونینسٹ پارٹی اور کانگرس پر آگ برسا رہا تھا تو اسے ہجوم کی آخری صفوں میں سکھ بھی دکھائی دیتے تھے اس نے اپنی تقریر کا رخ ان کی طرف پھیر دیا اور بلند آواز میں کہا۔ "سکھ بھائیو! میں اس جلسہ میں دیکھ کر میں ایک ایسی بات کہنا چاہتا ہوں جس کا براہ راست میری کے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ شاید اس وقت یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آسکے کہ

بنیا اور برہمن شاہی اس ملک میں جب جہنم کے دروازے کھولے گی تو اس کی آگ کے شعلے کتنے خوفناک ہوں گے۔ ہم مسلمان اس لحاظ سے یقیناً خوش قسمت ہیں کہ ہمیں وہ راہنما مل گیا ہے۔ جو ہندو کی سیاست کو سمجھتا ہے اور کانگرس کے مکر و فریب سے دھوکہ نہیں کھا سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے قائد اعظم نے ہمیں بر وقت بیدار کر دیا تھا اور ہم اس جہنم کی آگ سے بچ جائیں گے۔ لیکن تمہارے مستقبل کے تصور سے میں کانپ اٹھتا ہوں۔ تم آنکھیں بند کر کے اس اژدہے کی طرف بھاگ رہے ہو جو ماضی میں کئی قوموں کو ہڑپ کر چکا ہے اور کئی تہذیبوں کے نشان مٹا چکا ہے۔ تم نے ان ڈاکوؤں کے متعلق بھی سنا ہو گا جو لوگوں کو پہلے گڑھا کھودنے کا حکم دیتے تھے اور پھر انہیں قتل کر کے اس گڑھے میں پھینک دیتے تھے۔

میرے سکھ دوستو! دنیا کے سامنے عدم تشدد کا پرچار کرنے والی کانگرس کے لیڈر اسی قسم کے بے رحم ڈاکوؤں کا ایک گروہ ہیں۔ مجھے اس بات کا خوف محسوس ہوتا ہے کہ کہیں تمہیں اس آخری مرحلہ پر بھی ہوش نہ آئے۔ جب تم اپنے ہاتھوں سے کھودے ہوئے گڑھے میں پہنچ کر یہ دیکھو کہ تمہارے پیچھے دیس بھگتوں کا لشکر تمہیں ننگی تلواروں سے ہانک رہا ہے اس وقت شاید میری بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ کسی دن تمہیں ہوش ضرور آئے گا۔ یہ یاد رکھو اپنی تباہی کا سامان کر لینے اور سب کچھ لٹا کر ہوش میں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ تم سے زیادہ میں تمہارے رہنماؤں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے چاروں طرف آگ کے شعلے دیکھنے سے پہلے سمجھ جائیں۔"

جلسے کے اختتام پر ایک لمبا تڑنگا سکھ شراب کے نشے میں جھومتا ہوا آگے بڑھا اس نے بڑی گرمجوشی سے یوسف کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "بھائی جی، آپ نے لوگوں سے ووٹ مانگنے کے لئے جگہ جگہ تقریریں کی ہیں۔ لیکن اپنے پرانے یار کے پاس بالکل نہیں آئے۔ مجھے بڑا دکھ ہوا ہے اس بات سے۔ لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ میرے گاؤں کا ہر

ووٹ اس طرف ڈالا جائے گا جس طرف آپ ہوں گے۔"

پولنگ کے دن یہ حالت تھی کہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر یونینسٹ امیدوار کا کیمپ خالی ہو چکا تھا اور تقریباً ہر ووٹ مسلم لیگ کے امیدوار کو دیا جا رہا تھا۔ یوسف جیپ پر کئی پولنگ اسٹیشنوں کا حال دیکھنے کے بعد اپنے علاقے کے پولنگ اسٹیشن پر رکا اور جیپ سے اتر کر چند منٹ مسلم لیگ کے رضا کاروں سے باتیں کرنے کے بعد پریذائیڈنگ افسر کی طرف چلا گیا۔ پریذائیڈنگ افسر نے اٹھ کر مصافحہ کیا اور اپنے ساتھ کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"یوسف صاحب! اس پولنگ اسٹیشن پر مکمل فتح مبارک ہو۔ باقی علاقے کا کیا حال ہے؟"

یوسف نے جواب دیا۔"ابھی تک جتنے پولنگ اسٹیشن میں نے دیکھے ہیں۔ وہاں یونینسٹ امیدواروں کے کیمپ اسی طرح اجڑے ہوئے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی یونینسٹ امیدوار اپنی ضمانت نہیں بچا سکے گا۔"

وہ ہنسی خوشی باتیں کر رہے تھے کہ ایک کانسٹیبل بھاگتا ہوا آیا۔

"جناب! ایک سکھ زبردستی یہاں آنا چاہتا ہے۔ ہم نے اسے کیمپ سے باہر روک لیا ہے، لیکن وہ کہتا ہے کہ میں یوسف صاحب کا دوست ہوں۔"

یوسف نے باہر نکل کر دیکھا تو اسے منگل سنگھ کی آواز سنائی دی۔ اس کے ہاتھ میں لمبی لاٹھی تھی اور اس کے گاؤں کے سکھ اور عیسائی اس کے پاس کھڑے تھے۔ کانسٹیبل اسے کہہ رہا تھا۔ "دیکھو سردار جی، آپ چپکے سے واپس چلے جائیں۔ ورنہ ہم آپ کو تھانے پہنچا دیں گے۔"

اور وہ کہہ رہا تھا۔"یار تم کون ہوتے ہو مجھے تھانے پہنچانے والے۔ میں ووٹ دینے آیا ہوں۔"

پھر وہ یوسف کی طرف دیکھ کر چلایا۔"یوسف جی! یہ مجھے آگے نہیں آنے

دیتے۔ میں اپنے گاؤں کے تمام آدمی لے آیا ہوں۔ تھوڑی دیر تک آس پاس کے ہر گاؤں سے دوسرے لوگ بھی یہاں پہنچ جائیں گے لیکن سب سے پہلے میرا ووٹ ڈالے گا۔"

یوسف نے آگے بڑھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔"سردار جی! آپ کی بڑی مہربانی، لیکن سکھ صرف سکھ امیدوار کو ووٹ دے سکتے ہیں۔"

"یار، اس کے آدمی میرے پاس آئے تھے، لیکن میں نے ان کی بے عزتی کر کے انہیں بھگا دیا تھا۔ میں نے انہیں کہہ دیا تھا۔ کہ اگر کوئی یوسف کے خلاف ووٹ دے گا تو میں اسے اپنا دشمن سمجھوں گا۔"

یوسف نے کہا۔"سردار منگل سنگھ! امیدوار اگر کانگرسی نہ ہو تو آپ خوشی سے اسے ووٹ دیجئے۔ میں یہی سمجھوں گا، آپ میری مدد کر رہے ہیں۔"

"یوسف یار، اگر کسی بات پر ناراض ہو تو میرے گھر آ کر مجھے جوتے مار لینا، لیکن ان لوگوں کے سامنے بے عزتی نہ کرو۔ پرسوں کارخانے کے مزدوروں کے سامنے تمہاری تقریر سننے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ میں اور میرے گاؤں کے لوگ یوسف کے سوا کسی کو ووٹ نہیں دیں گے۔"

یوسف نے کہا۔"یار منگل سنگھ میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن قانون کے مطابق تم کسی سکھ امیدوار کو ہی ووٹ دے سکتے ہو۔"

"اور یہ میرے گاؤں کے لوگ؟"

"تم گاؤں کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں تمہارے ساتھ آدمی بھیج دیتا ہوں۔ وہ تمہیں تمہارے پولنگ اسٹیشن پر پہنچا دے گا۔"

"یار تم نہیں چلو گے میرے ساتھ؟"

"بھئی، میں کس لئے جاؤں؟"

اُس لئے کہ میں وہاں جا کر یہ بتا سکوں گا کہ میں اپنے دوست کی خاطر آیا ہوں "

نہیں سردار منگل سنگھ، تم جا کر ووٹ دے کر یہاں آجاؤ تو پھر میں یہاں سے کام ختم کرنے کے بعد پہلے تمہیں چھوڑنے کے لئے تمہارے گاؤں جاؤں گا۔ راستے میں ہم خوب باتیں کریں گے۔"

انتخابات نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ ہے۔ مسلم لیگ نے مرکزی مجلس قانون ساز میں ساری مسلم نشستیں جیت لی تھیں۔ اور صوبائی اسمبلیوں کی ۴۹۵ نشستوں میں سے ۴۴۶ پر فتح حاصل کی تھی۔ اس طرح کانگرس نے بھی ہندو نشستوں پر بڑی کامیابی حاصل کی تھی۔ پنجاب میں مسلم لیگ نے یونینسٹ پارٹی کو بری طرح شکست دی۔ ۱۷۵ ارکان کے ایوان میں مسلم لیگ سب سے بڑی پارٹی تھی۔ لیکن خضر حیات ٹوانہ نے چند یونینسٹ مسلمانوں اور اکالی سکھوں کے تعاون سے مسلم لیگ کے اس اہم صوبہ میں ایک ایسی وزارت بنالی جسے کانگرسی مقاصد کے لئے اور تحریک پاکستان کے خلاف استعمال کیا جا سکتا تھا۔ سکھ پہلے ہی پاکستان کے خلاف، ہندوؤں کے ساتھ ایک فریق بن چکے تھے۔ پنجاب میں مسلم لیگ کو وزارت بنانے کے حق سے محروم کروا کر کانگرس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ مسلم لیگ کو ایک وزارت بنانے کے جائز حق سے محروم کرنے کے لئے وہ بے اصولی کی کس حد تک جا سکتی ہے۔ لیکن اس اقدام کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ گاندھی بھگتوں کے متعلق جو خوش فہمی رہ گئی تھی وہ دور ہو گئی تھی اور وقت نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ برصغیر میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے راستے قطعی طور پر ایک دوسرے سے جدا ہیں۔

کانگرس اور اس کے حامیوں نے یہ فرض کر لیا تھا کہ انگریز جانے سے پہلے ملک کا اقتدار کانگرس کو سونپ دے گا۔ سکھ بھی اس بات پر مطمئن تھے کہ ہندو بڑے بھائی کی حیثیت

میں خالصتان کے قیام کے لئے ان کی خواہشات پورا کرے گا لیکن دوسری عالمگیر جنگ نے انگریزوں کے لئے جو حالات پیدا کر دیئے تھے ان کے باعث وہ ہندوستان سے بلا تاخیر نکل جانا چاہتے تھے۔ اور صرف اس حد تک کانگرس کی دل جوئی کے خواہش مند تھے کہ ان کے تجارتی مفاد ہندوستان سے نکلنے کے بعد بھی محفوظ رہ سکیں۔ انہیں کانگرس کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں کو قربانی کا بکرا بنانا بھی پسند نہ تھا اس لئے ہندوؤں کی زیادہ سے زیادہ خوشنودی حاصل کرنے اور کسی حد تک مسلمانوں کی دل جوئی کے لئے اپنی تجاویز پیش کرنی شروع کر دیں۔ لیکن انگلستان سے کابینہ مشن آیا اور کانگرس اور مسلم لیگ کے سرکردہ لیڈروں سے فرداً فرداً بات چیت ہوئی اور شملہ میں ایک مشترکہ کانفرنس ہوئی۔ کانگرس پورے ملک کے لئے واحد آئین ساز اسمبلی کی طلب گار تھی اور مسلم لیگ کا یہ مطالبہ تھا کہ پاکستان اور ہندوستان کی دو علیحدہ علیحدہ آئین ساز اسمبلیاں بنائی جائیں۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لئے کابینہ مشن کی طرف سے جب کسی تجویز کا اعلان ہوتا تھا، تو گاندھی جی انگریزی زبان کے صاف اور واضح الفاظ کو اپنی خواہشات کا لبادہ پہنا کر اس کا مفہوم بدل دیتے تھے۔ اس لئے کابینہ مشن قدم قدم پہ کانگریس کی ناز برداری کرنے کے باوجود کامیاب نہ ہو سکا اور اسٹیفورڈ کرپس جیسے ہندو نواز بھی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ جنہیں ہندو سماج ایک گاندھی بھگت کی حیثیت سے دیکھا کرتے تھے۔

---

۲۹ جون ۱۹۴۶ء کو کابینہ مشن نزاع اور اختلافات کی فضا چھوڑ کر رخصت ہوا۔ اس کی کارگزاری سے مسلمانوں کے صرف اس تاثر کو تقویت ملی تھی کہ انگلستان کی لیبر حکومت کانگرس کے اشاروں پر رقص کرتی ہے۔ وائسرائے لارڈ ویول ہندوؤں کی نگاہ میں اس لئے معتوب بن گیا تھا کہ اس نے قدم قدم پر گاندھی کی فلسفیانہ تاویلوں اور وکیلانہ دلائل کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی۔ گاندھی اس کے طرزِ عمل سے تلملا اٹھا اور اس نے جھٹ برٹش حکومت کو تار

بھیجا کہ بنگال کے المیہ کے باعث وائسرائے کے اعصاب جواب دے چکے ہیں اور یہاں ایک زیادہ قابل آدمی کی ضرورت ہے۔ ورنہ بنگال کے المیہ کا اعادہ یقینی ہے۔

۱۵۔ اگست کو مسلمانوں نے یوم راست اقدام کا فیصلہ کیا تھا اور ہندو اس سے بہت برہم تھے۔ اس سلسلہ میں ۱۶۔ اگست کو عام تعطیل کا دن قرار دیا گیا تھا۔ ۱۶۔ اگست کا عام جلسہ کسی حادثہ کے بغیر اختتام پذیر ہوا لیکن سوا چار بجے کلکتہ کے ہر حصہ میں فسادات شروع ہو چکے تھے۔ کلکتہ میں ہندوؤں کی غالب اکثریت اور کئی دنوں کی تیاریوں کے باعث مسلمانوں کو نسبتاً زیادہ نقصان پہنچا، لیکن دوسرے دن سہ پہر کو سکھوں کے وہ بڑے بڑے جتھے میدان میں آ گئے جنہیں اس دن کے لئے تیار کیا گیا تھا اور کلکتہ کے جو علاقے ان کے راستے میں تھے وہاں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اس ملک میں ہندو مسلم فسادات پہلے بھی ہوتے رہے تھے۔ لیکن کلکتہ میں دہشت اور بربریت کا جو مظاہرہ دیکھا گیا وہ بے مثال تھا۔ کلکتہ کی گلیوں میں جو خون بہایا گیا تھا وہ ابھی خشک نہیں ہوا تھا کہ ۲۴ اگست کو وائسرائے نے عبوری حکومت کے ان ارکان کا اعلان کر دیا جنہوں نے ۲ ستمبر کو اپنے عہدوں کا حلف اٹھانا تھا۔ نہرو کی کوشش تھی، کہ مسلمانوں کے حصے کی پانچوں نشستیں غیر مسلم لیگیوں کو مل جائیں لیکن وائسرائے نے صرف تین کو مقرر کیا اور دو مسلم نشستیں خالی رکھیں۔

دو مسلم نشستیں اس امید پر خالی رکھیں کہ اب بھی مسلم لیگ عبوری حکومت میں شامل ہو جائے، لیکن اس کے بعد جب وائسرائے نے کلکتہ کا دورہ کیا تو اُسے اس بات پر پختہ یقین ہو گیا کہ کانگرس اور مسلم لیگ کی مصالحت کے بغیر فرقہ وارانہ امن ممکن نہیں ہو سکتا اور اگر یہی حالت رہی تو پورا ملک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آ جائے گا۔

کانگرس کی کوشش یہی تھی کہ آئین سازی کا کام صرف ایک پارٹی یعنی کانگرس کے ایماء پر کیا جائے۔ لیکن وائسرائے برصغیر کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونکنے پر آمادہ نہ ہوا گاندھی

اور نہرو کی خواہش کے خلاف وائسرائے نے مسلم لیگ کو عبوری حکومت میں لانے کی کوشش جاری رکھی، لیکن کانگرس نے جو آخری رکاوٹ ڈالی وہ یہ تھی کہ اس نے ایک کانگرسی مسلمان کو عبوری حکومت میں شامل کرنے پر اصرار کیا۔ ہندو کو ہندوستان میں انگریز کا واحد جانشین بننے سے مایوسی ہوتی تھی۔ کسی مرحلہ پر مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تو کبھی سردار پٹیل جیسے انتہا پسند ہندو اور کبھی گاندھی جیسا نرم مزاج آدمی جو کبھی انگریزوں کو یہ مشورہ دیا کرتا تھا کہ انہیں نازیوں کی جارحیت کے جواب میں عدم تشدد سے کام لینا چاہیئے اور جنگ کے بجائے صلح اور امن پسندی کا ثبوت دینا چاہیئے۔ اس قسم کا بیان دیا کرتے تھے۔ کہ اگر انگریز ہندوستان کو چھوڑ کر چلے جائیں تو ہندو مسلم تنازعہ خود بخود ختم ہو جائے گا۔ اس قسم کے بیانات کا مفہوم یہی ہوتا تھا کہ جب ہندو کانگرس حکومت کے فوجی اور سول اختیارات سے مسلح ہو گی۔ تو وہ اپنی تعداد اور قوت سے مسلمانوں کو پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ لیکن لارڈ ویول کانگرس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خواہش کے باوجود، انسانیت کے خلاف اتنے بڑے جرم میں حصہ دار بننے کے لئے تیار نہ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی کوششیں جاری رکھیں جس کے نتیجہ میں مسلم لیگ عبوری حکومت کی کابینہ میں شامل ہو گئی۔ گاندھی مہاراج اس کابینہ میں ایک کانگرسی مسلمان کو شامل کر کے خوشیاں منا رہے تھے۔ لیکن جب مسلم لیگ نے ایک اچھوت کو اپنے کوٹہ میں شامل کر لیا تو وہ تلملا اٹھے۔ جب محکموں کی تقسیم کا مسئلہ سامنے آیا تو گاندھی جی کے چیلوں نے اپنی روایتی تنگ نظری سے کام لیا۔ وہ امور داخلہ، امور خارجہ اور دفاع کے محکمے اپنے ہاتھ میں رکھنے پر بضد تھے۔ لیکن ایک انتہائی ذہین مسلمان چودھری محمد علی آئی۔ سی۔ ایس نے جنہیں مالیات کا ماہر سمجھا جاتا تھا یہ مشورہ دیا کہ مسلم لیگ کو مالیات کا محکمہ لینا چاہیئے چنانچہ لیاقت علی خان مرحوم وزیر مالیات بن گئے تو ہندو اس بات پر بغلیں بجا رہے تھے کہ مالیات مسلمانوں کے بس کی بات نہیں۔ جواہر لعل نہرو اور پٹیل ہندوستان میں رام راج

کی بنیادیں مضبوط کرنے کی سکیموں کے ساتھ لمبے چوڑے منصوبے بنا چکے تھے۔ لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ محکمہ مالیات کی منظوری کے بغیر وہ کوئی سکیم نافذ نہیں کر سکتے۔ سردار پٹیل کو جب یہ محسوس ہونے لگا کہ محکمہ مالیات کی منظوری کے بغیر ایک نئے چپڑاسی کو بھی ملازمت نہیں دے سکتا۔ تو وہ غصے سے بھڑک اٹھا اور بالآخر اسے یہ کہنا پڑا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ کانگرس نے عبوری کابینہ کے تلخ تجربے کے بعد بھی حقیقت پسندی کا ثبوت نہ دیا اور ویول کے خلاف مہم جاری رکھی۔ یہاں تک کہ انہیں واپس بلا لیا گیا۔ اس کے بعد عدم تشدد کے حامی انگلستان سے کسی ایسے دیوتا کی راہ دیکھ رہے تھے جسے کانگرس کے آلہ کار کے طور پر کام کرنے پر رضامند کیا جا سکے۔ اور کانگرس کے مہاجن انگریز کو مستقبل کے تجارتی مفادات کی اہمیت سمجھانے کے لئے لندن کا طواف کر رہے تھے۔